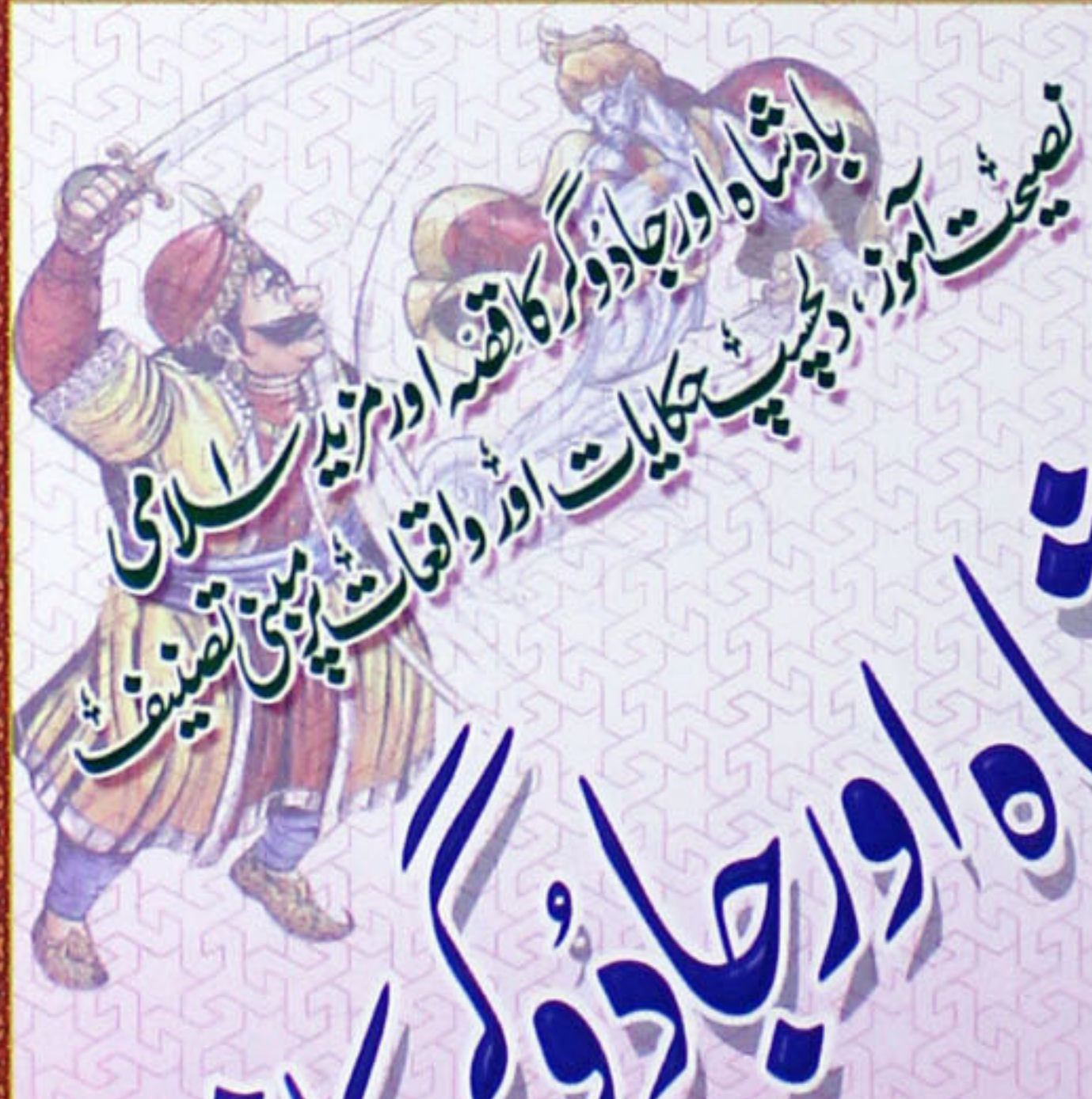

بادشاہ اور جادوگر کا قصہ

بادشاہ اور جادوگر کا قصہ اور مزید اسلامی
نصیحت آموز، دلچسپ حکایات اور واقعات پر مبنی تصنیف

تصنیف لطیف
الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری
مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

انس پبلیکیشنز لاہور

Marfat.com

بادشاہ اور جادوگر کا قصہ اور مزید سلامی

نصیحت آموز، دلچسپ حکایات اور واقعات پر مبنی تصنیف

بادشاہ اور جادوگر کا قصہ

تصنیف لطیف

الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری

مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

انس پبلیکیشنز

40-اُردو بازار، لاہور

Mob: 0300-8852283

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: ..... بادشاہ اور جادوگر کا قصہ

تصنیف لطیف: ..... الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری

پروف ریڈنگ: ..... پیر طریقت حضرت مولانا قاری محمد اصغر نورانی

کمپوزنگ: ..... محمد زاہد اقبال

ڈیزائننگ: ..... ڈیسنٹ گرافکس
(سخاوت حسین)

صفحات: 160

اشاعت: ..... جولائی 2014ء

تعداد: 1100

ناشر: ..... انس پبلیکیشنز لاہور

قیمت: ..... -/140 روپے

ملنے کے پتے

انس پبلیکیشنز
40-اُردو بازار، لاہور
Mob: 0300-8852283

اکبر بُک سیلرز
زبیدہ سنٹر 40-اُردو بازار
لاہور فون: 042-37352022

Marfat.com

فہرست

- عرضِ ناشر ۶
- بادشاہ اور جادوگر کا قصہ ۷
- سیّد ہونے کی نشانی ۱۳
- خواب کی بنیاد پر ۱۶
- اگر مجھ سے پوچھ لیا گیا..... ۱۸
- دنیا کی محبت ۱۹
- مردِ حق باطل کے آگے مات کھا سکتا نہیں ۲۲
- نابینا بھکاری یہودی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۲۵
- خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی غریب نوازی ۲۶
- میر کارواں اور خوئے دل نوازی ۲۸
- آخرت کا کام اور اسماء الٰہیہ کی برکات ۲۹
- سیاسی مولویوں کے لیے لمحۂ فکریہ ۳۱
- جو تیرے منہ سے نکلی وہ بات ہو کے رہی ۳۲
- خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اور لوگوں کی دل جوئی ۳۵
- اور مظلومہ کو اس کا حق مل گیا ۳۷
- شہیدِ راہِ وفا ۴۲
- امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا کلمۂ حق ۴۵
- مٹی کا اثر ۴۶
- مشائخ چشت اہلِ بہشت اور مخلوق کی دل جوئی ۴۷
- پانی پہ مصلیٰ ۵۵

Marfat.com

- خوش نودیٔ باری تعالیٰ ۵۷
- خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ۵۹
- ایک کمسن بچہ مگر..... ۶۲
- حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک گاہک ۶۵
- مدینے کا سفر ہے اور میں نم دیدہ نم دیدہ ۶۶
- زہر بے اثر' کوہ قاف کے فرشتے' بہترین نگہبان کٹا ہوا ہاتھ' میزبان و مہمان ۶۷
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور خلیفہ منصور ۷۰
- یہ ہے اصل حکومت ۷۱
- ایک سوداگر کی کمال خیر خواہی ۷۲
- وصالِ باکمال ۷۳
- کبھی اے نوجوان مسلم تدبر بھی کیا تو نے ۷۵
- نجدی ذہنیت کا رد ۷۸
- شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن ۸۱
- عجب خیر خواہی کا نظارہ ۸۲
- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص سے دعا کروائی ۸۶
- نیکی کا اجر و ثواب ۸۷
- امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ اور ابن طاؤس ۹۰
- کار بد تو خود کرے' لعنت کرے شیطان پر ۹۳
- دِلوں کے جاسوس ۹۵
- کوئی نہیں بھروسہ اے بھائی زندگی کا ۱۰۲
- شیر کے ساتھ رات گزاری ۱۰۴
- امراء و علماء ۱۰۷
- یہ میرے رب کا فیصلہ ہے ۱۱۳
- سلطان المشائخ اور خیر خواہی عالم ۱۱۵

- یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے ۱۱۸
- بندوں کا رزق ۱۱۹
- بڑے پاک صورت بڑے نیک سیرت ۱۲۱
- گناہوں سے حفاظت ۱۲۲
- شاہ ولی اللہ اور نجف خاں ۱۲۵
- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی کا آخری دن ۱۲۸
- کرو مہربانی تم اہلِ زمین پر ۱۳۱
- ایمان افروز جواب ۱۳۶
- انفاق فی سبیل اللہ کا اجر ۱۳۹
- قصوں میں عبرت ہوتی ہے ۱۴۲
- اہلِ عرب اور عہد و پیمان کی حفاظت ۱۴۵
- سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی غریب پروری ۱۴۹
- مکہ معظمہ کی شان ۱۵۱
- ارادے جن کے پختہ ہوں ۱۵۲
- نظر جن کی خدا پر ہو ۱۵۵
- ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ اور کمالِ ایثار ۱۵۶
- اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ ۱۵۹

عرضِ ناشر

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام

علیٰ سیّد الانبیاء و المرسلین

اللہ رب العزت جل شانہ کا بے حد و شمار شکر کہ اس کی رحمتِ کاملہ' اعانت و نصرت اور اس کے محبوبِ کریم حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے وسیلۂ جلیلہ سے ہمیں آپ قارئین کی خدمت میں مختلف موضوعات پر معیاری دینی اسلامی کتب شائع کر کے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہے۔ الحمدللہ۔

ہم اہلِ شوق و محبت کی علمی پیاس بجھانے کے لئے حتی الامکان سعی و کاوش میں مسلسل کوشاں ہیں۔

آپ سے التماس ہے کہ ممکن ہو تو اپنے قیمتی وقت سے چند لمحات نکال کر ہمیں اپنے گراں بہا مشوروں اور آراء سے نوازتے رہئے' تا کہ ہماری مزید رہنمائی ہو اور ہم اپنی کتب کو اور زیادہ بہتر انداز اور معیار کی رفعتوں تک لے جائیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ۔

گزارش ہے کہ اس کتاب میں اگر کسی قسم کی کوئی غلطی پائیں تو ضرور مطلع فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

امید ہے زیرِ نظر کتاب ''بادشاہ اور جادوگر کا قصہ'' متلاشیانِ علم و عرفان کے لئے باعثِ تسکین ہوگی۔

آپ کا خیر اندیش

Marfat.com

بادشاہ اور جادوگر کا قصہ

جلیل القدر صحابی حضرت صہیب بن سنان بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ بنی مالک بن عمرو بن تمیم سے ہیں' آپ کے والد اور چچا کسریٰ کی طرف سے اُبلہ کے حاکم تھے' انہیں صہیب رومی اس لیے کہا جاتا ہے کہ رومیوں نے آپ کو بچپن میں قید کر لیا تھا۔ آخر کار صہیب کو بنو کلب کے ایک شخص نے خرید کر مکہ میں عبداللہ بن جدعان کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ آپ ان کمزور ترین مسلمانوں کی صف میں تھے جنہیں اللہ کی راہ میں بے حد ظلم و ستم سہنا پڑا۔ آپ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ غزوۂ بدر اور دیگر غزوات میں شریک رہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب شہید کیا گیا تو انہوں نے شدید زخمی حالت میں وصیت کی کہ ان کی نمازِ جنازہ صہیب رضی اللہ عنہ پڑھائیں اور جب تک مسلمانوں کا کوئی خلیفہ مقرر نہ ہو' ان کی امامت بھی یہی کراتے رہیں۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی وفات ستر سال کی عمر میں شوال ۳۸ھ میں ہوئی۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے' رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا اس کے پاس ایک جادوگر تھا۔ وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا اس نے بادشاہ سے عرض کیا:

''بادشاہ سلامت! میری عمر بھر اب بڑھاپے کی سرحد پار کرنے والی ہے اس لیے کوئی لڑکا میری خدمت میں بھیجیں تا کہ میں اسے اپنا فن سکھلا دوں۔ (اور وہ میری وفات کے بعد میرا قائم مقام ہو سکے)''

بادشاہ نے جادوگر کے ہاں جادوگری سیکھنے کے لیے ایک لڑکا روانہ کر دیا۔ راستے

Marfat.com

میں ایک راہب تھا' وہ راہب کے پاس بیٹھ گیا اور اس کا کلام سنا۔ راہب کی بات اسے بڑی بھلی معلوم ہوئی اس کے بعد جب لڑکا جادوگر کے پاس جاتا تو جاتے جاتے اس راہب کی خدمت میں بھی حاضری دیتا اور کچھ دیر کے لیے بیٹھتا رہتا (اس وجہ سے جادوگر کے پاس پہنچنے میں تاخیر ہو جاتی تھی) جب وہ جادوگر کے پاس پہنچتا تو اس کی پٹائی ہوتی تھی۔ لڑکے نے اس بات کی شکایت راہب سے کی تو اس نے یہ ترکیب بتائی کہ اگر جادوگر کی مار کا خوف ہو تو اس سے کہہ دینا کہ گھر والوں نے مجھے روک رکھا تھا اور جب گھر والوں کا خوف ہو تو یہ بہانہ کر دینا کہ جادوگر نے روک رکھا تھا۔

اس کے لیل ونہار اسی معمول کے مطابق گزر رہے تھے کہ ایک دن راستے میں ایک بھاری بھر کم جانور پر اس کی نگاہ پڑی جس نے لوگوں کی آمد ورفت میں رکاوٹ ڈال رکھی تھی۔

لڑکے نے اپنے دل میں کہا:

''آج میں جان لوں گا کہ جادوگر حق پر ہے یا راہب۔''

پھر لڑکے نے ایک پتھر لے کر کہا:

''اے اللہ! اگر جادوگر کے مقابلے میں راہب کا طریقہ تجھے محبوب ہے تو اس جانور کو مار دے۔''

(یہ کہہ کر جانور کو پتھر دے مارا) اللہ کے حکم سے وہ بھاری بھر کم جانور وہیں ڈھیر ہو گیا۔

جب وہ لڑکا راہب کے پاس پہنچا اور اسے حقیقتِ حال سے آگاہ کیا تو اس نے کہا:

''اے بچے! اب تو مجھ سے افضل ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرا معاملہ حد کو پہنچ چکا۔ عنقریب تجھے ابتلاء و آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا اگر تجھے آزمائش میں ڈالا گیا تو میرا پتہ نہ بتلانا۔''

Marfat.com

بیمار شفایاب ہونے لگے

پھر یہ حال ہو گیا کہ وہ لڑکا اللہ کے حکم سے پیدائشی اندھوں کو ٹھیک کرنے لگا' برص کی بیماری والے بھی اس کے علاج سے شفایاب ہونے لگے اس کے علاوہ بھی وہ ہر قسم کی بیماریوں کا علاج معالجہ کرنے لگا اسی دوران بادشاہ کے ایک خاص آدمی کو جو اندھا تھا' لڑکے کے کمالات معلوم ہوئے تو وہ بھی بہت سے تحائف لے کر لڑکے کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا:

''اگر تو نے مجھے شفایاب کر دیا تو میں یہ جو کچھ لایا ہوں' تجھے دے دوں گا۔''

لڑکے نے کہا:

''میں کسی کو شفایاب نہیں کرتا بلکہ شفا عنایت کرنا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے اگر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تو میں اللہ تعالیٰ سے تیرے لیے دعا کروں گا۔ ممکن ہے وہ تجھے شفا دے دے''۔

وہ آدمی اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے بینائی بخش دی۔

پھر وہ آدمی بادشاہ کی خدمت میں پہنچا اور حسبِ معمول اس کے پاس بیٹھ گیا۔

بادشاہ نے پوچھا: ''تیری بینائی کس نے بحال کر دی؟''

اس نے جواب دیا: ''میرے پروردگار نے۔''

بادشاہ طیش میں آ کر بولا: ''کیا میرے سوا بھی تیرا کوئی رب ہے؟''

اس نے ڈٹ کر کہا: ''میرا اور تیرا رب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔''

یہ سن کر بادشاہ بھڑک اُٹھا اور اس آدمی کو مسلسل دردناک سزائیں دیتا رہا یہاں تک کہ اس نے عاجز آ کر لڑکے کا پتہ بتا دیا اب بادشاہ نے اس لڑکے کو بلوا بھیجا۔

لڑکا حاضر ہوا تو بادشاہ نے کہا: ''ارے واہ! تیری جادوگری کا فن اس قدر کامیاب ہو گیا کہ تو نابیناؤں کو بینائی عطا کرتا ہے اور برص کے مریضوں کو ٹھیک کر دیتا ہے اور ساری بیماریاں تیرے علاج سے ٹھیک ہو جاتی ہیں۔''

Marfat.com

لڑکے نے کہا: ''بادشاہ سلامت! میں اپنی طرف سے کسی کو شفا نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی مریضوں کو شفایاب فرماتا ہے۔''

چنانچہ بادشاہ نے اسے بھی قید کر دیا اور طرح طرح کی سزائیں دینی شروع کر دیں یہاں تک کہ لڑکے نے راہب کا پتہ بتا دیا۔

راہب کو پکڑ کر لایا گیا اور اسے اپنے دین سے منحرف ہونے کا حکم دیا گیا لیکن اس نے صاف انکار کر دیا اس کے لیے ایک آرا لایا گیا اور اسے راہب کے سر کی مانگ پر رکھ کر چلا دیا گیا جس سے اس کے جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

پھر بادشاہ کا وہ خاص آدمی لایا گیا جسے بینائی مل گئی تھی' اسے بھی اپنا دین چھوڑنے کو کہا گیا لیکن اس نے بھی انکار کر دیا چنانچہ اس کی مانگ پر بھی آرا چلا دیا گیا جس سے اس کا وجود کٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔

پھر وہ لڑکا پیش ہوا اس سے بھی اپنا عقیدہ ترک کرنے کا مطالبہ کیا گیا لیکن اس نے بھی اپنا دین چھوڑنے سے انکار کر دیا۔

لشکر ہلاک ہونے لگا

بادشاہ نے اس لڑکے کو اپنے سپاہیوں کی ایک ٹولی کے حوالے کر دیا اور حکم دیا: ''اسے فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اور پہاڑ کی چوٹی پر پہنچنے کے بعد اسے اپنا دین چھوڑنے کو کہو اگر یہ اپنا دین ترک کر دے تو ٹھیک ہے ورنہ وہیں سے اسے دھکا دے کر نیچے پھینک دو۔''

سپاہی لڑکے کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ لڑکے نے دعا کی: ''الٰہی! تو ہی کارساز ہے' ان لوگوں سے نپٹ لے۔''

چنانچہ پہاڑ ڈگمگانے لگا' سارے سپاہی گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح سلامت واپس بادشاہ کے دربار میں پہنچ گیا۔

لڑکے کو دربار میں دیکھ کر بادشاہ بہت حیران ہوا اس نے پوچھا: ''تیرے ساتھ

Marfat.com

جانے والے سپاہیوں کو کیا ہوا؟''

• لڑکے نے جواب دیا: ''اللہ تعالیٰ نے میری کفالت و کفایت فرمائی اور انہیں تباہ کر کے مجھے نجات عطا فرمائی۔''

بادشاہ نے لڑکے کو دوبارہ اپنے مصاحبین کی ایک جماعت کے حوالے کر دیا اور حکم دیا: ''اسے کشتی میں سوار کر کے عین سمندر کے بیچ لے جاؤ اگر یہ اپنے دین سے باز آ جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے سمندر میں غرق کر دو۔''

یہ جماعت لڑکے کو لے کر جب بیچ سمندر پہنچی تو لڑکے نے دعا کی:

''الٰہی! تو ہی بے نواؤں کا سہارا ہے' میری طرف سے ان سے نمٹ لے۔''

یہ دعا کرنا تھی کہ کشتی اُلٹ گئی اور بادشاہ کے حواریوں کی پوری جماعت ڈوب گئی مگر لڑکا بادشاہ کے دربار میں صحیح سلامت واپس پہنچ گیا۔

بادشاہ نے چونک کر لڑکے سے پوچھا: ''تیرے ساتھ بھیجی گئی جماعت کا کیا ہوا؟''

لڑکے نے جواب دیا: ''اللہ تعالیٰ نے میری طرف سے ان سے نمٹ لیا۔''

پھر لڑکے نے بادشاہ سے کہا: ''اے بادشاہ! تو مجھے ہرگز قتل نہیں کر سکے گا' مجھے قتل کرنے کا ایک ہی راستہ ہے۔'' بادشاہ نے پوچھا: ''وہ کیا ہے؟''

ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے

لڑکے نے بتایا: ''لوگوں کو ایک کھلے میدان میں جمع کرو' کھجور کے تنے پر مجھے سولی پر لٹکا دو پھر میرے ترکش سے ایک تیر کھینچ لو اور اسے کمان کے بیچ میں رکھ کر یوں کہو: بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ۔

''اس لڑکے کے رب اللہ کے نام سے تیر چلاتا ہوں۔''

پھر مجھے نشانہ بناؤ جب ایسا کرو گے تو مجھے قتل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔''

چنانچہ بادشاہ نے لوگوں کو ایک کھلے میدان میں جمع کیا' لڑکے کو کھجور کے تنے پر لٹکا دیا پھر اس کے ترکش سے ایک تیر کھینچا اور اسے کمان میں رکھ کر کہا: بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ۔

Marfat.com

''پھر نشانہ لے کر تیر چھوڑا تو وہ لڑکے کی کنپٹی پر جا لگا۔ لڑکے نے کنپٹی پر وہاں ہاتھ رکھا جہاں تیر لگا تھا پھر وہ مر گیا۔ لوگ یہ ماجرا دیکھ کر ربِ کائنات کی حقیقت اور الہ واحد کی توحید سمجھ گئے اور بے اختیار پکار اُٹھے: آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ، آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ، آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ۔

''ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔''

لوگوں نے بادشاہ سے کہا: ''آپ جس چیز سے ڈرتے تھے، اللہ کی قسم وہ ہو کر رہا اور آپ کے سامنے آ گیا اب سب لوگ اللہ پر ایمان لے آئے ہیں۔''

بادشاہ طیش میں آ گیا اس نے حکم دیا کہ سڑکوں کے کنارے خندقیں کھودی جائیں اس کے حکم کی تعمیل میں خندقیں کھود دی گئیں اور ان میں آگ بھڑکا دی گئی۔

بادشاہ نے حکم دیا: ''جو اپنے دین سے نہ پھرے اسے اس آگ میں جھونک دو یا اس سے کہو آگ میں کود پڑو۔''

خندقوں والے برباد ہو گئے

انہوں نے ایسا ہی کیا حتیٰ کہ ایک عورت آئی اس کے ہاتھوں میں ایک بچہ تھا، وہ آگ میں گرنے سے جھجکی تو بچے نے کہا: ''اماں! صبر کر یقیناً تو حق پر ہے۔''

اسی واقعہ کے پسِ منظر میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانِ عالی شان ہے:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ○ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ○ وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ ○ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ○ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ○ اِذْهُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ○ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ○ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ○ الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ ○

''برجوں والے آسمان کی قسم! اور اس دن کی (قسم) جس کا وعدہ کیا گیا اور

Marfat.com

حاضر ہونے والے کی اور حاضر کیے گئے کی (قسم) ہلاک کیے گئے ایندھن بھری آگ کی خندقوں والے جب کہ وہ ان خندقوں کے کنارے بیٹھے تھے اور جو کچھ وہ مومنوں کے ساتھ کر رہے تھے' اسے دیکھ رہے تھے اور انہیں ان (مومنوں) کا یہی کام بُرا معلوم ہوا کہ وہ غالب و بالا' قابلِ تعریف اللہ پر ایمان لے آئے تھے۔ وہ ذات کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور اللہ ہر چیز پر شاہد ہے۔"

چنانچہ خاتون نے بے دھڑک آگ میں چھلانگ لگا دی اس بادشاہ کا نام ذونواس تھا اور علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس ظالم اور متعصب بادشاہ نے صبح سے دوپہر تک بیس ہزار مومنین صادقین کو کھائیوں میں گرا کر شہید کر دیا۔

(البروج ۸۵:۱۔۹ واقعہ کی تفصیل کے لیے کتب تفسیر ملاحظہ فرمائیں جب کہ یہ حدیث صحیح مسلم میں ۳۰۰۵ پر موجود ہے)

سیّد ہونے کی نشانی

علامہ سید شریف مرتضٰی حسین بغدادی جو سمرقند میں مقیم ہو گئے تھے' بڑے امیر کبیر عالم تھے۔ بادشاہ ماوراالنہر خاقان نے ان کو خلیفۂ بغداد کے پاس اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا' ان کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ ساڑھے چار ہزار دینار سے دس ہزار دینار تک سالانہ علماء اور ائمہ حدیث کی دعوتوں اور نذرانوں پر خرچ کر ڈالتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے ایک باغ میں علمائے کرام کی دعوت کا اہتمام کیا تو بادشاہ خاقان نے بھی اس دعوت میں شرکت کا ارادہ کیا مگر آپ نے صاف صاف فرمایا کہ میں اس دعوت میں بادشاہ کی رضاجوئی کے لیے گانے بجانے اور فسق و فجور کا سامان کر کے اپنے رب کو ناراض کرنے کا گناہِ عظیم اپنے سر پر نہیں لے سکتا۔ خاقان نے ناراض ہو کر

Marfat.com

آپ کو گرفتار کر لینے کا ارادہ کیا مگر آپ ایک ماہ تک اس طرح روپوش رہے کہ خاقان ہزاروں کوششوں کے باوجود آپ کو گرفتار نہیں کر سکا پھر خاقان نے آپ کے لیے عام امن وامان کا اعلان کر دیا اور آپ کو دربار میں بلا کر فریب سے گرفتار کر کے جیل خانہ میں بند کر دیا اور آپ کی ساری جائے داد اور مال ومتاع کو ضبط کر لیا اس وقت ایک دن آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ''جو شخص واقعی اہلِ بیت نبوت میں سے ہوگا' وہ ضرور کبھی نہ کبھی اس قسم کی مصیبتوں میں گرفتار ہوگا۔ ہمیں ہمیشہ ناز ونعمت میں پلا تھا اس لیے کبھی کبھی مجھ کو یہ وہم ہونے لگتا تھا کہ میں سید ہوں یا نہیں؟ مگر اس حادثہ کے بعد مجھے اطمینان ہو گیا کہ یقیناً میرا سلسلۂ نسب حضورِ اکرم ﷺ تک متصل ہے۔''

ظالم خاقان نے جیل خانہ میں آب ودانہ بند کر دیا اور بھوک و پیاس سے تڑپ تڑپ کر آپ کی شہادت ہو گئی مگر آپ آخری دَم تک صابر وشاکر رہے۔

آپ کے وصال کے بعد ابوالعباس جوہری نے یہ خواب دیکھا کہ علامہ سید شریف مرتضٰی جنت میں ہیں اور ان کے سامنے کھانا رکھا ہوا ہے اور وہ لوگ ان سے درخواست کر رہے ہیں کہ آپ کھانا تناول فرمالیجیے تو وہ یہ فرمارہے ہیں کہ جب تک میرا بچہ نہیں آجائے گا میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ ابوالعباس جوہری خواب سے بے دار ہوئے تو رمضان کی انتیسویں تاریخ تھی اور اسی دن علامہ سید شریف مرتضٰی کے صاحب زادے شہید کیے گئے۔ آپ ۴۰۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۷۶ میں خاقان خضر بن ابراہیم نے آپ کو شہید کرایا۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۴' ص ۱۱)

اس رِقت انگیز وعبرت خیز حکایت میں بلاشبہ علمائے حق کے لیے بہت بڑا درس عمل ہے۔ ایک ظالم بادشاہ کے مقابلہ میں خداوندِ قدوس کی رضا جوئی کے لیے بڑے بڑے مصائب وآلام برداشت کرنے کے لیے استقامت کا ہمالیہ بن کر ڈٹ جانا' یہ کسی معمولی دل گردے والے کا کام نہیں ہے۔ بلاشبہ علمائے حق کا یہ جذبہ حق پرستی اپنی رفعت و سربلندی میں ایسی اعلیٰ منزل پر ہے کہ ہمالیہ کی چوٹیاں سر اُٹھا اُٹھا کر حسرت سے اس کا

Marfat.com

منہ تکتی ہیں اور آسمانوں کی سر بلندی جھک جھک کر اس کو سلام کرتی ہیں۔

حضرت علامہ سید شریف مرتضٰی کا یہ ارشاد کہ جو سید ہوگا' وہ ضرور کبھی نہ کبھی مصائب وآفات کا شکار ہوگا' واقعی آپ کا یہ فرمان والا شان تاریخی شواہد کی روشنی میں آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ مصائب اور بلاؤں کا استقبال خاصانِ خدا کا خاص الخاص حصہ ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل

''سب سے زیادہ سخت امتحان اور آزمائش حضرات انبیاء علیہم السلام کی ہوا کرتی ہے پھر ان کے بعد جو شخص جس درجے کا بلند مرتبہ ہوگا اسی درجے کا اس کے لیے مصائب اور بلاؤں کے ذریعے امتحان ہوا کرے گا کیوں نہ ہو کہ

منزلِ عشق میں تسلیم و رضا مشکل ہے
جن کے رُتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

محبوبانِ خدا خصوصاً حضرات اہلِ بیت کرام چونکہ یہ بزرگیوں اور کرامتوں کے بڑے بڑے انعام واکرام ربانی سے نوازے جاتے ہیں اس لیے اس اصول کے مطابق کے جتنا بڑا انعام اتنا ہی بڑا امتحان' یہ لوگ بڑے بڑے روح فرسا مصائب و آلام کی منزلوں سے گزرتے اور بڑے بڑے مشکل امتحانوں کی آزمائش میں مبتلا کیے جاتے ہیں اور یہ لوگ جب صبر واستقامت کے ساتھ ہر مصیبت کا مقابلہ کر کے امتحان میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو خداوندِ قدوس ان کو ایسے ایسے انعام واکرام کی دولتوں سے مالا مال فرما دیتا ہے کہ قدسی صفت ملائکہ بھی ان کے بلند درجات کے دیدار اور درشن کے تمنائی بن جاتے ہیں۔ کسی شاعر نے اس حقیقت کو نہایت ہی حسین طرزِ بیان میں زیب قرطاس کیا ہے کہ

نامی کوئی بغیر مشقت کوئی نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

(روحانی حکایات)

Marfat.com

خواب کی بنیاد پر

قاضی ابوعمر محمد بن یوسف کہتے ہیں: ''ہمارے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا جس کے بارے میں ایک قصہ زبان زدِ عام تھا کہ فقر و محتاجی کے طویل مراحل سے گزرنے کے بعد دولت و ثروت نے اس کی قدم بوسی کی ہے' تب کہیں جا کر وہ اب زندگی کے ناز و نعم میں پل رہا ہے۔ میں نے ایک روز اس سے لوگوں کے زبان زدِ عام قصے کے متعلق دریافت کیا تو اس جوان نے اپنی روداد کی تفصیل ان الفاظ میں بیان کی:

''مجھے میرے والد کی طرف سے بہت سا مال وراثت میں ملا تھا۔ میں نے بے دریغ اسے خرچ کرنا شروع کر دیا اور انتہائی تھوڑی مدت میں پوری دولت کو ٹھکانے لگا دیا۔ معاملہ یہاں تک آ پہنچا کہ میرے گھر کے دروازے کے ساتھ ساتھ گھر کی چھت بھی بک گئی اب میرے پاس کوئی دنیوی ساز و سامان باقی نہ بچا تھا جس کو بیچ کر کھاؤں اور نہ ہی کسی حیلہ سازی کی کوئی گنجائش تھی جو مجھے مال فراہم کرنے کا ذریعہ بنے۔ مدت تک میری والدہ سوت کات کات کر مجھے روٹی کھلاتی رہی۔

میں جوان آدمی تھا اور بے روزگاری سے سخت تنگ آ چکا تھا۔ ایک دن میں نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ ایک شخص مجھے مشورہ دے رہا ہے کہ تم مصر کیوں نہیں چلے جاتے وہاں اپنی قسمت آزماؤ! ہو سکتا ہے وہاں تمہارے لیے رزق کے دروازے کھل جائیں۔

صبح اُٹھا تو میں نے خواب پر غور کیا اور اس کو غیبی مشورہ سمجھا اور مصر جانے کے لیے تیاری شروع کر دی۔ میں نے مناسب سمجھا کہ میرے پاس کوئی تعارفی خط ہو جس سے میں اس اجنبی جگہ میں اپنی پہچان کروا سکوں۔ چنانچہ اے قاضی ابوعمر! میں آپ کے پاس گیا اور آپ کو اپنے والد کی دوستی اور پڑوسی ہونے کا واسطہ دیا کہ مجھے مصر کے قاضی کے

Marfat.com

نام خط لکھ دیں۔ آپ نے مجھے ایک تعارفی خط دے دیا جسے میں لے کر مصر پہنچ گیا۔

مصر پہنچ کر میں نے تعارفی خط حکام کو دِکھایا اور کوشش بھی کی مگر اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ کسی نے میری پرواہ نہ کی۔ میں خاصہ پریشان ہوا کہ اتنا سفر بھی کیا' مشقت بھی اُٹھائی اور پھر بھی کچھ حاصل نہ ہوا اس سے تو اپنا وطن اچھا تھا یہاں تو فاقوں کی نوبت آ گئی ہے۔

وقت تیزی کے ساتھ گزرتا جا رہا تھا' جو کچھ میرے پاس تھا' ختم ہوتا جا رہا تھا۔ بھیک مانگنے کی نوبت آ گئی۔ میں نے سوچا کہ چلو بھیک مانگ لیتے ہیں مگر اس کے لیے ضمیر اجازت نہیں دیتا تھا۔ ادھر پیٹ تھا کہ کھانے کے لیے مانگ رہا تھا' میں مجبور ہو گیا سوچا چلو رات کا انتظار کرتے ہیں۔ رات کو مانگنے کے لیے نکلا اب مانگنے کا طریقہ بھی نہیں آتا تھا۔ شکل وصورت اور لباس سے میں بہت ہی غریب اور فقیر لگ رہا تھا مگر کسی کو بھی میری حالت پر رحم نہ آیا ادھر رات گہری ہو چلی تھی۔ سڑک پر اِکا دُکا آدمی رہ گئے تھے کہ اچانک پولیس کے سپاہیوں کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ انہوں نے مجھے پکڑ لیا اور مجھ سے پوچھ گچھ کی اب میں اس علاقے میں اجنبی تھا' ان کو مزید شک ہوا اور پولیس نے مجھے مارنا شروع کر دیا۔ میں نے بڑا شور مچایا' رویا چلایا مگر پولیس کو کون روکتا؟

اچانک میں نے زور سے چیخ ماری اور کہا: ''مجھے چھوڑ دو' میں تمہیں ہر چیز سچ سچ بتاتا ہوں۔'' پولیس والوں نے کہا: ''بتاؤ!''

چنانچہ میں نے بغداد سے مصر آنے کا سبب بیان کیا اور تفصیل سے بیان کیا کہ کس طرح میں نے خواب دیکھا اور اس پر عمل کرتا ہوا یہاں پہنچا مگر یہاں بھی کچھ حاصل نہیں ہوا۔

پولیس آفیسر نے کہا: ''میں نے تجھ سے زیادہ احمق آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! میں نے فلاں سال خواب میں دیکھا تھا کہ ایک آدمی مجھ سے کہہ رہا ہے:

''بغداد کی فلاں سڑک کے فلاں محلے میں فلاں آدمی کا گھر ہے..... پولیس آفیسر

Marfat.com

نے میرا گھر اور میرا نام بتایا..... اس گھر کے اندر ایک باغیچہ ہے جس میں بیری کا ایک درخت ہے۔ میرے گھر میں واقعی ایک باغیچہ تھا اور بیری کا ایک پیڑ تھا اس بیری کے درخت کے نیچے تیس ہزار دینار مدفون ہیں' جاؤ اور لے لو۔ میں نے اس بات پر کوئی دھیان نہیں دیا اور نہ ہی اس سلسلے میں کچھ سوچنا گوارا کیا لیکن اے احمق! تو کس قدر گدھا اور بے وقوف ہے کہ صرف ایک خواب کی بنیاد پر اپنا وطنِ عزیز چھوڑ کر مصر چلا آیا؟''

میں نے اسے بالکل ہی نہیں بتایا کہ جس گھر اور بیری کی تو بات کر رہا ہے' وہ میرا ہی گھر ہے۔ میں نے اس کی منت سماجت کی اس کو میری حالت پر ترس آ گیا اور مجھے چھوڑ دیا۔ پولیس کے چنگل سے چھوٹا تو سیدھا ایک مسجد میں گیا' وہاں رات گزاری۔ صبح سویرے اُٹھا اور اپنے وطن جانے کے لیے تیاری شروع کی۔ اتفاقاً ایک قافلہ بغداد کی طرف روانہ ہو رہا تھا' میں ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ راستے میں اہلِ قافلہ کی خدمت کرتا رہا اور بغداد پہنچ گیا۔ گھر پہنچ کر میں نے مصری پولیس آفیسر کا خواب سچا پایا۔

زندگی نے مجھے بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔ میں نے اس مال کو غنیمت جانا اور نہایت عقل مندی سے اس کو خرچ کرنا شروع کیا' کاروبار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں مجھے بہت برکت عطا فرمائی اور یہ جو کچھ مال و دولت آپ کو نظر آ رہا ہے سب اسی تجارت کا نتیجہ ہے۔'' (الفرج بعد الشدۃ والضیق للمحازمی)

اگر مجھ سے پوچھ لیا گیا.....

حضرت سیدنا فتح بن شخرف رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے حضرت سیدنا عمر رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا:

''بھوک کی وجہ سے میرے ماموں حضرت سیدنا بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے پیٹ میں شدید درد ہوا اور پہلو میں بھی بہت تکلیف ہوئی۔ میری والدہ محترمہ سے ان کی یہ تکلیف دیکھی نہ گئی تو کہا: ''بھائی جان! اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے ہاتھوں سے کچھ پیس کر دلیہ پکا

Marfat.com

لاؤں، نرم غذا پیٹ میں جائے گی تو تکلیف میں کمی ہو جائے گی۔"

فرمایا: "افسوس! مجھے تو یہ خوف ہے اگر مجھ سے پوچھ لیا گیا کہ تیرے پاس یہ جو کا آٹا کہاں سے آیا تو میں کیا جواب دوں گا؟"

پھر انہوں نے دلیہ پکانے سے منع کر دیا۔ میری والدہ ان کی یہ حالت دیکھ کر رونے لگی، ماموں بھی رونے لگے اور ان کے ساتھ میں بھی رو دیا ان کا سانس گھٹ گھٹ کر آ رہا تھا، بڑی بے کسی کا عالم تھا۔ میری والدہ نے کہا: "اے میرے بھائی! کاش میری ماں نے تجھے نہ جنا ہوتا۔ اللہ کی قسم! آپ کی تکلیف و غم دیکھ کر میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔"

میری والدہ کی یہ بات سن کر ماموں جان نے کہا: "اے کاش! ایسا ہی ہوتا کہ تیری ماں مجھے نہ جنتی اور جب میں پیدا ہو ہی گیا تھا تو کاش! وہ مجھے دودھ ہی نہ پلاتی۔"

(عیون الحکایات)

دنیا کی محبت

بیان کرتے ہیں کہ خضر علیہ السلام دریا کے کنارے بیٹھے تھے، ناگاہ ایک سائل آیا اور اس نے ان سے کہا: "اللہ کے واسطے میں تم سے سوال کرتا ہوں کچھ مجھے دو۔ حضرت خضر علیہ السلام پر بے ہوشی طاری ہو گئی جب ہوش آیا تو آپ نے اس سے فرمایا: میں تو صرف اپنی ذات اور جان کا مالک ہوں اور تم نے بحق اللہ مجھ سے سوال کیا ہے، میں نے اپنی ذات تم کو بخشی، تم اس کو بیچو اور اس کی قیمت سے فائدہ اُٹھاؤ۔"

چنانچہ سائل ان کو بازار لے گیا اور ایک شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا اس خریدار کا نام ساحم بن ارقم کہا جاتا تھا اس کے بعد وہ ان کو اپنے گھر لے گیا۔ خریدار کا ایک باغ تھا جو اس کے گھر کی پشت پر واقع تھا۔ ساحم خریدار نے حضرت خضر علیہ السلام کو ایک کدال دیا اور ان کو حکم دیا کہ پہاڑ سے مٹی کاٹیں اور باغ میں اس کو ڈال دیں۔ وہ پہاڑ ایک فرسنگ لمبا اور

Marfat.com

ایک فرسنگ چوڑا تھا (ایک فرسنگ تین میل کا ہوتا ہے) اس کے بعد ساحم اپنی ضرورت کی وجہ سے وہاں سے باہر چلا گیا۔ پس خضر علیہ السلام پہاڑ کاٹنے اور اس کو باغ میں ڈالنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ جب ساحم واپس آیا تو اپنے گھر والوں سے پوچھا: ''کیا تم لوگوں نے غلام کو کھانا کھلایا؟'' ان لوگوں نے اس سے کہا: ''غلام کہاں ہے، ہم کو اس کا علم نہیں۔''

پھر ساحم نے کھانا اُٹھایا اور غلام یعنی خضر علیہ السلام کے پاس آئے تو ان کو اس حال میں پایا کہ وہ پورے پہاڑ کے کاٹنے سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ساحم کو تعجب ہوا اور قریب تھا کہ اس پر بے ہوشی طاری ہو جائے۔ ساحم نے ان سے پوچھا:

''مجھے یہ تو بتلاؤ کہ تم کون ہو؟''

یہ سُن کر خضرت علیہ السلام پھر تھوڑی دیر کے لیے بے ہوش ہو گئے پھر جب افاقہ ہوا تو اس سے کہا: ''میں خضر ہوں۔''

ساحم بے ہوش ہو گیا جب افاقہ ہوا تو اس نے توبہ کی اور اپنے پروردگار سے بہت حذر خواہی کی اور ان کو آزاد کر دیا اور کہا: ''اے رب! مجھ سے اس کا مواخذہ نہ کر اس لیے کہ میں ان کو نہیں جانتا تھا۔''

اس کے بعد خضر علیہ السلام نے سجدہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور کہا: ''اے اللہ تعالیٰ! میں تیرے حق میں غلام ہوا اور تیرے حق سے آزاد ہوا۔''

اس کے بعد انہوں نے واپسی کی اجازت مانگی چنانچہ ان کو اجازت دی گئی۔ پس وہ دریار کے کنارے واپس آئے یہاں آ کر انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص دریا پر کھڑا ہو کر کہتا ہے: ''اے میرے رب! خضر علیہ السلام کو غلامی سے رہائی دے اور ان کی توبہ قبول فرما۔''

خضر علیہ السلام نے اس سے کہا: ''تم کون ہو؟''

اس نے جواب دیا: ''میں شادون ہوں۔''

Marfat.com

پھر شادون نے خضر علیہ السلام سے پوچھا: ''تم کون ہو؟''

انہوں نے کہا: ''میں خضر ہوں۔''

اس کے بعد شادون نے ان سے کہا: ''اے خضر! تم نے دنیا طلب کی کیونکہ تم نے اپنی ذات کے واسطے رہنے کا مکان بنایا۔''

دریا کے کنارہ پر خضر علیہ السلام کا ایک عبادت خانہ تھا پس فوراً وہ میدان میں نکل آئے اور اسی میں اللہ کی عبادت کرنے لگے اس کے بعد انہوں نے اسی مقام میں ایک درخت لگایا اور اس کے سایہ میں عبادت کرنے لگے۔ پس آواز آئی کہ اے خضر! جس وقت تم نے درخت کے سایہ میں سجدہ کیا تو تم نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی۔ مجھے اپنی عزت اور بزرگی کی قسم ہے دنیا کی محبت میں میری رضامندی نہیں ہے اس کے بعد خضر علیہ السلام نے کہا:

''اے شادون! (غالباً یہ فرشتے کا نام ہے) اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، یہاں تک کہ وہ میری توبہ قبول فرمائے۔''

چنانچہ شادون نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سے خضر علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی اس حکایت کی صحت کا حال خدا ہی خوب جانتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ایک بندہ جناب باری کے حضور میں لایا جائے گا اور اس کا حساب کیا جائے گا اس کی بُرائیاں زیادہ ہوں گی۔ چنانچہ اس کو آگ میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا اس کے بعد اس کی آنکھ کا ایک بال عرض کرے گا:

''اے میرے پروردگار! بے شک تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص خوفِ الٰہی سے روئے گا تو اللہ تعالیٰ آتشِ دوزخ کو اس کی آنکھ پر حرام کرے گا لہٰذا اس کی آنکھ سے مجھے نکال لے پھر اس کو دوزخ میں بھیج (یہ سن کر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تو نے مجھ سے بخشائش کی کیوں نہ طلب کی؟ وہ بال عرض کرے گا کہ اے میرے رب! میں نے تجھ سے خوف کیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ میں نے تیری وجہ سے اس شخص کی بزرگی کی لہٰذا تو اس کو جنت میں لے جا۔'' (قلیوبی)

Marfat.com

مردِ حق باطل کے آگے مات کھا سکتا نہیں

علامہ یعقوب بن اسحاق جو عام طور پر علامہ ابن السکیت کہلاتے ہیں، بہت ہی جلیل القدر عالمِ دین تھے اور بادشاہِ بغداد متوکل باللہ کے دونوں فرزند معز باللہ اور مؤید باللہ کے معلم تھے اور دربارِ شاہی میں بڑا وقار و اعتبار رکھتے تھے۔ ایک دن متوکل باللہ نے اپنی سلطنت کے غرور میں آپ سے یہ سوال کیا کہ میرے یہ دونوں فرزند آپ کے نزدیک محبوب ہیں یا حضرت امام حسن اور امام حسین؟

یہ سوال سنتے ہی علامہ ابن السکیت کے اسلامی خون میں ایمانی جذبات کا آتش فشاں پھٹ پڑا اور انہوں نے انتہائی جلال میں آ کر فرمایا: ''اے متوکل! خدا کی قسم! میرے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ادنیٰ غلام قنبر تجھ سے اور تیرے بیٹوں سے لاکھوں درجے بہتر اور محبوب ہے۔''

یہ سننا تھا کہ متوکل مارے غصہ کے آگ بگولا ہو گیا اور ظالم نے جلادوں کو حکم دیا کہ ابن السکیت کی زبان کھینچ کر نکال لی جائے اس حق گوئی اور حق پرور عالم حقانی کی زبان کھینچ لی گئی اور وہ شہید ہو گئے۔ (روح البیان ج ۲ ص ۳۱۳)

مسلمانو! دیکھ لو یہ ہے ایک حق پرست عالمِ دین کی شانِ اکبر۔ کسی شاعر حق گو نے کیا خوب کہا ہے

مردِ حق باطل کے آگے مات کھا سکتا نہیں
سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

☆..... سہل بن مزاحم محدث بڑی حسرت کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر رحم فرمائے بار بار دنیا ان کے قدموں پر گری مگر ہر بار انہوں نے دنیا کو اپنی ٹھوکروں سے ٹھکرا دیا اور دنیاوی جاہ و جلال کو قبول نہیں فرمایا اور کوڑوں کی ضرب

Marfat.com

شدید کو گوارا فرمالیا۔ دو مرتبہ آپ کو کوڑے لگائے گئے مگر حق پر استقامت سے آپ کے قدم نہیں ڈگمگائے۔

ایک مرتبہ اموی دَورِ حکومت میں کوفہ کے گورنر عمر بن ہبیرہ نے آپ سے عہد قضا قبول کرنے پر اصرار کیا' آپ نے نہایت حقارت کے ساتھ اس عہدہ کو ٹھکرایا تو اس ظالم نے آپ کو سو کوڑے لگوائے بالآخر ہار مان کر آپ کو چھوڑ دیا دس دن تک روزانہ جلاد آپ کو دس دس کوڑے مارتا رہا اور آپ ہر روز یہی فرماتے رہے کہ میں ایک ظالم حکومت کا جج بن کر اس کے ظلم میں شریک ہونے کا گناہِ عظیم ہرگز ہرگز اپنے سر لینے کے لیے تیار نہیں۔

دوسری مرتبہ جب عباسی سلطنت کے زمانے میں خلیفہ بغداد منصور نے آپ کو دربار میں طلب کر کے عہدہ قاضی القضاۃ پیش کیا تو آپ برابر انکار کرتے رہے یہاں تک کہ خلیفہ نے جھلا کر کہا:

''خدا کی قسم! تمہیں یہ عہدہ قبول کرنا پڑے گا۔''

آپ نے جواب میں فرمایا: ''خدا کی قسم! میں کبھی بھی یہ عہدہ قبول نہیں کروں گا۔''

ربیع دربان نے کہا: ''اے ابوحنیفہ! کیا غضب کرتے ہو؟ تم امیر المومنین کے مقابلہ میں قسم کھاتے ہو؟''

آپ نے فرمایا: ''امیر المومنین کو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر لینا مجھ سے زیادہ آسان ہے۔''

خلیفہ منصور نے غضب ناک ہو کر آپ کو قید کر دیا اور جلاد کو حکم دیا کہ جب تک یہ عہدہ قضا قبول نہ کریں روزانہ ان کو دس کوڑے لگائے جائیں۔ دورانِ قید ایک دن دربار میں بلا کر پھر منصور نے کہا: ''اے ابوحنیفہ! اپنی جان پر رحم کرو اور یہ عہدہ قبول کر لو۔''

آپ نے فرمایا: ''خدا امیر المومنین کا بھلا کرے میں اس عہدہ کے لائق نہیں ہوں۔''

منصور نے بگڑ کر کہا: ''تم جھوٹے ہو۔''

Marfat.com

امام نے جواب دیا: ''اب تو امیر المومنین نے خود ہی میرے قول کی تصدیق کر دی کہ مجھ کو جھوٹا کہا اگر واقعی میں جھوٹا ہوں تو ایک جھوٹا آدمی بھلا قاضی القضاۃ بننے کے لائق کیونکر ہو سکتا ہے اور اگر میں سچا ہوں تو میں کہہ چکا ہوں کہ میں اس عہدہ کے لائق نہیں ہوں۔''

منصور نے آپ کا جواب سن کر پھر آپ کو جیل بھیج دیا۔ چنانچہ آپ اسی قید خانہ میں چھ دن بیمار رہ کر ۱۵۰ھ میں ستر برس کی عمر پا کر وصال فرما گئے۔

امام الحدیث ابن جریج کو جب آپ کی وفات کی خبر ملی تو ایک سرد آہ کھینچ کر انہوں نے اناللہ پڑھا اور کہا: ای علم ذھب ۔

''ہائے! کیسا علم اُٹھ گیا۔'' (تبصرہ تاریخ بغداد ص ۴۴)

اللہ اکبر! جیل خانہ اور کوڑوں کی ضربِ شدید اور موت کو امام نے گوارہ فرما لیا مگر حکومت کے سب سے بڑے معزز عہدہ کو قبول نہیں فرمایا اس لیے کہ اس مغرور با اقتدار عہدہ کو قبول کر لینے پر اگرچہ دنیاوی جاہ و جلال بہت ہی بڑا حاصل ہو جاتا ہے اور تنخواہ بھی زیادہ ملتی ہے مگر مشکل یہ تھی کہ ظالم حکومت تھی۔ بادشاہ کے ہر ظالمانہ حکم کی بحیثیت چیف جسٹس آپ کو تصدیق و تائید کرنی پڑتی اور سینکڑوں بے گناہوں کے خون ناحق کے ظالمانہ فیصلہ پر آپ کو مہر تصدیق لگانی پڑتی۔ یہ وہ بلائیں تھیں جن کو امامِ اعظم کا تقویٰ ہرگز ہرگز قبول نہیں کر سکتا تھا اسی لیے امام ممدوح نے اپنی جان دے دی مگر اس عہدہ کو قبول نہیں فرمایا اور قیامت تک آنے والے علمائے حق کو اپنے اس عملی شاہکار سے یہ درس دے دیا ہے

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

نابینا بھکاری یہودی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

قاضی ابو یوسف نے اپنی کتاب ''الخراج'' میں بیان کیا ہے:

''ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک گلی سے گزر رہے تھے' دیکھا کہ ایک نابینا بوڑھا ہاتھ میں کشکول لیے بھیک مانگ رہا ہے۔ شکل وصورت سے وہ مسلمان کی بجائے ذمی معلوم ہو رہا تھا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کے بازو پر ہلکی سی ضرب لگائی اور پوچھا: ''اہلِ کتاب کی کس قوم سے تیرا تعلق ہے؟'' نابینا بھکاری: ''یہودی ہوں۔''

امیر المومنین: ''یہ جو میں تجھے کشکول اُٹھائے دیکھ رہا ہوں' آخر ماجرا کیا ہے؟''

نابینا بھکاری: ''ایک تو جزیہ ادا کرنا ہوتا ہے' دوسرے میری زندگی کی ضروریات بھی ہیں اور تیسرے میں بوڑھا ہوں اس لیے کما نہیں سکتا پھر میری ضروریاتِ زندگی کا مسئلہ کیسے حل ہو اور جزیہ کہاں سے ادا کروں؟ لہٰذا بھیک مانگ رہا ہوں۔''

امیر المومنین نے جب اس کی بات سنی تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور ممکن حد تک اسے عطا فرمایا پھر بیت المال کے خازن کو بلا کر حکم دیا:

أَنْظِرْ هٰذَا وَضُرَبَاءَهُ فَوَاللّٰهِ! مَا أَنْصَفْنَا الرَّجُلَ أَنْ أَكَلْنَا شَبِيْبَتَهُ ثُمَّ نَخْذُلَهُ عِنْدَالْهَرَمِ (اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنَ)

''اس نابینا بوڑھے یہودی کا اور اس کی طرح دوسرے اہلِ کتاب کا خوب خیال رکھو! اللہ کی قسم! ہم نے اس بوڑھے یہودی کے ساتھ انصاف نہیں کیا اس کی جوانی میں تو ہم اس سے ٹیکس لیتے رہے اور بڑھاپے میں ذلیل کر رہے ہیں (یقیناً صدقات و خیرات فقراء و مساکین کے لیے ہیں)'' (التوبہ:۶۰)

Marfat.com

لہٰذا یہ بوڑھا نابینا اہلِ کتاب کے مسکینوں میں سے ہے پھر امیر المومنین نے اس بوڑھے سے اور اس کے مانند دوسرے اہلِ کتاب سے جزیہ ساقط کر دیا۔

(الخراج، قاضی ابو یوسف (ص ۱۷۶) دار المعرفہ بیروت)

خواجہ غریب نواز کی غریب نوازی

جب سلطان التمش کی حکومت آئی (۶۳۳ھ/۱۲۳۵۔۱۲۱۰) تو وہ اپنی حکومت کے زمانہ میں بزرگانِ دین خصوصاً خواجگان چشت کا بہت معتقد اور گرویدہ رہا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۳ھ/۱۲۳۵ء) کے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔ ان سے عرفان و طریقت کی علمی و عملی تعلیم آخری وقت تک حاصل کرتا رہا ایک بار حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۲۷ھ/۱۲۲۹ء) دہلی آئے تو ان کے دیدار سے مشرف ہونے کے لیے دہلی کے تمام خواص و عام ان کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن ان کے پیر بھائی نجم الدین صغریٰ ان سے ملنے نہ آئے جن کو سلطان التمش نے شیخ الاسلام کے عہدہ پر مامور کر رکھا تھا۔ حضرت خواجہ معین الدین خود ان سے ملنے گئے اس کے باوجود شیخ نجم الدین صغریٰ ان سے گرم جوشی کے بجائے سرد مہری سے ملے۔ حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے یہ محسوس کر کے ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ جب سے ان کے حکم سے حضرت قطب الدین بختیار کاکی دہلی میں مقیم ہوئے ہیں۔ شیخ الاسلام کی عزت و وقعت باقی نہیں رہی ہے۔ تمام لوگ قطب صاحب ہی کی طرف مائل رہتے ہیں کوئی ان کے یعنی نجم الدین صغریٰ کے پاس نہیں آتا۔ حضرت خواجہ معین الدین نے ان کے بار خاطر دُور کرنے کا یقین دِلایا اور قطب صاحب کے پاس آ کر ان کو دہلی چھوڑ دینے اور اپنے ساتھ اجمیر چلنے کا حکم دیا، یہ حکم سن کر دہلی کے تمام باشندے ششدر رہ گئے۔ خود سلطان التمش دَم بخود تھا کہ اس شیخ الاسلام نے اس کے

Marfat.com

مرشد کے ساتھ زیادتی کی لیکن اپنے شیخ الاسلام سے باز پرس کرنے کے بجائے اس نے حضرت خواجہ معین الدین سے اس حکم کے بدلوانے کے لیے منت کی مگر حضرت خواجہ صاحب نے اس کی بات نہ مانی کیونکہ ان کا خیال تھا کہ درویش کی شان یہ ہے کہ درویش سے کسی ایک کی بھی دل آزاری نہ ہو جب دونوں بزرگانِ دین دہلی سے رخصت ہونے لگے تو لوگوں کو ایسا معلوم ہوا کہ شہر دہلی معرفت کے آفتاب و مہتاب کی تجلیوں سے محروم ہو رہا ہے۔ ہر طرف کہرام مچ گیا' تمام اہلِ شہر ان دونوں بزرگوں کے پیچھے پیچھے چلنے لگے' ان ہی کے جلوس میں سلطان التمش بھی تھا۔ قطب صاحب کی ذات سے لوگوں کی شیفتگی و فریفتگی کا یہ عالم تھا کہ جس جگہ وہ قدم مبارک رکھتے لوگ اس جگہ کی خاک تبرکاً اُٹھا لیتے تھے اور اس طرح آہ و بکا کرتے تھے جس طرح فراق یار پر عاشق زار کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ منظر دیکھا تو ارشاد فرمایا: ''بختیار تم یہیں رہو۔ میں تم کو اس لیے لے جا رہا تھا کہ دہلی میں تمہارے رہنے سے ایک شخص کی دل آزاری ہوتی ہے لیکن دہلی میں تمہارے نہ رہنے سے دہلی کے تمام لوگوں کے دل خراب و کباب ہوں گے جو گوارہ نہیں کیا جا سکتا اس فیصلہ سے دہلی کے لوگ پھولے نہ سمائے' خود سلطان التمش نے خوشی میں بڑھ کر حضرت خواجہ معین الدین کے قدم چومے اور قطب صاحب کے ساتھ خوش خوش دہلی آیا۔

(ہندوستان کی بزم رفتہ کی سچی کہانیاں از سید صلاح الدین عبدالرحمٰن مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۶۸ء ص: ۳۱_۳۲' سیر الاولیاء ص: ۵۵_۵۴' سیر الاقطاب (اردو) ص: ۱۰' تاریخ دعوت و عزیمت ج: ۳ ص: ۳۲_۳۳' تاریخ مشائخ چشت ص: ۱۵۲_۱۵۳)

Marfat.com

میر کارواں اور خوئے دل نوازی

حضرت سیدنا مصعب بن احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ زمانے کے مشہور ولی حضرت سیدنا ابو محمد عبداللہ رباطی رحمۃ اللہ علیہ بغداد تشریف لائے' ان کا مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفاً و تعظیماً جانے کا ارادہ تھا کافی عرصے سے میری خواہش تھی کہ ان کی رفاقت میں سفر کرنے کی اجازت عطا فرما دیں۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سال مجھے اپنی رفاقت عطا نہ فرمائی۔ دوسرے سال بھی مجھے یہ سعادت نصیب نہ ہو سکی۔ تیسرے سال میں پھر حاضر ہوا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اس شرط پر تم میرے ساتھ سفر کر سکتے ہو کہ ہم میں سے ایک امیر ہوگا اور اس کی اطاعت لازم ہوگی۔''

میں نے بخوشی یہ شرط قبول کر لی اور کہا: ''حضور! آپ امیر ہیں۔''

فرمایا: ''نہیں! بلکہ تم امیر ہو۔''

میں نے پھر عرض کی: ''حضور! آپ کا مقام و مرتبہ بڑا ہے لہٰذا آپ ہی امیر ہیں۔''

فرمایا: ''ٹھیک ہے' میں ہی امیر ہوں لیکن میری نافرمانی نہ کرنا۔''

میں نے کہا: ''ٹھیک ہے میں ہرگز آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔''

پھر میں اس ولی کامل کے ہمراہ سوئے حرم چل دیا جب کھانے کا وقت ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بٹھایا اور خود بڑی عاجزی و انکساری کے ساتھ میرے لیے کھانا لائے۔ میں نے چاہا کہ انہیں روکوں اور ان کی خدمت کروں لیکن معاملہ برعکس تھا۔ وہ مجھے بہت زیادہ تعظیم دے رہے تھے میں جب بھی انہیں روکنا چاہتا تو فرماتے:

''کیا تم نے یہ شرط منظور نہ کی تھی کہ تم حکم عدولی نہیں کرو گے؟''

اسی طرح وہ سب میرا کام کرتے رہے۔ میرا سارا سامان بھی انہوں نے اُٹھائے رکھا اب میں دل میں کہنے لگا: ''میری وجہ سے انہیں بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ اے کاش! میں ان کا رفیقِ سفر نہ بنتا مگر اب مجبور ہوں' کیا کروں؟''

Marfat.com

سفر طے ہوتا رہا اور وہ ولی کامل ہر طرح سے میری خاطر مدارت کرتے رہے پھر ایسا ہوا کہ دورانِ سفر ہمیں بارش نے آلیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے ابواحمد رحمۃ اللہ علیہ! میل (یعنی راستے کی پہچان کے لیے بنائے ہوئے نشانات) تلاش کرو جب ہم میل (نشان) کے قریب پہنچ گئے تو مجھے چھوٹی سی بُرجی (یعنی گنبد یا ستون) کی آڑ میں بٹھایا اور خود مجھ پر چادر تان کر کھڑے ہو گئے۔ میرے منع کرنے کے باوجود خود سخت سردی میں بھیگتے رہے لیکن مجھے نہ بھیگنے دیا۔ میں کچھ عرض کرتا تو فرماتے' میں تمہارا امیر ہوں اور ہم نے یہ بات طے کر لی تھی کہ تم میرے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرو گے لہٰذا جو میں کہوں تمہیں اس پر عمل کرنا ہوگا اب میں ان کی رفاقت پر بہت پچھتا رہا تھا کہ میری وجہ سے انہیں کتنی دشواری ہو رہی ہے۔ اے کاش! میں ان کا رفیق نہ بنا ہوتا۔''

الغرض بغداد شریف سے مکہ معظمہ زادھا اللہ شرفاً وتکریماً تک وہ نیک خصلت ولی کامل میری ہر طرح سے خاطر مدارات کرتے رہے یہاں تک کہ ہم مکہ معظمہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً میں داخل ہو گئے۔'' (عیون الحکایات لابن الجوزی)

آخرت کا کام اور اسماء الٰہیہ کی برکات

منقول ہے کہ حامد لفاف علیہ الرحمۃ نے جمعہ کی نماز کے واسطے جانا چاہا حالانکہ ان کا گدھا گم ہو گیا تھا' ان کا آٹا چکی میں تھا اور ان کی زمین کی آب پاشی کی باری اور وقت آ گیا تھا۔ انہوں نے اپنی جی میں غور کیا اور کہا کہ اگر جمعہ کی نماز کے واسطے جاتا ہوں تو میرے یہ سب کام فوت ہوتے ہیں پھر انہوں نے کہا کہ آخرت کا کام بہتر ہے چنانچہ وہ جمعہ کے واسطے گئے۔ جب وہ واپس آئے تو اپنی زمین کو سیراب پایا اور اپنا گدھا طویلہ میں پایا اور اپنی بی بی کو روٹی پکاتے پایا چنانچہ انہوں نے اپنی بی بی سے پوچھا۔ بی بی نے ان سے کہا: ''گدھا دوڑا آتا ہے اور شیر اس کے گرد ہے جب میں نے دروازہ کھول دیا تو

Marfat.com

گدھا گھر میں داخل ہو گیا اور ہمارے پڑوسی نے اپنی زمین کو سینچنا چاہا اتفاق سے وہ سو گیا اور پانی جاری ہوا اس نے ہماری زمین کو سیراب کر دیا اور آٹا یوں ہاتھ آیا کہ ہمارے پڑوسی کا آٹا چکی میں تھا پس وہ گیا تا کہ اس کو لائے لیکن اس نے غلطی کی اور ہماری گون اُٹھا لایا جب وہ اپنے گھر آیا تو اس نے اس کو پہچانا اور اس کو ہمارے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد حامد نے اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھایا اور کہا: ''اے میرے رب! میں نے تیرا ایک حکم پورا کیا اور تو نے میری تین حاجتوں کو پورا کیا۔ تیرا شکر ہے۔''

☆..... بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہوئے تو کشتی آسمان اور زمین کے درمیان بلند ہوئی' لہروں نے کشتی کو تھپیڑے دیئے' پانی گرم تھا' پانی کی گرمی سے روغن قیر (تارکول) پگھل گیا اور قریب تھا کہ کشتی پانی میں ڈوب جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں میں سے ایک نام حضرت نوح علیہ السلام کو سکھلایا۔ انہوں نے اس نام کے ذریعہ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے روغن قیر جم گیا اور وہ نام اہیا اشراہینا ہے اور اس کے معنی یا حی یا قیوم ہیں۔ یہ تورات میں ہے اس کی برکت سے ڈوبتا ہوا ڈوبنے سے سلامت رہتا ہے اس نام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سکھایا تھا جب وہ آگ میں ڈالے گئے۔ چنانچہ وہ آگ ان پر سرد اور سلامتی ہو گئی تھی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے صاحب زادہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حرم کی طرف لے گئے تھے اور ان کو وہاں یکہ و تنہا بسایا تھا تو ابراہیم علیہ السلام نے یہ نام ان کو بتایا تھا اور ان کو حکم دیا تھا کہ وہ اس نام کے ساتھ دعا کریں جب ان کو اس کی احتیاج ہو پس جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیاسے ہوئے اور ان کو اور ان کی والدہ کو رنج و تکلیف پہنچی تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اس نام کے ذریعہ سے دعا کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے چشمۂ زمزم جاری کر دیا اور نام اولاد حضرت اسمٰعیل کے مونہوں میں اور ملاحوں کے مونہوں میں قیامت کے دن تک باقی رہے گا۔ (قلیوبی)

Marfat.com

سیاسی مولویوں کے لیے لمحۂ فکریہ

عمر بن ہبیرہ سلطنت بنواُمیہ کا بڑا ہی ظالم و جابر گورنر تھا' یہی وہ جلاد صفت شخص ہے جس نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کوڑے لگوائے تھے اس نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح شیخ الحدیث حضرت منصور بن معتمر کو بھی دربار میں بلا کر جج کا عہدہ پیش کیا مگر اس پیکر علم و عمل محدث کبیر نے فرمایا: ''اے امیر! میں ہرگز ہرگز اس عہدہ کو قبول نہیں کر سکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''قیامت کے دن ظالموں اور ظالموں کے مددگاروں اور ظالموں کی پارٹیوں یہاں تک کہ ان لوگوں کو جنہوں نے ظالموں کو قلم بھی دیا ہوگا یا دوات پیش کی ہوگی' ان سب کو خدا کا منادی پکارے گا پھر ان سب کو ایک ساتھ لوہے کے صندوق میں بند کر کے جہنم میں پھینک دے گا۔'' عمر بن ہبیرہ نے آپ کا یہ حقانی کلام سن کر آپ کو دربار سے نکلوا دیا۔ (مستطرف ج۱ ص۱۰۵)

اس نورانی واقعہ میں آج کل کے سیاسی مولویوں کے لیے بہت بڑی عبرت کا سامان ہے کہ محض ایک کرسی کے لیے یہ لوگ حکومت کے ظالمانہ فیصلوں پر ہاتھ اُٹھا کر ہاں میں ہاں ملاتے رہتے ہیں اور حکومت کے بڑے سے بڑے ظلم پر بھی گونگے بہرے بنے ہوئے اپنی کرسیوں سے چمٹے ہوئے خدا و رسول اور اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف ووٹ اور بیانات دیتے رہتے ہیں اور بجائے اس کے کہ ان لعنتی کرسیوں کو ٹھوکر مار کر کلمۂ حق کا اعلان کریں' اَیک ایک کرسی کے لیے قرآن کی آیت الکرسی کو بیچتے رہتے ہیں اور حکومت کے مظالم کی تاویل کرتے پھرتے ہیں اور ملک کے بیرون ملک کے عوام کو جھوٹ بول بول کر گمراہ کرتے پھرتے ہیں اور قیامت کے دن اپنے بُرے انجام کی ذرا بھی فکر نہیں کرتے۔ افسوس! بالکل سچ کہا ہے ڈاکٹر اقبال نے ان سیاسی مولویوں کے

بارے میں کہ ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

(رحانی حکایات)

جو تیرے منہ سے نکلی وہ بات ہو کے رہی

ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھا بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: كُلْ بِيَمِينِكَ. ''داہنے ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔''

اس آدمی نے کہا: لَا أَسْتَطِيعُ. ''میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا (اس نے تکبر سے کہا)''

رسولِ اکرم ﷺ کی زبان سے نکلا: لَا اسْتَطَعْتَ. ''تو اس ہاتھ سے نہ ہی کھا سکے۔''

راوی کا بیان ہے کہ پھر وہ کبھی اپنا ہاتھ اپنے منہ تک نہیں اُٹھا سکا۔ (رسولِ اکرم ﷺ کی نافرمانی کی سزا اسے مل گئی) (مسلم: الأشربۃ باب آداب الطعام والشراب وأحکامھما ۲۰۲۱)

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مال دار شخص صفا اور مروہ کے درمیان گھوڑے پر سوار ہو کر سعی کر رہا تھا' یہ اس وقت کی بات ہے جب مسعیٰ مسجد حرام کے احاطے سے باہر تھا اس کے اردگرد چھوٹے بڑے غلاموں اور نوکروں کا ہجوم تھا جس سے راستہ تنگ پڑ چکا تھا۔ یہ دیکھ کر سعی کرنے والے دیگر لوگوں کو سخت غصہ آیا اور وہ گھور گھور کر اس آدمی کو دیکھنے لگے۔ وہ خاصہ لمبا تڑنگا انسان تھا' اس کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔

اس مال دار نے جس سال حج کیا اسی سال حج کرنے والوں میں سے کسی کی ملاقات چند سالوں بعد اس مال دار سے ہوئی جو اب بغداد کے پل پر بیٹھ کر لوگوں سے

Marfat.com

بھیک مانگ رہا تھا۔ حاجی نے مال دار سے (جواب بھکاری کے روپ میں تھا) پوچھا:

''کیا تو وہی آدمی تو نہیں ہے جس نے فلاں سال حج کیا تھا اور تیرے اردگرد غلاموں اور نوکروں کا اس قدر ہجوم تھا کہ دیگر لوگوں کے لیے مسعی میں راستہ تنگ پڑ گیا تھا؟''

بھکاری نے جواب دیا: ''ہاں! میں وہی شخص ہوں۔''

حاجی نے دریافت کیا: ''پھر کس چیز نے تجھے اس ناگفتہ بہ حالت میں لا پہنچایا ہے؟''

بھکاری نے جواب دیا: تَکَبَّرْتُ فِیْ مَکَانٍ یَتَوَاضَعُ فِیْهِ الْعُظَمَاءُ، فَأَذَلَّنِیَ اللّٰهُ فِیْ مَکَانٍ یَتَعَالٰی فِیْهِ الْأَذِلَّاءُ۔

''میں نے اس جگہ کبر و نخوت کو اختیار کیا جہاں متقی و پرہیز گار لوگ تواضع و انکساری اختیار کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس جگہ ذلیل و خوار کیا جہاں ذلیل و رسوا لوگ بڑے بنتے ہیں۔''

گستاخِ رسول کا انجام

عصرِ حاضر کا ایک واقعہ ہے جس کے راوی مصر کے ایک عالم شیخ احمد شاکر ہیں، کہتے ہیں کہ مصر کے گورنر نے نابینا ادیب طٰہٰ حسین کو ایوارڈ سے نوازا اور اس کی عزت و تکریم کی تو جمعہ کی نماز میں ایک خطیب نے اس گورنر کی مدح سرائی شروع کی اس نے اپنے خطبہ کے اندر یہ الفاظ کہے:

جَاءَهُ الْأَعْمٰی طٰهٰ حُسَیْن فَمَا عَبَسَ بِوَجْهِهٖ وَمَا تَوَلّٰی۔

''امیر کی خدمت میں نابینا طٰہٰ حسین آیا لیکن امیر نہ تو ترش رو ہوا اور نہ ہی منہ موڑا۔''

نمازِ جمعہ کے بعد فوراً شیخ احمد شاکر کے والدِ محترم شیخ محمد شاکر کھڑے ہوئے اور لوگوں سے کہا: ''اُٹھیں اور اپنی نماز دہرائیں، ان کی نماز نہیں ہوئی اور اب یہ نماز دوبارہ

پڑھنا واجب ہے کیونکہ خطیب نے رسولِ اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کر کے کفر کا ارتکاب کیا ہے۔"

چونکہ خطیب کا اشارہ اس واقعہ کی طرف تھا جو مکہ میں پیش آیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسولِ اکرم ﷺ قریش کے بڑے بڑے سرداروں کو دعوتِ دین پیش کر رہے تھے' اتنے میں نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کسی مسئلہ کی دریافت کے لیے رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں آن پہنچے انہیں دیکھ کر آپ ﷺ کے چہرہ پر کچھ ناگواری کے آثار ظاہر ہو گئے کیونکہ آپ ﷺ قریشِ مکہ کے سرداروں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: عَبَسَ وَتَوَلّٰی أَنْ جَآءَهُ الْأَعْمٰی ۔

"وہ ترش رو ہوا اور منہ موڑ لیا صرف اس لیے کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا۔"

شیخ احمد شاکر بیان کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اس مجرم خطیب کو یونہی نہیں چھوڑا بلکہ اس دنیا میں بھی اس کا بُرا حشر کیا اور آخرت میں جو کچھ سزا تیار کر رکھی ہے وہ تو ہے ہی۔ اللہ کی قسم! میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہی خطیب جو چند سال پہلے عزت و شان کا مالک' اپنے تئیں بڑے پن کا اظہار کرنے والا اور بڑے بڑے لوگوں کو بھی خاطر میں نہ لانے والا تھا اب وہ انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ ایک حقیر نوکر بن کر قاہرہ کی ایک مسجد کے دروازے پر نمازیوں کے جوتوں کی حفاظت کر رہا تھا۔ ذلت و رسوائی اس کے چہرے سے ٹپک رہی تھی' مجھے خود شرم آ رہی تھی کہ کہیں وہ مجھے دیکھ نہ لے کیونکہ میں اس کو جانتا تھا اور وہ بھی مجھ سے واقف تھا۔ یہ منظر عجیب درسِ عبرت و موعظت تھا۔" (سنہرے اوراق)

خواجہ نظام الدین اور لوگوں کی دل جوئی

مولانا ضیاء الدین برنی (مصنف تاریخ فیروز شاہی) فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اشراق سے چاشت تک آپ کی روح پرور، جاں نواز باتیں سنتا رہا اس روز خاص طور پر بہت کثرت سے لوگ بیعت ہوئے۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا کہ مشائخ متقدمین نے مرید کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ سلطان المشائخ نے اپنی فیاضی و عنایت سے اس کا اذن عام دے دیا ہے اور آپ عام و خاص سب کو مرید کر لیتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ میں اس بارے میں سوال کروں۔ سلطان المشائخ اپنے کشف سے میرے خطرے پر مطلع ہو گئے، فرمایا:

''مولانا ضیاء الدین! تم ہر طرح کی باتیں پوچھتے ہو یہ نہیں پوچھتے کہ میں بغیر تحقیق کے آنے والوں کو کیوں مرید کر لیتا ہوں؟'' یہ سن کر مجھ پر لرزہ سا طاری ہو گیا اور میں نے آپ کے قدم لے کر عرض کیا: ''ایک عرصہ سے میرے دل میں اشکال تھا آج بھی یہ وسوسہ آیا تھا اللہ نے آپ کے دل میں یہ بات ڈال دی۔''

آپ نے فرمایا: ''اب میں تمہارے سوال کا جواب دیتا ہوں کہ میں مرید کرنے میں کیوں زیادہ احتیاط سے کام نہیں لیتا اور اپنا اطمینان نہیں کرتا۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ میں علی سبیل التواتر سن رہا ہوں کہ بہت سے مرید ہونے والے معصیت سے تائب ہو جاتے ہیں، نماز باجماعت ادا کرنے لگتے ہیں اور ادائے نوافل میں مشغول ہو جاتے ہیں اگر میں بھی شروع ہی سے اس بات کی شرط کروں کہ ان میں ارادت کی حقیقت یعنی انقطاع کلی پایا جاتا ہے یا نہیں اور ان کو توبہ تبرک کا خرقہ (جو خرقہ ارادت کی جگہ پر ہے) نہ دوں تو وہ خیر کی اس مقدار سے بھی جو ان اللہ کے بندوں سے وجود میں آ رہی ہے، محروم ہو جائیں گے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ بغیر اس کے کہ میرے دل میں خیال آئے یا میں اس کی

Marfat.com

درخواست اور التماس کروں یا کوئی وسیلہ اور سفارش اختیار کروں۔ شیخ کامل و مکمل (شیخ کبیر خواجہ فریدالدین گنج شکر) نے مجھے بیعت لینے کی اجازت دی۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک مسلمان بڑی عاجزی و درماندگی اور بڑی مسکنت و بے چارگی کے ساتھ میرے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے تمام گناہوں سے توبہ کی' میں یہ سمجھ کر کہ شاید اس کی بات سچ ہو اس کی بیعت کر لیتا ہوں۔ خاص طور پر اس لیے کہ بہت سے معتبر لوگوں سے سنتا ہوں کہ بہت سے بیعت کرنے والے اس بیعت کی وجہ سے معاصی سے باز آجاتے ہیں۔

(بحوالہ سیر الاولیاء ص:۳۴۶ فارسی' ابوالحسن علی ندوی: تاریخ دعوت و عزیمت:۳:۱۳۹۔۱۴۱ طبع لکھنؤ ۱۹۶۳ء' تاریخ مشائخ چشت:۱:۳۷۶ تا ۳۷۸ طبع ادارہ ادبیات دِلی)

☆.....منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ دوپہر کے وقت حجرے میں سوئے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک درویش آیا اس وقت کوئی چیز موجود نہ تھی۔ اخی مبارک نے اس درویش کو خالی واپس کر دیا اسی دوپہر کو خواب میں سلطان المشائخ نے فریدالحق والدین کو دیکھا۔ آپ نے خدمت کرنی چاہی لیکن شیخ کبیر نے فرمایا کہ اگر گھر میں کچھ نہ ہو تو آنے والے کی حسن رعایت سے دل جوئی کرنی چاہیے' یہ کون ہے جو درویش کو خستہ دل واپس کرتا ہے جب آپ بے دار ہوئے تو اخی مبارک خادم کو بلا کر دریافت فرمایا: ''کیا یہاں کوئی آیا تھا؟''

جب تحقیق ہو گئی تو آپ خادم پر ناراض ہوئے اور فرمایا:

''آئندہ اگر کوئی آئے تو خواہ میں سویا ہوا ہوں' مجھے جگا دیا کرو۔''

(سیر الاولیاء (مترجم) ص:۱۱۵ ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء مرتبہ امیر خسرو)

☆.....سیر الاولیاء میں ہے: اکثر معمول تھا کہ جو لوگ باہر سے آتے وہ کوئی شرینی کا تحفہ خرید کر اپنے ساتھ لاتے تھے اور پیش کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ اسی ارادے سے آرہے تھے۔ ایک مولوی صاحب بھی ساتھ تھے اس نے سوچا کہ لوگ مختلف تحائف پیش کریں گے اور اکٹھا حضرت کے سامنے رکھیں گے۔ خادم سب کو اُٹھا کر لے جائے

Marfat.com

گا۔ کیا پتہ چلے گا کہ کون کیا لایا۔ انہوں نے تھوڑی سی مٹی راستے سے اُٹھا کر کاغذ میں باندھ لی جب سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہر ایک نے اپنی اپنی چیزیں لاکر سامنے رکھ دیں۔ مولوی صاحب نے بھی اپنی پڑیا سامنے رکھ دی۔ خادم وہ سب چیزیں اُٹھا کر لے جانے لگا۔ پڑیا کو بھی اُٹھانا چاہا۔ حضرت نے فرمایا:

''اس کو یہیں چھوڑ دو یہ میری آنکھ کا سرمہ ہے۔''

یہ اخلاق واعلیٰ ظرفی دیکھ کر ان عالم صاحب نے توبہ کی اور مرید ہو گئے۔

(تاریخ دعوت وعزیمت حصہ سوم ص: ۱۰۸۔۱۰۷)

اور مظلومہ کو اس کا حق مل گیا

اگرچہ یہ واقعہ پہلے بھی گزر چکا ہے لیکن اب ابن جوزی کے قلم سے بھی پڑھ لیں۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن ہیاج بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ اسلام کے نامور قاضی حضرت سیدنا شریک رحمۃ اللہ علیہ کمرۂ عدالت میں مسند قضا پر جلوہ فرما تھے' اتنے میں ایک عورت حاضرِ خدمت ہوئی اور اس طرح فریاد کی: ''میں پہلے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتی ہوں پھر قاضی کی' مجھ مظلومہ کو میرا حق دِلوایا جائے۔''

قاضی شریک رحمۃ اللہ علیہ اس عورت کی فریاد سن کر بے چین ہو گئے اور فرمایا: ''بلا جھجک بتاؤ' تم پر کس نے ظلم کیا ہے؟''

کہا: ''امیر موسیٰ بن عیسیٰ نے۔ دریائے فرات کے کنارے میرا کھجوروں کا ایک باغ ہے جو ہمیں وراثت میں ملا ہے' میں نے اپنے بھائیوں سے اپنا حصہ علیحدہ کر کے درمیان میں دیوار تعمیر کروادی اور ایک فارسی شخص کو اس کی نگہبانی کے لیے مقرر کر دیا۔ امیر موسیٰ بن عیسیٰ نے میرے بھائیوں سے ان کے حصہ کا تمام باغ خرید لیا پھر اس نے مجھے بھی اپنا حصہ بیچنے کو کہا اور خطیر (بہت) رقم کا لالچ دیا' میں نے اپنا حصہ بیچنے سے انکار

Marfat.com

کر دیا اس نے کل رات پانچ سو آدمی بھیج کر اس دیوار کو گروا دیا۔ میں نے صبح جا کر دیکھا تو دیوار بالکل ختم کر دی گئی تھی اور اب میرے اور میرے بھائیوں کے درختوں میں کوئی نشانی باقی نہ رہی۔ خدارا! مجھے انصاف دِلائیے۔"

اس مظلومہ کی فریاد سن کر وہ عظیم قاضی بے تاب ہو گیا اور خادم کو حکم فرمایا: "مٹی اور مہر لاؤ۔"

پھر مہر لگا کر حکم نامہ اس عورت کے سپرد کر دیا اور کہا: "تم امیر موسیٰ بن عیسیٰ کے پاس جاؤ اور یہ حکم نامہ دے کر کہو: "قاضی صاحب کی عدالت میں حاضر ہو جاؤ۔"

چنانچہ وہ عورت حکم نامہ لے کر موسیٰ بن عیسیٰ کی رہائش گاہ پر پہنچی اور اس کے دربان کو قاضی صاحب کا پیغام دیا۔ دربان حکم نامہ لے کر موسیٰ بن عیسیٰ کے پاس گیا اور کہا: "آپ کے خلاف قاضی شریک کی عدالت میں دعویٰ کیا جا چکا ہے' آپ کو عدالت میں طلب کیا گیا ہے۔ یہ دیکھیے! قاضی صاحب کی طرف سے مہر شدہ حکم نامہ آیا ہے۔"

موسیٰ بن عیسیٰ نے دربان سے کہا: "جاؤ اور شہر کے پولیس آفیسر کو ہمارے پاس بلا لاؤ۔"

جب پولیس افسر آیا تو کہا: "تم قاضی شریک کے پاس جاؤ اور کہو کہ تم سے زیادہ عجیب معاملہ میں نے کسی کا نہیں دیکھا۔ ایک عورت نے مجھ پر ناحق دعویٰ کیا اور تم اس کے دعوے پر مجھے عدالت میں طلب کر کے اس کی مدد کر رہے ہو۔"

پولیس افسر نے ڈرتے ہوئے کہا: "حضور! مجھے اس معاملے سے دُور ہی رکھیں تو بہتر ہوگا۔" امیر نے غضب ناک ہو کر کہا: "جاؤ اور ہمارے حکم پر عمل کرو۔"

مجبوراً اسے جانا ہی پڑا۔ جاتے ہوئے اس نے اپنے غلاموں سے کہہ دیا کہ میرے لیے جیل میں بستر وغیرہ کا انتظام کر دو۔ آج میں ضرور جیل بھیج دیا جاؤں گا۔ پولیس افسر کو معلوم تھا کہ اسلام کا یہ انصاف پسند قاضی ایک مجرم کا پیغام لانے پر مجھے ضرور قید میں ڈال دے گا جب پولیس افسر نے قاضی شریک رحمۃ اللہ علیہ کو امیر موسیٰ بن عیسیٰ کا پیغام دیا تو قاضی

Marfat.com

صاحب نے سپاہی کو حکم دیا: ''اسے گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دو۔''

افسر نے کہا: ''خدا کی قسم! مجھے معلوم تھا کہ آپ ایسا ہی کریں گے اس لیے جیل میں جانے کے لیے پہلے ہی انتظام کر کے آیا ہوں۔''

جب امیر موسیٰ بن عیسیٰ کو اپنے پولیس افسر کی گرفتاری کی خبر پہنچی تو اس نے دربان کو بلا کر قاضی صاحب کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا: ''آپ نے ہمارے قاصد کو گرفتار کر لیا اس نے تو صرف پیغام پہنچایا تھا اس کا قصور کیا ہے؟''

پیغام پا کر قاضی صاحب نے حکم دیا: ''اسے بھی اس کے ساتھی کے پاس پہنچا دو۔''

چنانچہ اسے بھی قید کر لیا گیا۔ موسیٰ بن عیسیٰ کو اپنے دربانِ خاص کی گرفتاری کی اطلاع بھی پہنچ گئی اس نے عصر کی نماز کے بعد کوفہ کے بااثر اور نمایاں لوگوں کے گروہ جن میں قاضی صاحب کے دوست اسحاق بن صباح اشعثی بھی شامل تھے' کو پیغام بھیجا کہ جاؤ قاضی صاحب کو میرا اسلام کہنا اور انہیں آگاہ کر دینا کہ آپ نے میری بے عزتی کی ہے میں کوئی عام آدمی نہیں۔ کوفہ کے بااثر لوگوں کی یہ جماعت قاضی صاحب کے پاس آئی تو انہیں مسجد میں پایا۔ ان لوگوں نے سلام و آداب کے بعد امیر کا پیغام سنانا شروع کیا جیسے ہی ان کا کلام ختم ہوا فرمایا: ''کیا بات ہے کہ میں تمہیں ایک ایسے شخص کی طرف داری میں کلام کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جو حق پر نہیں''

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے باوازِ بلند فرمایا: ''کیا یہاں قبیلے کے جوان موجود ہیں؟ اگر ہوں تو جلدی سے آجائیں''

تھوڑی ہی دیر میں چند نوجوان آگئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ایک ایک کا ہاتھ پکڑو اور جیل پہنچا دو۔ خدا کی قسم! آج کی رات یہ لوگ جیل میں گزاریں گے۔''

کہا: ''کیا آپ سچ مچ ہمیں جیل بھجوا رہے ہیں؟''

فرمایا: ''ہاں! واقعی میں تمہیں جیل بھجوا رہا ہوں تا کہ آئندہ تم کسی ظالم کی طرف داری کرتے ہوئے اس کا پیغام نہ لاؤ۔''

Marfat.com

امیر موسیٰ بن عیسیٰ کو ان کی گرفتاری کی اطلاع ملی تو بہت غضب ناک ہوا اور خود جا کر جیل کا دروازہ کھولا اور سب کو رہا کر دیا۔ صبح جب انصاف پسند، جرأت مند قاضی کمرۂ عدالت میں جلوہ گر ہوا تو داروغۂ جیل نے گزشتہ رات کا تمام واقعہ کہہ سنایا۔ قاضی صاحب نے رجسٹر منگوا کر مہر لگائی اور تمام ریکارڈ گھر بھجوا کر غلام کو سواری لانے کا حکم دیا اور کہا:

''اب ہم کوفہ میں نہیں رہیں گے، خدا کی قسم! ہم نے امیر المومنین سے یہ عہدہ طلب نہیں کیا تھا بلکہ ہمیں تو مجبور کیا گیا تھا اور ہماری حفاظت و سرپرستی کی ذمہ داری لی گئی تھی اب کوفہ میں انصاف قائم کرنا مشکل ہو گیا ہے لہٰذا مجھے یہ عہدہ نہیں چاہیے۔''

یہ کہہ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کے اس پل کی طرف چل دیئے جو بغداد جاتا تھا جب موسیٰ بن عیسیٰ کو قاضی صاحب کے جانے کی اطلاع ملی تو وہ فوراً آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دوڑا اور اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتے ہوئے کہا: ''اے عبداللہ! رُک جائیں۔ خدارا! آپ بغداد نہ جائیں دیکھیں تو سہی کہ آپ نے اپنے ہی بھائیوں کو قید کر دیا تھا۔''

فرمایا: ''ہاں! جب انہوں نے ایک ایسے معاملے میں دخل اندازی کی جس کی انہیں اجازت نہ تھی تو میں نے انہیں قید کر دیا لیکن تم نے انہیں آزاد کر دیا جب تک وہ سب کے سب واپس جیل میں نہ بھیج دیئے جائیں میں ہرگز واپس نہیں جاؤں گا اور بغداد جا کر امیر المومنین کی طرف سے دی جانے والی اس ذمہ داری سے استعفیٰ دے دوں گا۔''

امیر موسیٰ بن عیسیٰ نے قاضی صاحب کا یہ پُرعزم فیصلہ سنا تو سپاہیوں کو حکم دیا کہ جن جن کو میں نے رہا کیا تھا ان سب کو واپس جیل بھیج دیا جائے۔ حکم پاتے ہی سپاہی شہر کی طرف چلے گئے لیکن قاضی صاحب اسی جگہ کھڑے رہے جب داروغۂ جیل نے آ کر اطلاع دی کہ ان تمام کو جیل میں بھیج دیا گیا ہے تب آپ وہاں سے واپس پلٹے۔

امیر موسیٰ بن عیسیٰ نے اپنے ایک غلام سے کہا:

''قاضی صاحب کی سواری کی لگام پکڑ کر آگے آگے چلو۔''

Marfat.com

چنانچہ وہاں موجود تمام لوگ اور امیر موسیٰ بن عیسیٰ قاضی صاحب کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ مسجد میں پہنچ کر قاضی صاحب نے مجلسِ قضا قائم کی امیر موسیٰ بن عیسیٰ کو مظلوم عورت کے برابر کھڑا کیا اور عورت سے فرمایا: ''جس پر تم نے دعویٰ کیا تھا وہ تمہارے سامنے موجود ہے۔''

امیر موسیٰ بن عیسیٰ نے کہا: ''اے انصاف پسند قاضی! اب میں خود حاضر ہوں لہٰذا میری وجہ سے قید کیے جانے والوں کو آزاد کیا جائے۔'' فرمایا: ''ہاں! اب انہیں آزاد کیا جاتا ہے۔''

یہ کہہ کر ان کی رہائی کا پروانہ جاری کر دیا اور فرمایا: ''اے موسیٰ بن عیسیٰ! اس عورت نے تم پر جو دعویٰ کیا ہے اس بارے میں کیا کہتے ہو؟'' کہا: ''یہ سچ کہتی ہے۔''

فرمایا: ''وہ تمام چیزیں جو اس سے لی گئی تھیں اسے واپس کی جائیں اور جو دیوار گرائی گئی تھی، اسے فوراً تعمیر کروایا جائے۔''

امیر نے کہا: ''ٹھیک ہے میں ابھی یہ کام کروا دیتا ہوں۔ کیا اس کے علاوہ بھی کوئی دعویٰ ہے؟'' قاضی صاحب نے اس عورت سے پوچھا: ''کیا تمہارا کوئی اور دعویٰ ہے؟''

کہا: ''ہاں! میرے فارسی خادم کا گھر بھی گرا دیا گیا ہے اور اس کا سامان بھی ٹوٹ پھوٹ گیا ہے۔'' امیر نے کہا: ''میں اس نقصان کا بھی ازالہ کیے دیتا ہوں۔''

قاضی صاحب نے پھر پوچھا: ''کیا کوئی اور دعویٰ باقی ہے؟''

عورت نے کہا: ''اب میرا کوئی دعویٰ باقی نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اچھی جزا عطا فرمائے۔'' پھر وہ عورت دعائیں دیتی ہوئی چلی گئی۔

اب حق ظاہر ہو گیا تھا اور مظلوم کو اس کا حق مل چکا تھا چنانچہ قاضی صاحب فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور امیر موسیٰ بن عیسیٰ کا ہاتھ تھام کر اپنی نشست پر بٹھایا خود اس کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کہا: ''اے امیر! اے موسیٰ بن عیسیٰ! السلام علیکم! شرعی فیصلہ ہو گیا ہے اب آپ امیر ہیں، میرے لائق کوئی حکم ہو تو ارشاد فرمائیں۔''

Marfat.com

امیر موسیٰ بن عیسیٰ نے ہنستے ہوئے کہا: ''اب آپ کو کیا حکم دوں؟''

پھر اسلام کے اس عظیم قاضی کی عدالت سے چلا گیا۔ (عیون الحکایات)

شہیدِ راہِ وفا

بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ ہارون رشید نے محمد بطال (بہادر) سے اس واقعہ عجیب و غریب ترکے بارے میں پوچھا جو بلاد روم میں ان کو پیش آیا تھا۔ محمد بطال نے جواب دیا کہ میں روم کی چراگاہوں میں سے ایک چراگاہ میں جا رہا تھا' ٹوپی میرے سر پر اور کتاب اللہ میری گردن میں تھی اور سر نیچے کیے ہوئے تھا کہ میں نے اپنے پیچھے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی اور میں اس کی طرف متوجہ ہوا۔ ناگاہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سوار ہتھیار بند ہے اور نیزہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ وہ مجھ سے قریب ہوا اور مجھے سلام کیا۔ میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اس نے مجھ سے کہا: ''کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جس کو بطال کہتے ہیں۔''

میں نے اس سے کہا: ''بطال تو میں ہی ہوں۔''

پس وہ اپنے گھوڑے سے اُترا اور مجھ سے معانقہ کیا اور میرے پاؤں چومے۔ میں نے اس سے کہا: ''تم یہ کیوں کرتے ہو؟''

اس نے کہا: ''میں اس لیے آیا ہوں کہ تمہاری خدمت کروں۔''

میں نے اس کو دعا دی چنانچہ ہم اسی حالت میں تھے کہ ناگاہ ہماری جانب چار سوار آتے دِکھائی دیئے۔ میرے ساتھی نے مجھ سے کہا:

''مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں ان کی طرف نکلوں۔''

میں نے اس سے کہا: ''ہاں! چنانچہ تھوڑی دیر تک وہ یا ہم ایک دوسرے کو دفع کرتے رہے اس کے بعد ان سواروں نے میرے ساتھی کو مار ڈالا پھر میری طرف متوجہ

Marfat.com

ہوئے اور مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے کہا: ''اگر تم لوگ مجھ سے لڑنا چاہتے ہو تو اتنی مہلت دو کہ میں اپنے ساتھی کے ہتھیاروں سے مسلح اور اس کے گھوڑے پر سوار ہو لوں۔''

ان سواروں نے کہا: ''تجھ کو اتنی مہلت ہے۔''

اس کے بعد میں نے ہتھیار پہنے اور گھوڑے پر سوار ہوا پھر میں نے کہا: ''تم چار ہو میں اکیلا ہوں۔ انصاف یہ ہے کہ میرے لیے تم میں سے ایک ایک شخص کو نکلنا چاہیے۔''

چنانچہ ان میں سے ایک آدمی نکلا یا امیر المومنین! میں نے اس کو مار ڈالا اس کے بعد دوسرا نکلا میں نے اس کو بھی قتل کیا پھر تیسرا آیا اس کو بھی میں نے مار ڈالا اس کے بعد چوتھا نکلا تو ہم نیزوں کے ساتھ ایک دوسرے کو ہٹاتے رہے یہاں تک کہ میرا نیزہ اور اس کا نیزہ دونوں ٹوٹ گئے پھر ہم اپنے گھوڑوں سے اُترے اور ہم دونوں نے اپنی اپنی ڈھال اور تلواریں لیں۔ چنانچہ ہم ایک دوسرے کو دفع کرتے رہے حتیٰ کہ میری ڈھال اور اس کی ڈھال دونوں ٹوٹ گئیں اور ہم دونوں کی تلواروں کے قبضے الگ الگ ہو گئے اور وہ ٹوٹ کر زمین پر گر پڑے پھر ہم نے باہم کشتی کی یہاں تک کہ ہم نے شام کر دی اور آفتاب ڈوب گیا' نہ وہ مجھ پر قادر ہوا اور نہ میں نے اس پر قابو پایا اس کے بعد میں نے اس سے کہا: ''اے شخص! میرے دین میں جو نماز فرض ہے وہ آج مجھ سے فوت ہو گئی۔'' اس نے کہا: ''میں بھی ایسا ہی ہوں۔''

وہ نصاریٰ کا پیشوا اور پادری تھا۔ میں نے کہا:

''کیا تم سے ہو سکتا ہے کہ تم واپس جاؤ حتیٰ کہ ہم اپنی فوت شدہ نمازیں قضا کریں اور رات میں آرام کریں جب صبح ہو تو اپنی لڑائی کی جانب واپس آئیں۔''

اس نے کہا: ''تیرے لیے اس کا اختیار ہے اس کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی اور اپنی نماز قضا کی۔ اس نے بھی جو کرنا تھا کیا جب سونے کا وقت ہوا تو اس نے مجھ سے کہا: ''تم گروہ عرب سے ہو' تم میں بے وفائی ہے' میرے کانوں میں دو جھانجھ (ایک قسم کا زیور ہے جو حرکت کرنے سے بجتا ہے) ہیں ان میں سے ایک جھانجھ کو اپنے

Marfat.com

کان میں لٹکا لو اور اپنا سر اس پر رکھو اگر تم حرکت کرو گے تو تمہارا جھانجھ بجے گا اور میں جاگ جاؤں گا۔''

میں اس پر راضی ہو گیا۔ چنانچہ ہم اسی حالت پر سوئے اور رات گزاری جب صبح ہوئی تو میں نے اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی اور اپنی فرض نماز ادا کی اور اس کے بعد ہم کشتی لڑے اور میں نے اس کو پچھاڑا اور اس کے سینہ پر بیٹھنا چاہا کہ اس کو ذبح کر دوں۔ اس نے کہا: ''اس مرتبہ مجھے معاف کر دو۔''

میں نے چھوڑ دیا پھر ہم دوسری مرتبہ کشتی لڑے' میرا پاؤں پھسل گیا اور اس نے مجھے پچھاڑ دیا' وہ میرے سینے پر چڑھ بیٹھا اور مجھے ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ پس میں نے کہا: ''میں نے تم کو معاف کیا ہے' کیا تم مجھے معاف نہ کرو گے؟''

اس نے مجھے چھوڑ دیا اس کے بعد ہم تیسری مرتبہ لڑے اور چونکہ میرا دل ٹوٹ چکا تھا اس لیے اس نے مجھے اس مرتبہ بھی پچھاڑ دیا اس اور میرے سینہ پر بیٹھ کر مجھے ذبح کرنا چاہا۔ پس میں نے اس سے کہا: ''ایک مرتبہ ایک مرتبہ کے بدلے تھا اب تم اس مرتبہ سے مجھ پر احسان کرو۔'' اس نے کہا: ''تیرے واسطے یہ بھی منظور ہے۔''

پھر ہم نے چوتھی بار کشتی کی لیکن اس نے اس مرتبہ بھی مجھے گرا دیا اور کہا: ''میں نے اب پہچانا کہ تو بطال ہے' میں تجھ کو ضرور ذبح کروں گا اور زمین روم سے تجھ کو آرام دوں گا۔''

میں نے کہا: ''اگر میرے رب نے چاہا تو تو ہرگز مجھے قتل نہیں کر سکتا۔''

اس نے کہا: ''اپنے رب سے کہو کہ وہ مجھے روکے۔''

اور اس نے خنجر اُٹھایا تا کہ مجھے ذبح کرے۔ پس یا امیر المومنین میرا مقتول ساتھی کھڑا ہوا اور تلوار اُٹھا کر اس کا سر اُڑا دیا اور یہ آیہ کریمہ پڑھی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط الآیہ .

''جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو تم مردہ نہ خیال کرو تا آخر۔''

(انوار محبوبی ترجمہ نوادر القلیوبی)

امام حسن بصری کا کلمۂ حق

عمر بن ہبیرہ جب یزید بن عبدالملک بادشاہ دمشق کی طرف سے عراق وخراسان کا گورنر بن کر آیا تو اس نے خواجہ حسن بصری وامام محمد بن سیرین' امام شعبی کو اپنے دربار میں طلب کیا اور ان علمائے حق کے سامنے یہ تقریر کی کہ یزید بن عبدالملک کو خداوندِ عالم نے اپنے بندوں پر خلیفہ مقرر فرمایا ہے اور مجھ کو خلیفہ کی طرف سے گورنری کا عہدہ ملا ہے لہٰذا مجھے خلیفہ کی طرف سے جو حکم ملتا ہے میں بلاچون و چرا اس کی تعمیل کرتا ہوں اس بارے میں آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟ گورنر کی اس پولیٹیکل گفتگو کا خواجہ حسن بصری نے جو صاف اور سچا جواب دیا ہے' وہ انتہائی عبرت انگیز ہے۔ آپ۔ ارشاد فرمایا: ''اے ابن ہبیرہ تو یزید بن عبدالملک کے بارے میں خدا سے ڈر اور خدا کے بارے میں ہرگز ہرگز یزید بن عبدالملک کا خوف مت کر کیونکہ خداوند تعالیٰ تجھ کو دونوں جہان میں یزید بن عبدالملک کے شر سے بچا سکتا ہے مگر یزید بن عبدالملک خدا کے قہر وعذاب سے تجھ کو ہرگز ہرگز نہیں بچا سکتا ہے۔ یاد رکھ وہ قہار و جبار عنقریب تیرے پاس ملک الموت کو بھیجے گا جو تجھ کو تیرے وسیع گورنمنٹ ہاؤس اور شان دار تخت سے یک لخت اندھیری اور تنگ قبر میں پہنچا دے گا۔ وہاں تجھ کو بجز تیرے اعمال کے کوئی کام آنے والا نہیں ہے لہٰذا تو خدا کے فرمان کے خلاف کسی بادشاہ کے حکم سے جسارت مت کر کیونکہ خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی فرماں برداری ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔'' حسن بصری کی اس ولولہ انگیز اور ہدایت افروز تقریر کو سن کر گورنر ایک عالمِ ربانی کی مجاہدانہ جرأت پر محو حیرت ہو کر خاموش ہو گیا اور تینوں علمائے حق دربار سے اُٹھ کر اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

(ابن خلکان ج ۱ ص ۱۲۸)

Marfat.com

مٹی کا اثر

ایک صاحب کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ سفر کے دوران راستہ بھٹک گیا' چلتے چلتے بیابان میں مجھے ایک گھر نظر آیا' میں اس گھر کے پاس پہنچا تو ایک اعرابیہ (دیہاتی خاتون) گھر کے اندر تھی اس نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا: ''تم کون ہو؟'' میں نے جواب دیا: ''مہمان!''

اعرابیہ نے میرے لیے کھانا حاضر کیا اور میں نے کھانا تناول کیا ابھی میں پانی پی رہا تھا کہ اتنے میں اس کا شوہر آیا اور پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' عورت نے جواب دیا: ''مہمان''

شوہر نے کہا: لا أهلا ولا مرحبا۔ ''مہمان کا آنا' نامبارک ہو''

ہمیں مہمان کی مہمان نوازی سے کیا واسطہ؟ میں نے جب اعرابیہ کے شوہر کی یہ بات سنی تو اسی وقت اپنا راستہ لیا اور چل پڑا۔ دوسرے دن بیابان ہی میں ایک جگہ دوسرا گھر نظر آیا۔ میں نے اس گھر کا رُخ کیا' گھر کے دروازے پر پہنچا تو وہاں ایک اعرابیہ تھی اس نے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' میں نے جواب دیا: ''مہمان'' اس نے کہا: ''أهلا ولا مرحبا بالضيف۔

''مہمان کے لیے کوئی گنجائش نہیں اس کی آمد' نامبارک ہو۔''

اتنے میں اس کا شوہر آن پہنچا جب اس نے مجھے دیکھا تو پوچھا:

''یہ کون ہے؟'' عورت نے جواب دیا: ''مہمان ہے۔''

اس نے بڑے پرتپاک انداز میں میرا استقبال کیا اور گویا ہوا:

مرحبا وأهلا بالضيف۔ ''مہمان کا آنا مبارک ہو' یہ اپنا ہی گھر سمجھ۔''

پھر اس نے میرے لیے عمدہ اور لذیذ کھانا حاضر کیا اور میں نے مزے سے تناول

Marfat.com

کیا۔ مجھے گزشتہ کل کا واقعہ یاد آ گیا تو یکا یک میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ چھا گئی۔ میزبان نے دریافت کیا: ''کیوں مسکرا رہے ہو؟'' میں نے جواباً گزشتہ کل کا قصہ اس کے گوش گزار کیا اور جو کچھ اعرابیہ اور اس کے شوہر کی گفتگو سنی تھی، وہ بتائی۔

میزبان نے مجھ سے کہا: ''بھئی! تعجب مت کرو جس عورت کو کل تم نے دیکھا تھا، وہ میری بہن تھی اور اس کا شوہر میری اس بیوی کا بھائی ہے اس لیے فطری اعتبار سے یہ دونوں ایک ہی مٹی سے بنے ہیں۔'' (سنہرے اوراق)

مشائخ چشت اہلِ بہشت اور مخلوق کی دل جوئی

آپ (حضرت محبوب الٰہی) نے شیخ عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''اگر کوئی شخص ان کے پاس آتا اور کھوٹا درہم دے کر جو کچھ ان کے پاس پکا ہوتا اسے خریدنا چاہتا تو وہ اس سے درہم لے لیتے اگرچہ انہیں پتہ ہوتا تھا کہ درہم کھوٹا ہے لیکن وہ خریدار کے منہ پر کچھ نہ کہتے۔ نیز جو کھرا درہم لاتا اسے بھی اسی طرح پورا سالن دیتے حتیٰ کہ لوگوں کو گمان ہونے لگا کہ یہ کھوٹے اور کھرے سکے میں امتیاز ہی نہیں کر سکتے چنانچہ بہت سے لوگ آتے اور انہیں کھوٹے درہم دیتے۔ جنہیں وہ کھرا سمجھ کر لے لیتے مگر ان پر ظاہر نہ کرتے اور انہیں سالن دے دیتے جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے اپنا منہ آسمان کی طرف کیا اور کہا: ''اے خداوند تعالیٰ! تو دوسروں سے زیادہ آگاہ ہے کہ لوگ مجھے کھوٹے درہم دیتے تھے اور میں انہیں کھرا سمجھ کر قبول کر لیتا اور ان کو رد نہ کرتا تھا اگر مجھ سے بھی کھوٹی عبادت عمل میں آئی ہے تو تو اسے اپنی عنایت سے قبول فرما لینا اور اس کو رد نہ کرنا۔'' (فوائد الفواد ص: ۹۷۔۹۸)

☆.....میر خیر الدین اور میر شفیع الدین دونوں صالح اور متقی ہیں، نہایت عزت دار اور فن سپہ گری میں ماہر۔ رات دن مولانا خواجہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

حاضر رہتے ہیں اور ان سے خاص خدمتیں متعلق ہیں۔ حضرت اگر کہیں تشریف لے جاتے تو کسی کو بہت کم ساتھ لے جاتے مگر یہ دونوں ہمیشہ ساتھ رہتے اور دعوت کے متعلق حضرت کا یہ اصول تھا کہ جو کوئی آپ کو تنہا بلاتا تو آپ اکیلے تشریف لے جاتے اور اگر ساتھیوں کی تعداد مقرر کر دیتا تو اتنی تعداد مقرر کرتا آپ اتنے ہی آدمیوں کو ساتھ لے جاتے یا راستے میں لوگوں سے فرما دیتے: ''تم جاؤ مجھے فلاں جگہ تنہا جانا ہے۔''

یا دو ہی صاحب ساتھ جاتے اور دعوت کھانے کے لیے جانے کو دل سے بُرا جانتے تھے۔ تاہم جب کوئی ایسی درخواست کرتا تو قبول فرما لیتے اور بلانے والے کی خواہش کو اپنی خواہش پر مقدم رکھتے اور ہر معاملے میں مولانا (خواجہ صاحب) کا یہی طریقہ تھا مگر جہاں تکلف نہ ہوتا وہاں بخوشی تشریف لے جاتے اور ذوق شوق سے بیٹھتے۔ شادی میں بھی برابر شرکت فرماتے' شادی میں طلبی پر اور غمی میں بغیر بلائے تعزیت کے لیے جاتے اور اپنے ملنے والوں کی جنازے کی نماز کو کبھی فراموش نہ فرماتے اگر ملنے والوں میں ایسا کوئی انتقال کرتا جس کے مکان پر کوئی نہ ہوتا تو اس کی قبر پر جا کر فاتحہ پڑھ کر آتے جس سے صرف سلام دعا ہوتی اس کے ساتھ بھی حضرت مولانا کا یہی عمل ہوتا اور یہ ہم لوگوں کی تربیت کے لیے ہوتا اور اگر ملنے والوں میں کوئی غریب و محتاج ہوتا اور اس کے یہاں شادی ہوتی یا غمی تو اس کی دل جوئی کے لیے بار بار تشریف لے جاتے اور احباب سے فرماتے کہ اس غریب کی دل جوئی کے لیے ضرور جانا چاہیے اور جن لوگوں سے ربط ضبط ہوتا وہاں جانے کے لیے اصرار فرماتے تاکہ اس کا غمگین دل کچھ بہل جائے' مطمئن ہو جائے آخر وہ خوش ہو جاتا۔

(فخر الطالبین ملفوظات شاہ فخر الدین دہلوی مرتبہ سید نور الدین حسین ص: ۵۲۔۵۳)

غریب نوازی و توسل پروری

غریب نوازی اور توسل پروری ایسی تھی کہ حاضر و غائب سب کی حالت پر نظر رہتی جو لوگ عادت کے موافق آتے جاتے اگر ان کو کبھی دیر ہو جاتی تو خود ان کے لیے کوئی نہ

Marfat.com

کوئی انتظام کر دیتے۔ پیر محمد سرکاری خاک روب تھے' انہیں دو دن گزر گئے نہیں آسکا تو خود یا کسی دوسرے کو معلوم کرنے کے لیے بھیج دیا اور فرمایا کہ دو دن سے یہاں پیر محمد نظر نہیں آئے' خیر تو ہے کیا بات ہے؟ معلوم ہوا بیمار ہے اسی وقت اُٹھے اور اس کے مکان پر گئے' بہت مہربانی سے پیش آئے۔ حال دریافت کر کے کچھ نقد رقم اس کو مرحمت فرمائی اور سید احمد سے کہا کہ سرکاری دواخانہ سے دوا آنا چاہیے اور کہا کہ سرکاری طبیب میر حسین صاحب سے ان کا باضابطہ علاج کرایا جائے پھر اس طرح عیادت فرمائی۔ میاں پیر محمد تم دو دن سے نہیں آئے' تمہاری خیریت دریافت کرنے میں تاخیر ہوگئی' معاف کرنا۔ اتنے بڑے بزرگ ہو کر یہ اخلاق برتنا آپ ہی کے شایانِ شان ہے۔

شاہ فخر الدین دہلوی غریبوں کی دعوت ہمیشہ قبول فرما لیتے اور تشریف لے جاتے۔ اتفاق سے اگر دن میں کئی جگہ دعوت ہوتی اور مکان دُور ہوتا تو کھانے کی رغبت چاہے ہوتی یا نہ ہوتی مگر ضرور جاتے یعنی کسی کی دل شکنی نہ فرماتے اخلاقاً کم سے کم دو ہی لقمے کھا لیتے جس سے کھانے میں برکت ہو جاتی۔ اخلاق کی ان ہی بلندیوں کو دیکھ کر مناقب فخریہ کا مصنف بے اختیار پکار اُٹھتا ہے۔

بہ دہلی مظہر ماہ حجازی
تو گوئی نائب شاہ حجازی

(۱) مناقب فخریہ مؤلفہ غازی الدین خان نظام ص:۲۳۶' وص:۲۳۹' مناقب فخریہ (فارسی) ص:۱۹)

دین را بہ دنیا مفروش

حضرت قبلہ قدس سرہ (شاہ سلیمان تونسوی) نے فرمایا:

''حضرت اورنگ آبادی قدس سرہ کی خانقاہ مبارک کے دس دروازے تھے' ہر دروازہ پر دو منشی بیٹھے رہتے تھے جو حاجت مند آتا اس کی حاجت کو لکھ کر اسے دیتے۔ نیز فرمایا کہ حضرت اورنگ آبادی قدس سرہ کی دو مہریں تھیں ایک مہر کا سجع مبارک یہ تھا: ذکر مولیٰ از

ہمہ اولیٰ

اور دوسری مہر کا سجع مبارک یہ تھا

اے نظام در رعایت دلہا بکوش
دین را بہ دنیا مفروش

فرمایا کہ محبوب الٰہی قدس سرہ نے فرمایا: ''مجھے واقعہ میں یہ شعر دیا گیا ہے ؎

مے کوش کہ راحتے بجانے برسد
یادست شکستہ بنانے برسد

زائرین کے ساتھ حسنِ سلوک

شیخ نظام الدین اورنگ آبادی لوگوں کی دل گیری کو اپنا اوّلین فرض تصور کرتے تھے۔ ہر شخص سے خواہ آشنا ہو یا بے گانہ ایک ہی طریقہ سے ملتے تھے۔ لکھا ہے ہر شخص کی تعظیم کے لیے وہ سروقد کھڑے ہو جاتے تھے اور اس کی تعظیم بجالاتے تھے۔ حد یہ ہے کہ چار سال کے بچے کے ساتھ بھی وہی طریقہ اختیار کرتے تھے جو ستر سال کے بوڑھے یا اکابر و فضلاء کے لیے اختیار کیا کرتے تھے۔

ہر آنے والے کو کچھ نہ کچھ ضرور کھلاتے اگر کچھ نہ ہوتا تو عطر ہی عنایت فرما دیتے تھے جب تک لوگ ان کے پاس رہتے وہ دوزانوں بیٹھے رہتے چار زانوں بیٹھے ہوئے ان کو کسی شخص نے نہیں دیکھا جب کوئی کتاب مجلس میں پڑھی جاتی تھی تو حکم ہوتا تھا کہ سب حاضرین بالکل خاموش بیٹھیں۔ دل گیری کو انہوں نے مقصد حیات بنالیا تھا۔ کسی شخص کو رنجیدہ کرنا یا اس کے جذبات کو ٹھیس لگانا انہیں نہیں آتا تھا:

(۱) نافع السالکین ملفوظات خواجہ سلیمان تونسوی مترجم ص: ۲۲۰

(۲) تاریخ مشائخ چشت ج: ۵، ص: ۱۶۸۔۱۶۹ (بحوالہ تکملہ سیر الاولیاء)

☆..... ایک فقیر صاحب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے، حسبِ معمول حاضر ہوئے اور اپنے کمالات کا اظہار کرنے لگے۔ آخر کار یہاں تک کہہ

Marfat.com

دیا:

''میں توجہ کے شغل سے بہت واقف ہوں اور میری توجہ میں بڑی تاثیر ہے اگر نسبت کا ذوق ہے تو مجھ سے تربیت حاصل کرلو اور میں تمہارے لیے کبھی دریغ نہ کروں گا۔''

چونکہ اخلاق حضرت کا شیوہ تھا اس لیے اس کے سامنے مؤدب ہو کر بیٹھ گئے اور اس نے توجہ دینا شروع کر دی۔ آپ کے دوستوں کو یہ بات بہت ناگوار تھی' روزانہ یہی ہوتا تھا لیکن حضرت صاحب کی وجہ سے لوگ کچھ کہہ سکتے تھے یہاں تک کہ اسی طرح دو سال گزر گئے اس بے وقوف کو خوش کرنے کے لیے حضرت صاحب اپنی عادت میں فرق نہ لائے۔ ادب سے اس کے سامنے بیٹھے رہتے اور وہ فقیر صاحب انتہائی مسرت وفخر سے جگہ جگہ کہتے پھرتے کہ فلاں بزرگ مجھ سے توجہ لیتے ہیں اور اچھی گزار رہے ہیں۔

اتنے میں میاں عبدالقادر سفر سے واپس آ گئے اور حضرت صاحب کی خدمت میں کچھ روز رہے جو لوگ اس بے وقوف کی حرکت سے ناخوش تھے انہوں نے سب قصہ عبدالقادر صاحب سے کہہ دیا کہ یہاں ایک صاحب آتے ہیں اور حضرت صاحب کو توجہ دیا کرتے ہیں اسی میں دو سال گزر گئے ہیں۔ حضرت صاحب بھی اس کے سامنے ادب سے بیٹھے رہتے ہیں اور ان توجہ دینے والے صاحب نے سب جگہ یہ مشہور کر رکھا ہے۔ عبدالقادر صاحب نے کہا: ''ذرا مجھے ان کا پتہ بتاؤ۔'' جب دوسرے دن حسبِ معمول وہ صاحب آئے' دوستوں نے چپکے سے میاں عبدالقادر سے کہا: ''یہی وہ صاحب ہیں۔''

میاں عبدالقادر خانقاہ کے دروازے میں کھڑے ہوئے تھے جیسے ہی انہوں نے اس کو دیکھا وہ صاحب یک دَم گھوڑے سے گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔ میاں عبدالقادر صاحب چلے آئے اور حضرت صاحب کو خبر کی کہ جو صاحب توجہ دینے آیا کرتے تھے' آج گھوڑے سے گر پڑے اور بے ہوش ہوئے ہیں۔ حضرت صاحب نے دریافت کیا: ''آخر ان کو کیا ہوا؟''

Marfat.com

لوگ ان کو اُٹھا لائے۔ آخر معلوم ہوا کہ میاں عبدالقادر کا یہ سارا کرشمہ ہے۔ حضرت صاحب بہت ناراض ہوئے اس واقعہ کے بعد ان فقیر صاحب کو بڑی شرمندگی ہوئی چپکے سے چلے گئے کچھ دن بعد حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خطاؤں کی معافی چاہی۔ حضرت صاحب نے فرمایا: ''نہیں! نہیں کوئی بات نہیں! آپ کی ذات سے مجھے جو عقیدت تھی اب بھی وہی ہے۔''

اس کے بعد میاں عبدالقادر کا قصور بھی معاف ہو گیا مگر حضرت صاحب نے فرمایا: ''کسی کی دل شکنی کیوں کی جائے اگر میں تھوڑے دن اس طرح ان کے سامنے بیٹھ گیا تو اس میں کیا حرج ہوا۔''

(فخر الطالبین۔ ملفوظات شاہ فخر دہلوی ص: ۱۲۳۔۱۲۴ طبع کراچی)

دل بدست آور کہ حج اکبر است

کسی بندۂ خدا کا دل توڑنا آپ کے مشرب میں گناہ تھا۔ صوفیہ صافیہ کا قدیم زمانہ سے شیخ سعدی کے اس مقولہ پر عمل رہا: ''آزردن دل دوستاں جہل است و کفارہ یمین سہل'' (دوستوں کے دل کو دُکھانا جہالت ہے اور قسم کا کفارہ ادا کر دینا آسان ہے)

ایک مرتبہ آپ (شیخ شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمہ) نفلی روزہ رکھے ہوئے تھے' ایک شخص بڑے اہتمام اور عقیدت و محبت سے آپ کی خدمت میں ایک تحفہ لایا اور کہا:

''میں بڑے شوق سے آپ کی خدمت میں لایا ہوں کہ آپ تناول فرمائیں۔''

آپ نے اسی وقت تناول فرما لیا اور فرمایا: ''روزہ توڑنے کی قضا ہے لیکن دل توڑنے کی قضا نہیں۔'' (ابوالحسن علی ندوی: تاریخ دعوت و عزیمت: ۳: ۲۱۴ طبع لکھنؤ ۱۹۶۳ء)

یہی تو خوبی کی باتیں ہیں

عام اور خاص سب سے آپ (حضرت خواجہ محمد دین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ) اس طرح ملتے اور مہربانی سے پیش آتے کہ ہر ایک بجائے خود یہ سمجھتا تھا کہ مجھ جیسی محبت آپ کی اور

Marfat.com

سے نہیں ہوگی۔ وعدہ کی پابندی بہت تھی۔ ایک بار زبان مبارک سے اقرار کر لیں پھر خلاف نہیں ہوتا تھا۔ ہر کس و ناکس سے کچھ نہ کچھ سلوک ضرور کرتے۔ عجب ہی تو ہے کہ بیماری ہو ضعف ہو ناتوانی ہو آنے جانے والوں کے ساتھ اُٹھ اُٹھ کر بغل گیر ہوتے کئی دفعہ تو میں نے بھی دیکھا ہے کہ کان کا درد ہے اور کمزوری انتہا کی مگر ادھر کوئی آیا اور ادھر مہر خان کو ارشاد ہوا کہ مجھے اُٹھا کر بٹھاؤ۔ دل شکنی جہاں تک ممکن تھا کسی کی گوارا نہ تھی۔ بعض اوقات اس قدر ہجوم ہوتا تھا کہ بات کرنی مشکل ہو رہی ہے اور لوگ دعا کے خواست گار ہیں۔ ایک ایک گھنٹہ میں برابر تمام دن پچاس پچاس بار ہاتھ اُٹھا کر دعا کر رہے ہیں اور شکستہ دِلوں کو تسلی دے رہے ہیں۔ خدا رحم کرے اور آسان کرے سائیں فضل کرے وغیرہ۔ غرضیکہ اس قدر وسیع اخلاق آپ کی ذات ستودہ صفات میں موجود تھے کہ دشمن اور بدخواہ کی نظر بھی خوبیوں ہی پر پڑتی۔ ایک دفعہ کسی نے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی کی خدمتِ اقدس میں آپ کی شکایات لکھیں: ''میاں محمد الدین سیالوی صاحب میں چند ایسے عیوب پائے جاتے ہیں جو لائق سجادہ نشینوں کے نہیں۔ آپ ان کو تنبیہہ کریں۔ اوّل یہ کہ جب کبھی گاؤں میں یا اس علاقہ میں کوئی شخص مر جاتا ہے تو وہ خود تعزیت یا فاتحہ کے واسطے چلے جاتے ہیں اس میں ایک طرح کی ہتک ہے۔ دوسرے یہ صاحب اپنے والد کے خلیفہ کی قبر کو بوسہ دیتے ہیں' یہ اچھا نہیں۔ اپنے گھر کے غلام کی قبر کی ایسی عزت نہیں کرنا چاہیے اس میں اپنی کسر شان ہوتی ہے۔''

حضرت خواجہ بلند شان نے اس کاغذ کی دوسری طرف اس گم نام خط کا یہ جواب لکھ کر:

''میاں! خدا تجھے ہدایت دے یہ جو تو بُرائی سمجھتا ہے یہی تو وہ خوبی ہے جو ہر ایک مسلمان میں ہونی چاہیے۔''

حضرت صاحب کے پاس سیال شریف (ضلع سرگودھا' پاکستان) بھیج دیا اور ارشاد فرمایا: ''کاتب کا پتہ لگا کر اسے میرا جواب پہنچا دیا جائے۔''

Marfat.com

حضرت کو رِقت ہوگئی اور فرمانے لگے: ''خدا بھلا کرے میرے اور عیوب حضور میں لکھتا تا کہ آپ توجہ فرماتے کچھ مدت بعد آپ کو لکھنے والے کا پتہ چل گیا لیکن آپ نے اسے جتایا نہیں۔'' (محبوب سیال' مرتبہ غلام دستگیر خان بے خود ص: ۷۳۔۷۴)

بپاس خاطر و دلداری

☆.....صوفی محمد صادق صاحب اگرچہ دنیوی لحاظ سے شکستہ حال تھے مگر محبت و رابطۂ شیخ کی دولت سے مالا مال تھے' ان کے گھر سونے کی دو بالیاں تھیں۔ خیال آیا کہ حضرت اقدس (مولانا محمد عبداللہ خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی) کی صاحب زادی کی شادی کے وقت نامعلوم میرے پاس کوئی چیز موجود ہو یا نہ ہو اس لیے یہ بالیاں ہی آپ کی خدمت میں پیش کر دینی چاہئیں۔ چنانچہ انہوں نے خانقاہ شریف حاضر ہو کر یہ ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت اقدس نے بپاس دل داری قبول کر لیا مگر گھر جا کر اہلیہ محترمہ سے فرمایا: ''یہ بالیاں ہمارے ایک مسکین ساتھی محمد صادق کی امانت ہیں' انہیں محفوظ رکھیں۔ کسی موزوں وقت پر انہیں لوٹانا ہے۔''

حضرت اقدس کی وفات حسرت آیات کے بعد حسب ارشاد حضرت مائی صاحبہ نے صوفی صاحب کی وہ امانت ان کے حوالہ کر دی اب صوفی صاحب کو معلوم ہوا کہ حضرت کا اس وقت قبول فرما لینا محض دل داری کے لیے تھا وگرنہ آپ مال و دولت دنیا کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہ کرتے تھے۔

درویش را کہ کنج قناعت مسلم است
درویش نام دارد و سلطان عالم است

(تحفہ سعدیہ قدوۃ السالکین حضرت ابوالسعید احمد خان نقشبندی خانقاہ سراجیہ کندیاں کے احوال طیبہ و اقوال ترکہ) مؤلفہ مرزا نذیر عرشی ص: ۳۱۰ مطبوعہ ادارہ سعدیہ مجددیہ لاہور ۱۹۷۳ء)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ

• ایک روز ظہر کے بعد احقر (مولانا تھانوی) رباط سے (جس میں مقیم تھا اور حضرت

صاحب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ کے دولت خانہ سے تھوڑے فاصلہ پر ہے) نکلا تو دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ رباط کی طرف تنہا تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے دوڑ کر استقبال کیا اور وجہ تکلیف فرمانے کی دریافت کی۔ ارشاد فرمایا: ''بھائی تم لوگ اللہ کے واسطے ہر روز میرے پاس آنے کی تکلیف اُٹھاتے ہو، مجھ کو ایک بار بھی تم لوگوں کے پاس قصد کر کے نہ آنا چاہیے؟''

مجھ کو حضرت صاحب کی وسعت اخلاق سے کمال تاثر ہوا۔ غرض رباط میں تشریف لا کر نیچے کے درجے میں بیٹھ گئے اور سب اوپر کے درجوں کے لوگ اتر اتر کر حضرت صاحب کے پاس جمع ہو گئے۔ میں اپنے دل میں یہی سمجھتا تھا کہ بس یہاں ہی سے دولت خانہ واپس تشریف لے جائیں گے لیکن تھوڑی دیر میں اُٹھ کر زینہ کی طرف چلے اور اوپر کے درجہ میں پہنچے۔ میں نے عرض کیا: ''کیا ضرورت ہے کہ تکلیف فرمائی جائے؟''

ارشاد فرمایا: ''بھائی! سب ہی کا حق ہے۔''

غرض یہ کہ اس کے سب درجوں میں جو کہ پانچ یا چھ تھے، تشریف لے گئے اور بوجہ کمال ضعف جسمانی کے نہایت تعجب ہوا لیکن محض سب کی دل داری کی غرض سے اس کا تحمل فرمایا۔

(کتاب کمالات امدادیہ از مولوی اشرف علی تھانوی ص: ۲۲۔۲۳ کمال نمبر ۳۲)

پانی پہ مصلیٰ

حضرت سیدنا حارث اولاسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ میں مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفاً وتکریماً سے شام کی طرف روانہ ہوا، دورانِ سفر ایک قافلہ نظر آیا میں قریب گیا تو سب لوگ کسی بات پر گفتگو کر رہے تھے۔ میں نے

سلام کیا اور کہا: ''میں بھی آپ کے ہمراہ سفر کرنا چاہتا ہوں' کیا آپ مجھے اپنے ساتھ رکھنے کو تیار ہیں؟'' کہا: ''جیسے تمہاری مرضی۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔''

چنانچہ میں بھی اس قافلے میں شامل ہو گیا۔ مسافر اپنی اپنی مطلوبہ منزل پر ٹھہرتے رہے آخر میں میرے ساتھ صرف ایک شخص بچا اس نے مجھ سے پوچھا: ''اے جوان! کہاں کا ارادہ ہے؟'' میں نے کہا: ''ملکِ شام میں ''کوہِ لکام'' میری منزل ہے وہاں حضرت سیدنا ابراہیم بن سعد علوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے جا رہا ہوں۔''

میرا وہ رفیق چند دن میرے ساتھ رہا پھر مجھ سے جدا ہو گیا۔ میں اکیلا ہی سفر کرتا ہوا ''اولاس'' پہنچا اور سمندر کی جانب چلا گیا وہاں کا منظر ہی عجیب تھا۔ ایک شخص سمندر کی لہروں پر اتنے سکون سے نماز پڑھ رہا تھا گویا زمین پر ہے۔ یہ عجیب و غریب منظر دیکھ کر مجھ پر ہیبت طاری ہونے لگی جب اس نے محسوس کیا کہ کوئی مجھے دیکھ رہا ہے تو نماز کو مختصر کر کے میری طرف متوجہ ہوا۔ میں نے دیکھا تو فوراً انہیں پہچان لیا۔ وہ حضرت سیدنا ابراہیم بن سعد علوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا: ''ابھی تم یہاں سے چلے جاؤ تین دن بعد آنا۔''

میں فوراً واپس چلا آیا اور حسبِ ارشاد تین دن بعد دوبارہ ساحلِ سمندر پر پہنچا تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میرے قدموں کی آہٹ سن کر انہوں نے نماز مختصر کی اور فراغت کے بعد میرا ہاتھ پکڑ کر سمندر کے پانی کے بالکل قریب کھڑا کر دیا۔ پھر ان کے ہونٹوں نے جنبش کی اور وہ آہستہ آہستہ کچھ پڑھنے لگے۔ میں نے دل میں کہا: ''اگر آج یہ سمندر کے پانی پر چلے تو مجھے بھی ان کے ساتھ سمندر کے پانی پر چلنے کا موقع مل جائے گا۔''

میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک سمندر کے پانی میں دو اژدھے ظاہر ہوئے' وہ سر اُٹھائے منہ کھولے ہماری طرف بڑھنے لگے۔ میں نے اپنے دل میں کہا: ''کاش! یہاں کوئی شکاری ہوتا جو انہیں پکڑ لیتا۔''

Marfat.com

جیسے ہی میرے دل میں یہ خیال آیا فوراً وہ دونوں اژدھے پانی میں غائب ہو گئے۔ حضرت سیدنا ابراہیم بن سعد علوی رحمۃ اللہ علیہ سمیری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''یہاں سے چلے جاؤ' ابھی تم اپنی طلب کو نہیں پہنچ سکتے۔ جاؤ ابھی پہاڑوں میں گوشہ نشینی اختیار کرو' دنیوی زندگی کو بہت کم سمجھو اور جو کچھ مل جائے اسی پر صبر کرو یہاں تک کہ تمہیں پیغامِ اَجل آ جائے۔'' اتنا کہہ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے وہیں چھوڑ کر ایک سمت تشریف لے گئے۔'' (عیون الحکایات)

خوش نودیٔ باری تعالیٰ

ابو یوسف یعقوب بن یوسف سے منقول ہے کہ میرا ایک دوست اور ساتھی نہایت ہی پرہیز گار اور متقی تھا لیکن اس کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنی ذات سے لوگوں پر یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ بدکاری اور بدچلنی کا مرتکب ہے۔ وہ بدکاروں اور بدچلنوں کا لباس پہنتا تھا اس کی پیشانی رندوں اور بے باکوں کی پیشانی کی طرح تھی۔ وہ خانہ کعبہ کا طواف دس برس سے میرے ساتھ کرتا تھا ایک دن روزہ رکھتا تھا اور ایک دن افطار کرتا تھا۔ میں ہمیشہ روزے رکھتا تھا پس وہ اکثر مجھ سے کہا کرتا تھا: ''تم کو اس روزہ پر اجر نہ ملے گا کیونکہ تمہارا نفس اس کا عادی ہو گیا ہے۔''

وہ پورے عشرہ محرم کا روزہ رکھتا تھا۔ وہ پہلے میدان میں رہتا تھا پھر وہ میرے ساتھ شہر طرطوس میں داخل ہوا۔ ہم ایک مدت تک وہاں ٹھہرے اس کے بعد وہ مر گیا۔ مرنے کے وقت میں اس کے ساتھ ایسے ویرانے میں تھا کہ وہاں کوئی نہ تھا۔ پس میں ویرانے سے نکلا تا کہ اس کے لیے کفن اور خوشبو حاصل کروں۔ ناگاہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس کے مرنے کی باتیں کر رہے ہیں اور اس کے جنازہ اور اس پر نماز پڑھنے کے واسطے آ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ میں سے ایک شخص مر گیا جو پرہیز گار اور عبادت گزار

تھا۔ چنانچہ میں نے اس کے واسطے کفن اور خوشبو خریدی جب میں واپس آیا تو لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے اس ویرانے تک پہنچنے پر قدرت نہ ہوئی۔ میں نے کہا: ''سبحان اللہ! لوگوں کو اس کے مرنے کی کس نے خبر دی کہ لوگ اس کے جنازہ پر نماز پڑھنے کے واسطے آئے۔''

وہ لوگ اس پر روتے تھے۔ پس جب محنت اور مشقت کے بعد میں اس ویرانہ میں داخل ہوا تو میں نے اس کے پاس ایسا کفن پایا کہ اس طرح کا کفن دیکھنے میں نہیں آیا تھا اور اس پر سبز خط سے لکھا ہوا تھا: ''یہ اس شخص کی جزا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کو اپنے نفس کی رضامندی پر ترجیح دی اور اس نے ہمارے دیدار کو محبوب رکھا اس لیے ہم نے اس کی ملاقات کو دوست رکھا۔''

اس کے بعد ہم نے اس پر نماز پڑھی اور مسلمانوں کے مقبرہ میں اس کو دفن کیا پھر میری آنکھوں پر نیند غالب ہوئی اور میں سو گیا۔ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ ایک سبز گھوڑے پر سوار ہے اس کے بدن پر سبز لباس ہے' اس کے ہاتھ میں جھنڈا ہے اس کے پیچھے ایک جوان خوب صورت ہے اس سے نہایت ہی پاکیزہ خوشبو آ رہی ہے اس جوان کے پیچھے دو بوڑھے ہیں پھر ان کے پیچھے ایک بوڑھا اور ایک جوان ہے۔ میں نے اس سے کہا: ''یہ کون لوگ ہیں؟''

اس نے جواب دیا: ''یہ جوان ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں۔ یہ دونوں بوڑھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور ایک بوڑھا اور ایک جوان یہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ہیں اور میں ان حضرات کے سامنے ان کا علمبردار ہوں۔''

میں نے اس سے کہا: ''یہ حضرات کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں؟''

اس نے جواب دیا: ''کسی کی ملاقات کو جاتے ہیں۔''

اس کے بعد میں نے اپنے رفیق سے کہا: ''تم کو یہ بزرگیاں کس وجہ سے حاصل ہوئیں؟'' اس نے کہا: ''میں نے اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کو اپنی رضامندی پر ترجیح دی اور

Marfat.com

عشرہ محرم کے روزے رکھے۔ انہیں وجوہ سے مجھے یہ بزرگیاں ملیں۔"

میں اپنے خواب سے بے دار ہوا اور جب تک میں زندہ رہا عشرہ محرم کے روزے نہ ترک کیے۔ واللہ اعلم۔ (قلیوبی)

خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں

والی مصر احمد بن طولون بڑا ہی سفاک اور خون ریز بادشاہ تھا مگر اس کے باوجود اس کو مقدمات میں ظالم و مظلوم کے درمیان عدل کرنے کا بڑا جذبہ تھا۔ ایک دن اس کا لڑکا عباس ایک گانے والی عورت کے ساتھ چلا جا رہا تھا اور اس کا غلام ہاتھ میں "ستار" لیے جا رہا تھا۔ ایک عالم حقانی نے یہ منظر دیکھا تو ایک دَم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جذبہ سینے میں بے دار ہو گیا۔ غضب و جلال میں بے قرار ہو کر دوڑ پڑے اور غلام کے ہاتھ سے ستار چھین کر زمین پر اس طرح پٹخ دیا کہ وہ چور چور ہو کر بکھر گیا۔ عباس نے غضب ناک ہو کر اپنے باپ احمد بن طولون کی کچہری میں اس حقانی عالم پر مقدمہ دائر کر دیا جب یہ پیکر علم و عمل کچہری میں پہنچا تو احمد بن طولون نے سوال کیا: "کیا واقعی تم نے ستار کو توڑا ہے؟" آپ نے فرمایا: "جی ہاں!" احمد بن طولون نے تیور بدل کر بڑے غصہ میں پوچھا: "کیا تم کو علم تھا کہ وہ ستار کس کا ہے؟" آپ نے فرمایا: "جی ہاں! وہ آپ کے فرزند عباس کا تھا۔"

احمد بن طولون نے پوچھا: "پھر بھی تم نے میرے اعزاز کا کچھ بھی خیال نہیں رکھا؟"

عالم حقانی نے نہایت ہی بے خوفی کے ساتھ جواب دیا: "عزت مآب یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ میں ایک گناہ ہوتے ہوئے دیکھوں اور آپ کے اعزاز کے خیال سے خاموش رہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

Marfat.com

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۔

''تمام مومنین اور مومنات ایک دوسرے کے دوست رہیں' ان کا یہی کام ہے کہ یہ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیں اور بُری باتوں سے منع کرتے ہیں۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ ۔

''خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔''

عالم حقانی کی یہ حق نما تقریر تاثیر کا تیر بن کر احمد بن طولون کے دل میں پیوست ہو گئی۔ ایک دَم اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور اس نے یہ کہہ دیا: ''میں آپ کو مجاز بناتا ہوں کہ آپ پورے شہر میں جو بات بھی خلافِ شرع دیکھیں اس کو برباد اور تہس نہس کر دیجیے۔ میں آپ کا معین و مددگار ہوں۔''

اس حکایت سے یہ روشنی ملتی ہے کہ اگر کوئی حق پرست واقعی جذبۂ اخلاص اور جوشِ صداقت سے کوئی کلمہ حق کہے تو خداوند عالم اس کے کلام میں ایسی تاثیر پیدا فرما دیتا ہے کہ بڑے بڑے ظالموں کے سینوں میں آہنی دل بھی پگھل کر موم بن جاتے ہیں اور حق کہنے والے کی نصرت و حمایت کے لیے آسمانوں سے قدسیوں کی ایسی فوج اُتر پڑتی ہے جس کی ہیبت و جلالت سے ظالموں کے جسم کا رونگٹا رونگٹا اور بدن کا بال بال لرزنے لگتا ہے اور فتح مبین انتہائی جذبۂ عقیدت کے ساتھ حق پرست انسان کے قدموں کا بوسہ لینے لگتی ہے۔ سبحان اللہ! سچ کہا ہے شاعرِ مشرق نے ؎

مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لاتخف

حق گو لقب کی وجہ تسمیہ

حضرت مولانا شیخ شہاب الدین بن مولانا فخر الدین زاہدی کا لقب ''حق گو'' ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ دہلی محمد بن تغلق بڑا ہی ظالم تھا مگر ایک دَم اس کے سر پر یہ خبط بھوت بن کر سوار ہو گیا کہ سب مجھے ''محمد عادل'' کہیں۔ چنانچہ اس نے حضرت مولانا کو

Marfat.com

دربار میں بلایا اور حکم دیا: ''آپ مجھے ''محمد عادل'' کے لقب سے پکاریں۔''

یہ سن کر آپ نے نہایت ہی مجاہدانہ لہجے میں ارشاد فرمایا: ''میں ایک ظالم کو ہرگز ہرگز کبھی عادل نہیں کہہ سکتا۔'' بادشاہ نے غضب ناک ہو کر جلادوں کو حکم دے دیا کہ ان کو قلعہ کی دیوار سے نیچے پھینک دو۔ چنانچہ جلادوں نے آپ کو دیوار سے نیچے پھینک دیا اور آپ شہید ہو گئے۔ آپ کی قبر شریف قلعہ کے نیچے بنی ہوئی ہے اس واقعہ کے بعد لوگ آپ کو شہاب الدین حق گو کہنے لگے۔ (مطرف ج ا ص ۱۰۰ اخبار الاخیار ۱۲۷)

پاخانہ مت کھا کیا بک رہا ہے

بادشاہ دہلی محمد تغلق ظالم ہونے کے ساتھ انتہائی گستاخ' بے ادب بھی تھا اور اپنی سلطنت کے غرور اور گھمنڈ میں کبھی کبھی مسائلِ شریعت پر بھی جرح و قدح کرنے لگتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ اس نے یہ کہہ دیا: ''خدا کا فیض منقطع نہیں ہوتا پھر فیض نبوت کیونکر منقطع ہو سکتا ہے؟ اگر اب کوئی نبوت کا دعویٰ کرے اور معجزہ دِکھائے تو اس کی تصدیق کرو گے یا نہیں؟'' مولانا عماد نے اسی وقت بھر دربار میں یہ کہہ دیا:

''گہ مخور چہ می گوئی''

''پائخانہ مت کھا' کیا بک رہا ہے؟''

محمد تغلق نے حکم دیا: ''ان کو ذبح کر کے زبان کھینچ لی جائے۔''

چنانچہ جلادوں نے آپ کو ذبح کر کے آپ کی زبان کھینچ لی۔

مولانا شہاب الدین اور مولانا عماد وغیرہ سینکڑوں علماء سلف ایسے ہوئے جنہوں نے کلمۂ حق کی وجہ سے جامِ شہادت نوش کیا۔ بلاشبہ یہ مقدس ہستیاں ''شہدائے حق'' ہیں جو خود کٹ گئے مگر حق کو کٹنے نہیں دیا' خود مٹ گئے مگر حق کو مٹنے نہیں دیا یقیناً ان کی قربانیوں کی بدولت سارے عالم میں حق کا بول بالا ہو گیا۔ ظالم بادشاہوں کی تلواروں سے ان حقانی شہیدوں کی گردنیں تو کٹ گئیں لیکن ان کی حقانیت کی شہ رگ نہ آج تک کٹی نہ قیامت تک کٹ سکتی ہے بلکہ قیامت تک ان کی حقانیت زندہ رہے گی اور ان کی

Marfat.com

حقانیت کا پرچم ہمیشہ فضا آسمانی میں لہراتا ہوا زبانِ حال سے یہ وحدآفریں اور روح پرور پیغام نشر کرتا رہے گا کہ

زندہ ہے ملتِ بیضاء شہداء کے دَم سے
ان کی روحوں پر ہو سو بار درود و سلام

ایک کمسن بچہ مگر.....

خلافتِ عباسیہ میں قبیلہ شیبان کا ایک آدمی بادشاہ کے پاس ایک نہایت ہی رازدارانہ کارِ منصبی انجام دیا کرتا تھا اس کا کام یہ تھا کہ وہ روزانہ صبح سے دوپہر تک بازار میں جا کر گھومتا پھرتا اور وہاں لوگوں کی چہ میگوئیاں اور ان کی جو کچھ سرگرمیاں ہوتیں' ان کی رپورٹ تیار کر کے اس پر اپنی مہر لگاتا اور اسے اپنے افسر کے پاس بھیجتا پھر وہ افسران رپورٹوں کو ترتیب دے کر بادشاہ کے روبرو پیش کرتا ایسا اس لیے کیا جاتا کہ ملک کے اندر امن وامان برقرار رکھا جا سکے اور عامۃ الناس کو درپیش خطروں سے نمٹا جا سکے۔ ایک مرتبہ رپورٹ لکھنے والا یہ آدمی اپنی کسی سخت ضرورت کے پیشِ نظر مشغول ہو گیا اور بازار پہنچ کر رپورٹ نہ لکھ سکا۔ بعد میں بازار میں ہونے والی چہ میگوئیوں اور لوگوں کی سرگرمیوں کے متعلق جو کچھ سنا' آ کر ضبطِ تحریر میں لایا اور سنی سنائی باتوں کی بنیاد پر رپورٹ تیار کر کے اس پر اپنی مہر لگا دی پھر اپنے کمسن بھتیجے کو آواز دی جس کا نام احمد تھا اور اس سے پوچھا: ''اے احمد! کیا تجھے اس افسر کا دفتر معلوم ہے جو روزانہ مجھ سے رپورٹ وصول کرتا ہے؟'' بچے نے جواب دیا: ''ہاں! مجھے معلوم ہے۔'' چچا نے کہا: ''آج میری یہ رپورٹ لے جا کر افسر کے پاس جمع کرا دو' میں نے اس پر مہر ثبت کر دی ہے اور افسر سے کہہ دینا کہ میرے چچا اچانک کسی مصروفیت میں پڑ گئے ہیں اس لیے آج وہ حاضر نہیں ہو سکے لہٰذا انہوں نے یہ رپورٹ میرے ہاتھ بھیجی ہے۔''

Marfat.com

بچے نے اپنے چچا سے رپورٹ لی اور شہر کے بیچ والی سڑک سے امن و امان کے افسر کے دفتر کی طرف روانہ ہو گیا لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنے چچا کی رپورٹ کے اوراق افسر کی خدمت میں پیش کرتا' اسے یاد آیا کہ چچا نے رپورٹ کے اوراق بغیر تاریخ لکھے ہی حوالے کر دیئے ہیں چنانچہ بچے نے خود تصرف کر کے اس میں تاریخ درج کر دی ابھی وہ بچہ آگے کی طرف قدم بڑھا رہا تھا کہ اس کا گزر راستے میں ایک نہر کے پل سے ہوا' بچے کے ذہن و دماغ میں خود بخود یہ باتیں آنے لگیں: ''اے احمد! تو اگرچہ ایک چھوٹا بچہ ہے لیکن تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تیرے چچا کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ تیرا چچا بازار میں ہونے والی لوگوں کی چہ میگوئیاں اور ان کے کاموں کی تفصیل لکھ کر افسر کو پہنچاتا ہے جو کہ شریعت کی نگاہ میں ایک حرام کام ہے کیونکہ یہ بھی جاسوسی کی ایک قسم ہے اور جاسوسی سے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَلَا تَجَسَّسُوْا ۔

''اور جاسوسی مت کیا کرو۔'' (الحجرات:۱۲)

لہٰذا اے احمد! تو بھی ایک ممنوع فعل کا ارتکاب کر رہا ہے اور اس کام میں دوسرے کا تعاون کر رہا ہے جس کام سے قرآن نے روکا ہے۔''

بچے کے دل میں آنے والی باتوں نے اس کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور اس نے فوراً اپنے چچا کی دی ہوئی رپورٹ نہر میں پھینک دی اور واپس اپنے گھر آ گیا۔

جب امن و امان کے افسر کے پاس رپورٹ پہنچنے میں تاخیر ہوئی تو اس نے اپنے آدمیوں کو اپنے رپورٹر کی خدمت میں بھیجا کہ آخر بات کیا ہے کہ رپورٹ نہیں پہنچ سکی جب افسر کے کارندے رپورٹر کے پاس پہنچے تو اس نے انہیں بتایا: ''میں نے اپنے احمد نامی بھتیجے کے ذریعے رپورٹ افسر کے پاس بھیج دی تھی۔''

یہ سن کر افسر کے کارندے بچے کے پاس پہنچے اور اس سے پوچھا: ''تمہارے چچا نے جو رپورٹ افسر تک پہنچانے کے لیے دی تھی' وہ کہاں ہے؟''

بچے نے جواب دیا: ''وہ تو میں نے نہر میں پھینک دی۔''

Marfat.com

یہ سنتے ہی افسر کے کارندے تعجب اور خوف سے چیختے ہوئے بول اُٹھے: ''کیوں؟ کس وجہ سے تم نے رپورٹ نہر میں پھینک دی..... کیا بات ہے؟''

بچے نے جواب دیا: ''کیونکہ یہ فعل شرعاً حرام ہے..... یہ رپورٹ جاسوسی کی ایک قسم ہے جسے شریعتِ اسلامیہ نے ممنوع قرار دیا ہے اس لیے میں نہیں چاہتا کہ اس ناجائز فعل پر میری طرف سے کوئی تعاون ہو۔''

کارندوں نے بچے کا جواب سن کر فوراً افسر کے پاس یہ بات پہنچائی۔ افسر نے جب بچے کے بارے میں یہ کچھ سنا تو بچے کی بات اس کے دل کو لگی اور بول اُٹھا: ''یہ بچہ اتنا پرہیز گار ہے پھر ہمیں کس قدر پرہیز گار ہونے کی ضرورت ہے' ہم کہاں ہیں؟''

پھر اس دن سے ان کی نگاہیں اس بچے پر جم گئیں اور انہیں ایسا محسوس ہونے لگا جیسے وہ بچے کو نہیں بلکہ کسی جوان کو دیکھ رہے ہوں۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ بچہ کون تھا؟ یہ بچہ وہی نامی گرامی شخصیت ہے جس کو پوری دنیا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے جو محدثِ کبیر اور فقیہ عظیم ہیں جن کو ''امام الورع'' (تقویٰ کا امام) کہا جاتا ہے جنہوں نے خلیفہ مامون کے دَورِ حکومت میں ابتلاء و آزمائش کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور عقیدۂ اسلام کی طرف سے کھل کر دفاع کیا' حق بات کی آواز بلند کرنے میں ہر مصیبت برداشت کی اور انتہائی سخت مصیبت کی حالت میں بھی قرآن و حدیث سے ہٹ کر اللہ کے دین میں ایک کلمہ کہنا گوارا نہیں کیا۔ جی ہاں! یہ بچہ وہی ہے جو ''امام احمد کے نام سے مشہور ہوا جس کی زندگی کے درپے ہونے والے تمام کے تمام مٹ گئے' کوئی ان کا اچھے طریقے سے نام تک لینے والا نہیں لیکن ''احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ'' کا نام آتے ہی ایک اسلامی ہیرو کا تصور آج بھی لوگوں کے دل و دماغ پر چھا جاتا ہے۔ یہ بچہ آگے چل کر ایک عظیم محدث اور امام بنا لیکن بچپن ہی سے حسبِ لیاقت ہر بات کو قرآن و سنت کی کسوٹی پر رکھنا اس پر عمل کرنا اس کی شان تھی۔

(مجلّہ ''النور'' عدد ۱۴۵ شوال ۱۴۱۷ھ)

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک گاہک

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۵۷ھ) سوداگری کیا کرتے تھے اور پانچ فی صدی سے زیادہ منافع نہ لیتے تھے۔ ایک بار آپ نے ساٹھ روپے کے بادام خریدے اور بعد میں باداموں کی قیمت چڑھ گئی۔ ایک ایجنٹ نے آپ سے بادام لیے تو آپ نے تریسٹھ روپے میں فروخت کر دیئے اس نے کہا: ''آج کل تو ان کی قیمت نوے روپے ہے۔''

تو آپ نے فرمایا: ''میں نے اللہ سے عہد کر رکھا ہے کہ پانچ فیصدی سے زیادہ منافع نہ لوں گا۔'' ایجنٹ نے کہا: ''میں بھی آپ کا مال کم قیمت پر فروخت نہیں کرنا چاہتا۔''

نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے کم قیمت پر لیے نہیں اور آپ نے زیادہ قیمت پر دیئے نہیں۔

یہ ہے ایک دوسرے کی خیر خواہی جسے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''دین'' کا نام دیا ہے۔ دین لمبی چوڑی تسبیحوں اور جبوں قبوں کا نام نہیں جو تاجر اور دُکان دار لوگوں کی جیبیں کاٹتا ہے، ظلم کی حد تک نفع وصول کرتا ہے، کاروبار میں اجارہ دار بن کر بیٹھ جاتا ہے اور گاہکوں و ضرورت مندوں سے من مانی اور منہ مانگی قیمت وصول کرتا ہے اس تاجر اور دُکان دار کی نمازوں تسبیحوں اور حجوں کی عنداللہ کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

(کیمیائے سعادت، ص ۲۸۲، تاریخ بغداد للخطیب بغدادی: ۹:۱۸۹، طبع مصر)

Marfat.com

مدینے کا سفر ہے اور میں نم دیدہ نم دیدہ

حضرت سیدنا علی بن محمد سیروانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' میں نے حضرت سیدنا ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''ایک مرتبہ ایک وادی میں مجھے بہت زیادہ پیاس لگی' شدتِ پیاس سے میں نیم بے ہوش ہو کر گر پڑا اچانک میرے چہرے پر پانی کے قطرے گرے جن کی ٹھنڈک میں نے اپنے دل پر محسوس کی۔ آنکھیں کھولیں تو خوب صورت سفید گھوڑے پر سوار سبز کپڑے زیب تن کیے' زرد عمامے کا تاج سر پر سجائے ایک شکیل و جمیل نوجوان نظر آیا جس کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا ایسا خوب صورت نوجوان میں نے آج تک نہ دیکھا تھا اس نے مجھے پیالے میں سے شربت پلایا اور کہا: ''میرے پیچھے سوار ہو جاؤ۔''

میں گھوڑے پر اس کے پیچھے سوار ہو گیا ابھی وہ گھوڑا اپنی جگہ سے چلا ہی تھا کہ اس نوجوان نے مجھ سے پوچھا: ''تم سامنے کیا دیکھ رہے ہو؟''

میں نے کہا: ''میرے سامنے اس وقت مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً کا پُر کیف نظارہ ہے۔ سبحان اللہ! میں تو اپنے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں پہنچ چکا ہوں۔'' نوجوان نے کہا: ''اب اُتر جاؤ اور جب روضۂ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر حاضری ہو تو میرا بھی باادب سلام عرض کر دینا اور کہنا: ''کہ رضوانِ جنت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں خوب خوب سلام عرض کرتا ہے۔''

اتنا کہہ کر وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔'' (عیون الحکایات)

Marfat.com

زہر بے اثر، کوہ قاف کے فرشتے، بہترین نگہبان

کٹا ہوا ہاتھ، میزبان و مہمان

بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ایسی لونڈی تھی جو ان سے بغض اور عداوت رکھتی تھی اور ان کو زہر پلاتی تھی لیکن وہ ان پر کچھ اثر نہ کرتا تھا جب اس طرح عرصہ گزر گیا تو اس لونڈی نے ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: ''میں نے تم کو زمانہ دراز تک زہر پلایا مگر وہ تم پر اثر نہیں کرتا ہے۔'' ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا: ''تو یہ کیوں کرتی ہے؟''

اس نے کہا: ''تم بہت بوڑھے ہو گئے ہو۔''

ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا: ''زہر کے اثر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ میں کھانے اور پینے کے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لیتا ہوں۔'' پھر انہوں نے اس لونڈی کو آزاد کر دیا۔

☆.....مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے، وہ کہتے ہیں کہ کوہِ قاف کے پیچھے ایک زمین ہے جو چاندی کی طرح روشن نرم اور چکنی ہے اور اس کی وسعت دنیا کی ہفت گونہ ہے اور فرشتوں سے ایسی بھری ہوئی ہے کہ اگر سوئی گرائی جائے تو وہ ان کے اوپر گرے گی اور ان فرشتوں میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک جھنڈا ہے اور اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے اور وہ فرشتگان ہر رات کو ماہِ رجب میں کوہِ قاف کے گرد جمع ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں ریہ وزاری کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی سلامتی کی دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ''اے ہمارے رب! اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم فرما اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

اُمت کو عذاب نہ دے۔"

وہ روتے ہیں اور عاجزی وانکساری کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے:

"تم لوگ کیا چاہتے ہو؟"

وہ کہتے ہیں: "ہم چاہتے ہیں کہ تو محمد ﷺ کی اُمت کی مغفرت فرمادے۔"

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "بے شک میں نے ان کو بخش دیا۔"

☆..... بیان کرتے ہیں کہ رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا کے گھر میں ایک چور گھسا وہ سوئی ہوئی تھیں، چنانچہ چور نے ان کے گھر کا اسباب جمع کر کے دروازہ سے نکلنے کا قصد کیا مگر اس پر دروازہ پوشیدہ ہو گیا، اس کے بعد وہ بیٹھ گیا اور دروازہ کے ظاہر ہونے کا انتظار کرنے لگا ناگاہ اس نے سنا کہ ہاتفِ غیب اس سے کہتا ہے: "کپڑے رکھ اور دروازہ سے باہر جا۔"

چنانچہ اس نے کپڑے رکھ دیئے، دروازہ ظاہر ہوا پھر اس نے کپڑے لے لیے دوبارہ پھر دروازہ چھپ گیا اس کے بعد اس نے کپڑے رکھ دیئے پھر دروازہ ظاہر ہوا پھر اس نے وہ کپڑے لیے پھر دروازہ پوشیدہ ہو گیا اسی طرح اس نے تین مرتبہ سے زائد کیا اس کے بعد منادی غیب نے اس کو آواز دی: "اگر رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا سو گئی ہے تو اس کا حبیب تو نہیں سوتا ہے نہ وہ اونگھتا ہے نہ اسے نیند آتی ہے۔" چور نے کپڑے رکھے اور دروازہ سے باہر چلا گیا۔

☆..... بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک غلام حبشی تھا جس نے چوری کی تھی، لوگوں نے پیش کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: "کیا تو نے چوری کی ہے؟" اس نے کہا: "ہاں!"

چنانچہ آپ نے اس کلمہ کو اس پر تین مرتبہ دہرایا اور وہ کہتا رہا: "ہاں! میں نے چوری کی ہے۔"

اس کے بعد آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور وہ کاٹ لیا گیا پھر اس نے وہ کٹا ہوا ہاتھ لیا اور باہر نکلا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اس کو ملے اور اس سے فرمایا: "تیرا

Marfat.com

ہاتھ کس نے کاٹا ہے؟''

اس نے جواب دیا: ''دین کے بازو رسول اللہ کے داماد فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کے شوہر اور رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس کو کاٹا ہے۔''

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: ''انہوں نے تو تیرا ہاتھ کاٹا اور تو ان کی تعریف کرتا ہے؟''

اس نے کہا: ''ہاں! انہوں نے ایک ہاتھ کے بدلے مجھے دردناک عذاب سے نجات دی۔''

اس کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی۔ پس آپ نے اس غلام حبشی کو بلایا۔ چنانچہ وہ حاضر کیا گیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ کٹے ہوئے ہاتھ کی جگہ میں رکھا اور رومال سے اس کو چھپایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی چنانچہ اللہ کے حکم سے وہ ہاتھ اچھا ہو گیا۔

☆.....نقل ہے کہ قیصر بادشاہ روم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو لکھا:

''کیا میزبان کو یہ زیبا ہے کہ مہمان کو اپنے گھر سے نکال دے۔''

یعنی حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کو جنت سے نکال دینے کے بارہ میں قیصر نے یہ لکھا تھا۔ پس ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''میزبان نے ان کو نکالا نہیں بلکہ اس نے ان سے فرمایا: ''تم دونوں اپنا لباس رکھو پھر قضا حاجت کو جاؤ جس طرح کہ مہمان اپنے کپڑے نکالتا ہے اور بیت الخلاء (پاخانہ) جاتا ہے تا کہ اپنی ضرورت پوری کرے پھر دسترخوان کی طرف واپس آئے۔'' (قلیوبی)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور خلیفہ منصور

علامہ قاضی عیاض ناقل ہیں کہ خلیفہ بغداد مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو کرتے ہوئے اس کی آواز کچھ بلند ہوگئی تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ڈانٹ کر فرمایا: ''اے امیر المومنین! خداوندِ عالم کا فرمان ہے:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ۔

''اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند مت کرو۔''

اے امیر المومنین! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب واحترام اب بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ ظاہری حیاتِ مبارکہ میں تھا اس لیے قبرِ انور کے پاس ہرگز ہرگز بلند آواز سے گفتگو نہ کیجیے۔ امام ممدوح کی ڈانٹ سن کر خلیفہ منصور بالکل خاموش ہوگیا پھر نہایت ہی پست آواز سے یہ مسئلہ دریافت کیا: ''اے مالک! میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں سلام عرض کر چکا اب میں قبرِ انور ہی کی طرف اپنا رُخ کر کے دعا کروں؟''

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: ''تم اپنا چہرہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیوں اور کس طرح پھیرو گے؟ جب کہ وہ بارگاہِ خداوندی میں تمہارا اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کا بھی وسیلہ ہیں۔ تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منہ کر کے خدا سے دعا مانگو اور ان کو بارگاہِ الٰہی میں اپنا شفیع بناؤ تو خداوندِ کریم ان کے وسیلہ سے تمہاری دعاؤں کو قبول فرمائے گا۔'' خداوندِ قدوس کے اس پیغام کو یاد رکھو:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔

''اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو انہیں چاہیے کہ اے محبوب وہ آپ کے

پاس حاضر ہو جائیں پھر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت طلب کریں تو یقیناً گناہ گار لوگ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا اور بخشنے والا پائیں گے۔"

(وفاء الوفاء ج۴ ص۱۳۷۶)

یہ ہے اصل حکومت

اشعث بن شعبہ مصیصی کہتے ہیں کہ خلیفہ ہارون رشید ایک دفعہ رَقہ (فرات کے کنارے ایک مشہور شہر) آیا اس کے بعد عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی وہاں تشریف آوری ہوئی۔ رَقہ کے لوگ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ لوگوں کے جوتوں کی آواز فضا میں گونجنے لگی اور ان کے تسمے ٹوٹ گئے اور فضا گرد آلود ہو گئی اس شور و شغب کو سن کر ایک خاتون نے محل کے دریچے سے جھانکا۔ یہ خاتون بنو اُمیہ کے آخری خلیفہ مروان بن محمد بن الحکم کی والدہ تھی اس نے لوگوں کا یہ اُمڈتا ہجوم دیکھ کر پوچھا: "یہ ماجرا کیا ہے؟"

اسے بتایا گیا کہ خراسان کے ایک عالم رَقہ تشریف لائے ہیں جن کا اسمِ گرامی "عبداللہ بن مبارک" ہے۔ وہ خاتون بے ساختہ بولی:

هٰذَا وَاللهِ الْمَلِكُ لَا مَلِكُ هَارُوْنُ الَّذِیْ لَا يَجْمَعُ النَّاسَ اِلَّا بِسَوْطٍ وَأَعْوَانٍ .

"اللہ کی قسم! یہی شخص اصل بادشاہت کا مالک ہے نہ کہ ہارون رشید جو کہ لوگوں کو کوڑوں اور سپاہیوں کی مدد سے اکٹھا کرتا ہے۔"

(المنتظم فی تاریخ الامم والملوک، ابن الجوزی ۹/۶۰، تاریخ بغداد ۱۰/۱۵۶)

Marfat.com

ایک سوداگر کی کمال خیر خواہی

ایک سوداگر بصرے میں تھا اس کے ملازم نے اس کو لکھا کہ اس سال شکر کافی گراں ہو جائے گی لہٰذا جلد از جلد زیادہ سے زیادہ خرید لی جائے۔ سوداگر نے خرید لی اور مہنگا ہونے پر فروخت کی تو تیس ہزار درہم کا منافع ہوا لیکن پھر سوچا کہ میں نے ایک مسلمان کو دھوکہ دیا ہے اور شکر کی گرانی کے لیے اس کو نہ بتایا لہٰذا اپنے منافع کا سب روپیہ لے کر اس سوداگر کے پاس پہنچا اور کہا: ''یہ تمہارا روپیہ ہے۔''

سوداگر نے حیران ہو کر دریافت کیا تب اس نے پورا قصہ بیان کر دیا۔ سوداگر یہ سن کر خوش ہوا اور اس کو سب روپیہ معاف کر دیا جب واپس ہوا تو سوچا ہو سکتا ہے کہ اس نے لحاظ کی وجہ سے روپیہ لینے سے انکار کیا ہو۔ چنانچہ دوبارہ پھر گیا اور انتہائی اصرار کر کے روپیہ دے دیا۔ ایسے تاجروں کے کاروبار گھر بار اور زندگی میں کیوں نہیں خیر و برکت ہو گی اور آخرت میں اللہ کریم ان کے درجات کو کیوں نہیں بلند فرمائے گا۔ ایسے ہی خوش نصیب تاجروں کے متعلق حضورِ اکرم ﷺ نے یہ وعدہ اور پیشین گوئی فرمائی ہے:

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ رَوَاہُ التِّرْمَذِیُّ ۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۴۳ طبع سعید کمپنی، کراچی)

''وہ تاجر وہ جو اپنے کاروبار میں کھرا، سچا اور امانت دار ہے، قیامت کے روز انبیاء، صدیقین اور شہیدوں کے ساتھ ہو گا۔''

(کیمیائے سعادت، ص ۲۸۱)

Marfat.com

وصالِ باکمال

حضرت سیدنا ابراہیم بن اشتر رحمۃ اللہ علیہ اپنے والدِ محترم کے حوالے سے فرماتے ہیں:

''حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت سیدہ اُم ذر رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''جب حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ صحرائی سفر پر تھے، میں بھی ان کے ساتھ تھی، میں رونے لگی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیوں روتی ہو؟''

میں نے کہا: ''آپ اس بے آب وگیارہ ویران صحرا میں انتقال کر رہے ہیں اور اس وقت نہ تو میرے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس سے آپ کے کفن و دفن کا انتظام ہو سکے اور نہ آپ کے پاس پھر میں کیوں نہ روؤں؟'' فرمایا: ''رونا چھوڑ! تیرے لیے خوش خبری ہے۔''

ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کوئی بھی دو مسلمان جن کے دو یا تین بچے فوت ہو جائیں اور وہ اس پر صبر کریں اور اجر کی امید رکھیں تو وہ کبھی بھی جہنم میں داخل نہ ہوں گے۔''

اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم چند لوگوں کو مخاطب کر کے (غیب کی خبر دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا: ''تم میں سے ایک شخص صحرا میں مرے گا اور اس کی وفات کے وقت مومنین کا ایک گروہ اس کے پاس پہنچے گا۔''

(مسند احمد، حدیث ابی ذر الغفاری، الحدیث ۲۱۴۳۱، ج ۸، ص ۸۶ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ابوذر جندب بن جنادۃ، الرقم ۴۳۲، ج ۴، ص ۱۷۶)

اب ان تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کوئی زندہ نہیں رہا صرف میں اکیلا باقی ہوں اور ان سب کی وفات یا تو شہر میں ہوئی یا آبادی میں اور میں صحرا میں فوت ہو رہا ہوں یقیناً وہ شخص میں ہی ہوں اور اللہ کی قسم! نہ میں نے جھوٹ کہا اور نہ ہی مجھے جھوٹی خبر ملی تو جا اور دیکھ ضرور کوئی نہ کوئی ہماری مدد کو آئے گا۔''

Marfat.com

میں نے کہا: ''اب تو حجاجِ کرام بھی جا چکے اور راستہ بند ہو گیا۔''

فرمایا: ''تو جا کر دیکھ تو سہی۔''

چنانچہ میں ریت کے ٹیلے پر چڑھی اور راستے کی طرف دیکھنے لگی، تھوڑی دیر بعد واپس ان کے پاس آ گئی اور تیمارداری کرنے لگی پھر دوبارہ ٹیلے پر چڑھ کر راہ تکنے لگی اچانک کچھ دُور مجھے چند سوار نظر آئے۔ میں نے کپڑا ہلا کر انہیں اس طرح متوجہ کیا تو وہ بڑی تیزی سے میری طرف آئے اور پوچھا: ''اے اللہ کی بندی! کیا بات ہے؟''

میں نے کہا: ''مسلمانوں میں سے ایک مردِ داعی اجل کو لبیک کہنے والا ہے، کیا تم اسے کفن دے سکتے ہو؟'' انہوں نے کہا: ''وہ کون ہے؟''

میں نے کہا: ''ابوذر رضی اللہ عنہ''

کہا: ''وہی ابوذر جو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں؟''

میں نے کہا: ''ہاں! وہی ابوذر جو صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''

یہ سنتے ہی وہ کہنے لگے: ''ہمارے ماں باپ ان پر قربان! وہ عظیم ہستی کہاں ہے؟''

میں نے انہیں بتایا تو وہ آپ رضی اللہ عنہ کی طرف تیزی سے لپکے اور حاضرِ خدمت ہو کر سلام عرض کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے انہیں ''مرحبا'' کہا اور فرمایا: ''تمہیں خوش خبری ہو! میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''کوئی بھی دو مسلمان جن کے دو یا تین بچے فوت ہو جائیں اور وہ اس پر صبر کریں اور اجر کی امید رکھیں تو وہ کبھی بھی جہنم میں داخل نہ ہوں گے۔''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گروہِ مسلمین سے مخاطب ہو کر فرما رہے تھے جس میں میں بھی موجود تھا: ''تم میں سے ایک شخص صحرا میں وفات پائے گا اور مومنین کا ایک قافلہ اس کے پاس پہنچ جائے گا۔'' (المرجع السابق)

اب میرے علاوہ ان میں سے کوئی زندہ نہیں، ان میں سے ہر ایک یا تو آبادی میں فوت ہوا یا پھر کسی بستی میں اب میں ہی وہ اکیلا شخص ہوں جو صحرا میں انتقال کر رہا ہوں۔

اللہ کی قسم! نہ میں نے جھوٹ بولا اور نہ ہی مجھے جھوٹ بتایا گیا جب میں مر جاؤں اور میرے پاس یا میری زوجہ کے پاس کفن کا کپڑا ہو تو مجھے اسی میں کفنا دینا اور اگر کفن کا کپڑا نہ ملے تو میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ تم میں سے جو شخص حکومتی عہدے دار ہو یا کسی امیر کا دربان ہو یا کسی بھی حکومتی عہدے پر ہو تو وہ مجھے ہرگز ہرگز کفن نہ دے۔ اتفاق کی بات تھی کہ ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی حکومتی عہدے پر رہ چکا تھا یا ابھی عہدے پر قائم تھا۔ صرف ایک انصاری نوجوان بچا جو کسی طرح بھی حکومت کا نمائندہ نہ تھا۔ وہ نوجوان آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''میرے پاس ایک چادر اور کپڑے ہیں جنہیں میری والدہ نے کاٹ کر بنایا ہے، میں انہیں کپڑوں میں آپ رضی اللہ عنہ کو کفن دوں گا۔''

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہاں! تم ہی مجھے کفن دینا۔''

پھر آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو اسی انصاری نوجوان نے کفن دیا اور نمازِ جنازہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو وہیں دفنا دیا گیا۔'' (عیون الحکایات)

کبھی اے نوجوان مسلم تدبر بھی کیا تو نے

بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے زمانہ میں دو بھائی تھے۔ ایک مومن اور دوسرا کافر اور وہ دونوں بھائی دریا کے شکاری تھے۔ چنانچہ کافر بت کو سجدہ کرتا تھا لیکن جب وہ جال دریا میں پھینکتا تھا تو مچھلیوں سے بھر جاتا تھا حتیٰ کہ اس کا نکالنا اس پر بھاری ہوتا تھا اور مسلمان کی یہ حالت تھی کہ جب وہ اپنا جال دریا میں ڈالتا تھا تو اس میں صرف ایک مچھلی پھنستی تھی۔ وہ اللہ کی تعریف اور اس کا شکر کرتا تھا اور قضائے الٰہی اور تقدیرِ خداوندی پر صابر تھا۔ ایک دن اس کی بیوی اپنے مکان کی چھت پر چڑھی اور اپنے شوہر کے کافر بھائی

Marfat.com

کی بیوی کو دیکھا کہ وہ زیوروں اور لباسوں سے آراستہ ہے اس کا دل اس میں مشغول ہو گیا۔ شیطان نے اس کو وسوسہ دیا اور بہکایا۔ چنانچہ کافر کی بی بی نے اس سے کہا: ''تو اپنے شوہر سے کہہ کہ وہ میرے شوہر کے معبود کی پوجا کرے یہاں تک کہ تیرے پاس بھی میرے برابر مال ہو جائے۔''

وہ عورت غمگین ہو کر چھت سے نیچے اُتری اس کے بعد اس کا مومن شوہر اس کے پاس گھر کے اندر آیا تو اس کو ایسی حالت میں پایا کہ اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ اس نے عورت سے کہا: ''تیرا کیا حال ہے؟''

اس نے اپنے شوہر سے کہا: ''تم مجھے طلاق دو یا اپنے بھائی کے معبود کی پوجا کرو۔''

اس کے جواب میں شوہر نے اس سے کہا: ''اے اللہ کی لونڈی! کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتی؟ کیا تو ایمان کے بعد کفر کرتی ہے؟''

عورت نے اس سے کہا: ''مجھ سے زیادہ باتیں نہ کرو، میں ننگی نہ رہوں گی حالانکہ میرے علاوہ عورتیں یعنی تیرے بھائی کی بی بی زیوروں اور لباسوں سے آراستہ ہیں۔''

جب بندۂ مومن نے اس کی بات میں اصرار دیکھا تو اس سے کہا: ''تو بے قرار نہ ہو ان شاء اللہ میں کل کاریگروں کے مقام میں جاؤں گا اور ہر روز دو درہم کماؤں گا، وہ تیرے پیشِ نظر کروں گا تا کہ تو ان سے اپنی حالت درست کر لے۔''

چنانچہ وہ عورت اس پر راضی ہو گئی اور جو کچھ اس کو رنج و غم تھا، اس کو سکون ہو گیا اس کے بعد وہ مردِ مومن سویرے ہی کاریگروں کے گھر اور مقام میں آیا اور ان کے درمیان میں بیٹھا لیکن اس کو کسی نے کام کے واسطے نہ لیا پس جب وہ کام لینے والے سے مایوس ہوا تو دریا کے کنارے گیا اور رات تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی پھر اپنے گھر واپس آیا تو اس کی بی بی نے اس سے کہا: ''تم کہاں تھے؟''

اس نے جواب دیا: ''میں بادشاہ کے پاس تھا اور اس نے مجھ سے تیس دن کے کام کی شرط لی ہے۔'' عورت نے اس سے کہا: ''بادشاہ تم کو کیا دے گا؟''

Marfat.com

اس نے عورت سے کہا: ''بادشاہ کریم ہے اور اس کے خزانے بھرے ہیں' وہ مجھے وہی دے گا جو میں چاہتا ہوں۔''

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کی یہ حالت ہوئی کہ ہر دن اپنے مقام میں جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگا یہاں تک کہ تیسویں رات آئی اس کی عورت نے اس سے کہا: ''اگر تم کل مزدوری نہ لاؤ گے تو تم پر مجھے طلاق دینا لازم ہوگا۔''

چنانچہ وہ مردِ مومن اس بات سے ڈرتا ہوا گھر سے نکلا۔ پس اس نے ایک یہودی کو پایا اور اس سے کہا: ''کیا تم مجھے مزدوری پر رکھتے ہو؟'' یہودی نے کہا: ''ہاں!''

لیکن یہودی نے مردِ مومن سے یہ شرط لی کہ وہ اس کے پاس کچھ نہ کھائے۔ چنانچہ اس نے اس دن روزہ رکھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ انتیس اشرفیاں ایک نور کے طباق میں رکھو اور اس کو اس مومن کی بی بی کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ میں بادشاہ کا قاصد ہوں اور اس نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے اور وہ تجھ سے کہتا ہے کہ تیرا شوہر ہمارے کام میں تھا اور ہم نے اس کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ اس نے ہم کو چھوڑا اور یہودی کے پاس چلا گیا اور یہ کمی اسی وجہ سے ہے اور اگر وہ ہمارا کام زیادہ کرتا تو ہم اس کو زیادہ دیتے۔ اس کے بعد عورت نے ان اشرفیوں میں سے ایک اشرفی لی اور اس کو بازار لے گئی لوگوں نے اس ایک اشرفی کی قیمت میں ایک ہزار درہم دیئے کیونکہ اس پر لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لکھا ہوا تھا' شام کو جب وہ مرد مسلمان اپنے گھر آیا تو اس کی بی بی نے اس سے کہا: ''اے شخص! تم کہاں تھے؟''

اس نے کہا: ''میں ایک یہودی مرد کے کام میں تھا۔''

عورت نے کہا: ''اے مسکین! تم بادشاہ کی خدمت ترک کر کے دوسرے کی خدمت کیوں کرتے ہو؟''

اس کے بعد عورت نے واقعہ گزشتہ کی اس کو اطلاع دی۔ وہ مردِ مومن رویا حتیٰ کہ اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی جب اس کو ہوش آیا تو اس نے اپنی بی بی سے کہا: ''میں نے

بادشاہ دو جہاں کی خدمت اور بندگی کا حق اپنے اوپر لازم نہ کیا۔"

پھر اس نے عورت کو چھوڑ دیا اور پہاڑوں کے اطراف میں چل دیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی یہاں تک کہ وہ مر گیا' اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے۔

(انوار محبوبی ترجمہ نوادر قلیوبی)

نجدی ذہنیت کا رد

مدینہ منورہ کا اموی گورنر مروان بن الحکم روضۂ منورہ کے پاس حاضر ہوا تو یہ دیکھا کہ ایک شخص قبرِ انور سے چمٹا ہوا پڑا ہے۔ مروان نے اس کی گردن پکڑ کر اُٹھایا اور کہا: "اے شخص! تجھے کیا خبر ہے کہ تو کیا کر رہا ہے؟"

تو اس شخص نے سر اُٹھا کر جواب دیا: "ہاں! میں جانتا ہوں کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ اے مروان! میں مٹی اور پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں بلکہ میں رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہوں۔ اے مروان! جب دین دار لوگ والی بنیں تو رونے کی ضرورت نہیں ہے لیکن جب نااہل لوگ دین کے والی بنیں تو رونا چاہیے۔"

مروان یہ گرم گرم جملے سن کر خاموشی کے ساتھ چلا گیا۔ مطلب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ یہ بزرگ جنہوں نے مروان گورنر کو جھنجھوڑ کر ڈانٹ دیا وہ جلیل القدر صحابی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ (وفاء الوفا ص ۱۴۰۲)

اوپر ذکر کی ہوئی حکایت اور چند صفحات پہلے بیان کی گئی امام مالک اور خلیفہ منصور کی حکایت میں بڑے بڑے ایمان افروز روح پرور نتائج کی تجلیاں ہیں۔

☆..... حضرت امام مالک خلیفہ کے جاہ و جلال اور رعب و داب سے بال برابر بھی مرعوب نہیں ہوئے اور دربارِ رسول میں ادب کی کمی دیکھ کر تڑپ گئے اور منصور کو ڈانٹ کر چپ کرا دیا اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ پر بھی بنو اُمیہ کے ظالم گورنر کی ہیبت کا کوئی

Marfat.com

اثر نہیں پڑا اور آپ نے اس کے منہ پر انتہائی جرأت و بے باکی سے کلمۃ الحق سنا کر اس کو ڈانٹ کر جھنجھوڑ ڈالا بلاشبہ ان دونوں بزرگوں کے اسوۂ میں تمام اُمت رسول کے لیے بہت بڑا درس ہے کہ کلمۃ الحق کہنے اور شریعتِ مطہرہ کے مسائل کو علی الاعلان بیان کرنے میں کسی گورنر یا بادشاہ کا خوف دامن گیر نہیں ہونا چاہیے مگر حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کا کام نہیں اس افضل الجہاد کی فضیلت سے وہی شخص سرفراز ہوسکتا ہے جس کے سر پر رب العزت خوش نصیبی کا تاج رکھ دے اور جذبۂ ایمانی و جوشِ اسلامی کی دولتِ لازوال سے مالا مال ہو جائے اور کلمۃ الحق کہہ دینے کی پاداش میں اپنا سر کٹا دینے کو اپنے سر کی معراج سمجھتا ہو

یہ رُتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

ذکر خدا جوان سے جدا چاہو نجدیو

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اے منصور! تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منہ کر کے ان کو دربارِ خداوندی میں اپنا شفیع بنا کر خدا سے دعا مانگو کیونکہ رحمتِ عالم کی ذاتِ اقدس تم تو کیا تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا بھی بارگاہِ خداوندی میں وسیلہ ہیں۔''

سبحان اللہ! کس قدر ایمان افروز تعلیم آپ نے خلیفہ منصور کو دی اور اس مسئلہ کو قیامت تک کے لیے حل کر دیا کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں روضۂ انور کے مواجہہ اقدس میں دعا مانگنے کا مؤدب طریقہ یہی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منہ کر کے دعا مانگے کیونکہ اس جگہ کعبہ مکرمہ کی طرف منہ کرنے سے قبرِ انور کی طرف پشت ہو جاتی ہے جس کو محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرا ہوا دل کبھی گوارا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ہم نے بارہا مدینہ منورہ میں قیام کر کے بچشم خود دیکھا کہ عرب و عجم حل و حرم کے تمام اکابر علماء و مشائخ قبرِ انور ہی کی طرف منہ کر کے دعائیں مانگتے ہیں ہاں البتہ منحوس نجدیوں اور ہندوستان کے چند کھوسٹ وہابیوں کو دیکھا کہ یہ لوگ خود بھی روضۂ اقدس کی طرف پیٹھ کر کے دعائیں

Marfat.com

مانگتے ہیں اور دوسروں کو بھی سوادب کا حکم دیتے ہیں۔ چنانچہ اس مسئلہ پر ایک نجدی سے بحث ہو تو وہ لاجواب ہو کر خاموش ہو گیا۔

کاش! اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے یہ دو شعر ان کور بختوں کے لیے ذریعہ ہدایت بنیں

ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو
واللہ ذکر حق نہیں، کنجی سقر کی ہے
بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا۔ غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے مروان گورنر کو ڈانٹ کر جھڑک دیا اور یہ فرمایا:
''میں مٹی اور پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں بلکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔''

صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر ''ہمیشہ کے لیے اس مسئلہ پر مہر تصدیق ثبت فرمادی کہ روضۂ انور پر حاضری دینے والا یہ یقین وایمان رکھے کہ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا ہوں اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں اور میں اور میرے سب اعمال ان کے پیشِ نظر ہیں اس لیے ہر زائر قبرِ انور کے پاس وہی ادب واحترام اور تعظیم وتکریم ملحوظ رکھے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان بارگاہِ نبوت میں حاضر ہونے کے وقت ملحوظ رکھتے تھے کیونکہ آج بھی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام لوازم حیات کے ساتھ اسی طرح زندہ اور اپنی اُمت کے اعمال واحوال سے باخبر ہیں کہ ہر شخص قبرِ منور کے پاس پورے یقین و اعتقاد کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہے کہ:

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مری چشم عالم سے چھپ جانے والے

Marfat.com

پھر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے نجدیوں کے اس عقیدے کی دھجیاں اُڑانے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی کہ مدینہ کے سفر کے وقت مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کی نیت کرے۔ روضۂ منورہ کی حاضری کی نیت نہ کرے۔

حضرت ابوایوب انصاری نے صاف صاف فرمادیا: ''میں اینٹ اور پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں بلکہ خاص دربارِ رسالت کی حاضری کے قصد و نیت سے یہاں آیا ہوں۔''

سبحان اللہ! صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان افروز والہانہ محبت کا کیا کہنا۔ خداوندِ قدوس ہر مسلمان کے قلب و دماغ میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ہی آفتاب و ماہتاب روشن فرمادے جس سے جسم کا رونگٹا رونگٹا اور بدن کا بال بال نورِ ایمان کی دولت سے مالا مال ہو جائے اور قبرِ انور کے پاس حاضر ہوتے ہی دو شعر وردِ زبان ہو جائیں کہ :

اللہ اکبر! اپنے قدم اور یہ خاکِ پا
حسرتِ ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے
معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے زائرو
کرسی سے اونچی کرسی اسی پاک در کی ہے

(روحانی حکایات)

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن

جنگِ بدر میں جب مشرکینِ مکہ اسلام اور مسلمانوں کو تہ تیغ کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

قُوْمُوْا اِلٰی جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۔

''جنت کی طرف اُٹھ کھڑے ہو جس کی چوڑائی سارے آسمان اور زمین ہیں۔''

یہ سن کر حضرت عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

Marfat.com

کیا (شہادت کے عوض) آسمانوں اور زمین کی چوڑائی کے برابر جنت ہے؟''

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!'' حضرت عمیر بن حمام کہنے لگے: ''بخ بخ''

رسولِ اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: وَمَا يُحْمِلُكَ عَلٰى قَوْلِكَ بَخٍ بَخٍ؟''

''بخ بخ کہنے پر تجھے کس بات نے اُبھارا؟''

حضرت عمیر بن حمام نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! قسم اللہ کی میں نے یہ جنت کی امید میں کہا ہے۔'' رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

فَاِنَّكَ مِنْ أَهْلِهَا ۔ ''تم جنت والوں میں سے ہو۔''

اس کے بعد حضرت عمیر بن حمام اپنے ترکش سے کھجوریں نکال کر کھانے لگے پھر شوقِ شہادت میں کہنے لگے: لَئِنْ أَنَا حَيِيْتُ حَتّٰى آكُلَ تَمَرَاتِيْ هٰذِهِ اِنَّهَا لَحَيَاةٌ طَوِيْلَةٌ ۔ ''اگر میں ان کھجوروں کے کھانے تک زندہ رہوں تو یہ بڑی ہی طویل زندگی ہو جائے گی۔'' چنانچہ انہوں نے بقیہ ساری کھجوریں پھینک دیں اور آگے بڑھ کر مردانہ وار جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (مسلم: کتاب الامارۃ/باب ثبوت الجنۃ للشہید ۱۹۰۱)

عجب خیر خواہی کا نظارہ

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی (م ۲۹۷ھ) کے ماموں اور ان کے استاذ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی انسانی خیر خواہی کا ایک عجیب اور باسند واقعہ حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے: ''احمد بن عمر خلقانی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عید کے روز حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ میرے ساتھ مسجد سے باہر نکلے۔ رستے میں ایک بزرگ اور جلیل القدر آدمی سے ان کی ملاقات ہوئی تو آپ نے ان سے سلام دعا کی مگر انتہائی اختصار کے ساتھ۔ سلام میں بزرگوں کے واسطے جو ''ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'' وغیرہ کے الفاظ بڑھائے جاتے ہیں، وہ آپ نے نہ بڑھائے اور نہ کوئی زیادہ خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ سلام

Marfat.com

دے کر آگے گزر گئے۔ میں (احمد بن عمر) نے عرض کیا: ''حضور! کیا آپ نے اس آدمی کو پہچانا نہیں؟ یہ فلاں بزرگ اور جلیل المرتبہ آدمی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''میں اسے اچھی طرح پہچانتا ہوں۔''

میں نے عرض کیا: ''تو آپ نے سلام میں کمی کیوں کی؟'' فرمانے لگے۔

''کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی ایک روایت ہے کہ جب دو مسلمان آدمی باہم ملتے ہیں اور ایک دوسرے سے سلام دعا اور مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ کی طرف سے سو رحمتیں ان پر نازل ہوتی ہیں جن میں سے نوے رحمتیں اس آدمی پر نازل ہوتی ہیں جو زیادہ خندہ پیشانی سے اور ہشاش بشاش طریقے سے پیش آتا ہے تو میں نے چاہا کہ زیادہ رحمتیں ان بزرگ کے حصے میں آجائیں۔''

(ابونعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ: حلیۃ الاولیاء ج دہم، ص ۱۲۳۔۱۲۴، طبع مصر، رسالہ قشیریہ، ص ۳۸۹)

عیسائی کے لئے دعا

شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ ایک روز اپنے مریدین کو لے کر باہر نکلے اس وقت آپ کے ساتھ چالیس آدمی تھے۔ آپ نے فرمایا:

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو رزق پہنچانے کا کفیل ہو چکا ہے۔''

چنانچہ ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۔

''کوئی اللہ سے ڈرے تو اللہ اس کی خلاصی کی صورت پیدا کر دیتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر توکل کرے اللہ اسے کافی ہے۔''

لہٰذا تم سب اللہ پر توکل کرو اور اسی کی طرف دھیان کرو اور کسی کا خیال نہ کرو۔ یہ فرما کر انہیں وہیں چھوڑا اور آپ چل دیئے۔ تین دن تک یہ لوگ وہیں رہے لیکن ان پر کوئی بھید

Marfat.com

نہ کھلا جب چوتھا روز ہوا شیخ تشریف لائے اور فرمایا: ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے (روزی تلاش کرنے کو) سبب پیدا کرنا مباح کر دیا اور اس کی اجازت دے دی۔''

چنانچہ اسی کی بابت ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۔

پس چاہیے کہ تم اپنے میں سے ایک آدمی جسے سچا سمجھتے ہو اسے بھیج دو۔ امید ہے کہ وہ تمہارے لیے کچھ کھانے کے لیے لے آئے گا۔ چنانچہ انہوں نے (اس کام کے لیے) ایک کو پسند کر کے جو سب میں زیادہ غریب تھا' بھیجا وہ وہاں سے چل کر بغداد میں پہنچا اور وہاں پھرتا رہا۔ معاش کی کوئی صورت اس سے نہ بنی اور بھوک کی وجہ سے نوبت یہ ہو گئی کہ چلنے سے مجبور ہو کر ایک نصرانی ڈاکٹر کے شفاخانہ کے سامنے بیٹھ گیا اس ڈاکٹر کے پاس بہت مخلوق آتی تھی اور وہ سب کا حال خود بتا دیتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی نگاہ اس فقیر پر پڑ گئی اس نے پوچھا: ''تمہیں کیا تکلیف ہے؟''

اس نے اسے نصرانی سمجھ کر اپنی بھوک کی کیفیت کہنی مناسب نہ سمجھی۔ (نبض دِکھانے کے لیے) اپنا ہاتھ آگے کر دیا اس نے نبض دیکھ کر کہا: ''میں نے تمہارے مرض کو بھی تشخیص کر لیا ہے اور اس کی دوا بھی سمجھ گیا ہوں۔ (تم اطمینان سے بیٹھے رہو)''

پھر اپنے غلام سے کہا: ''فوراً بازار جاؤ اور آدھا سیر روٹی اور اسی قدر ہی قیمہ اور اتنا ہی حلوا لے آؤ۔''

غلام بازار گیا اور یہ اشیاء لے آیا۔ نصرانی نے لے کر خود اس فقیر کو دی اور یہ کہہ دیا: ''میرے خیال میں تو تمہارے مرض کی بس یہی دوا ہے۔''

فقیر نے کہا: ''اگر تم اپنی طبابت میں سچے ہو تو مہربان چالیس اور آدمیوں کو یہی مرض ہے۔''

نصرانی نے غلام سے کہا: ''اچھا پھر جلدی سے بازار جاؤ اور ایسا ہی کھانا چالیس

Marfat.com

آدمیوں کا اور لے آؤ۔''

غلام لے آیا اور فقیر کو دے کر ایک قلی کو ساتھ لیا کہ جہاں یہ کہے' ان کے ساتھ لے جا۔ ادھر فقیر سے کہا: ''آپ جو اور فقیر بتاتے ہیں' یہ ان کے پاس لے جائیے۔''

چنانچہ یہ فقیر اور اس کے ساتھ وہ قلی ان لوگوں کے پاس پہنچے اور ڈاکٹر بھی تھوڑے فاصلے سے ان لوگوں کے پیچھے پیچھے رہا تا کہ فقیر کے سچا ہونے کو دیکھے جب اس غار میں پہنچا جہاں اس کے ساتھی تھے تو ڈاکٹر دروازے کے باہر ایک روزن کے پیچھے کھڑا ہو گیا اس نے وہ کھانا رکھا اور سب نے شیخ شبلی کو آواز دی اور سارا کھانا ان کے سامنے رکھ دیا۔

شیخ نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور فرمایا: ''اے فقیرو! اس کھانے میں تو عجیب بھید ہے۔''

پھر آپ اس فقیر کی طرف متوجہ ہوئے جو کھانا لایا تھا اور فرمایا: ''اس کھانے کا پورا قصہ بیان کر کس طرح ہوا ہے؟''

اس نے سب قصہ بیان کیا: ''یا شیخ! ہم (غریب فقیر آدمی) اس کا عوض کس طرح دے سکتے ہیں؟''

فرمایا: ''کھانا کھانے سے پہلے اس کے حق میں دعا کرو۔''

وہ نصرانی یہ سب قصہ سن رہا تھا جب اس نے دیکھا کہ یہ لوگ اس قدر بھوک کے کھانا کھانے سے رُک گئے ہیں اور جو شیخ نے فرمایا تھا' وہ سن لیا تو اس وقت دستک دی۔ انہوں نے دروازہ کھول دیا اس نے اندر جا کر اپنا جنیو توڑ کر پھینک دیا اور کہا: ''اے شیخ! ہاتھ بڑھاؤ! میں مسلمان ہوتا ہوں۔''

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

پھر تو نصرانی پکا مسلمان ہو کر شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کے مریدوں میں ہو گیا۔

(نزہۃ المجالس اردو ترجمہ روضۃ الریاحین مصنفہ امام ابی محمد عبداللہ ابن سعد یمنی یافعی ص ۱۶۰ تا ۱۶۲ ترجمہ مولانا جعفر علی صاحب نگینوی مطبوعہ سعید کمپنی' کراچی)

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص سے دعا کروائی

حضرت سیدنا کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل قحط سالی میں مبتلا ہو گئے اس سال بارش بالکل نہ ہوئی۔ لوگ پریشانی کے عالم میں حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''آپ علیہ السلام ہمارے لیے بارش کی دعا فرمائیں۔''

حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''تم لوگ میرے ساتھ فلاں پہاڑ کی طرف چلو۔''

چنانچہ لوگ آپ علیہ السلام کے ساتھ چل دیئے۔ آپ علیہ السلام نے پہاڑ پر چڑھ کر ارشاد فرمایا:

''تم میں سے کوئی بھی ایسا شخص میرے ساتھ نہ رہے جس نے کبھی کوئی گناہ کیا ہو۔''

یہ سن کر آدھے سے زیادہ لوگ واپس پلٹ گئے۔ آپ علیہ السلام نے دوبارہ ارشاد فرمایا: ''جس سے کبھی کوئی گناہ سرزد ہوا ہو وہ واپس پلٹ جائے۔''

سب واپس چلے گئے۔ ''رخ'' نامی شخص باقی بچا۔ جس کی ایک آنکھ ضائع ہو چکی تھی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا تم نے میری بات نہیں سنی؟''

عرض کی: ''حضور! میں آپ علیہ السلام کی بات سن چکا ہوں۔''

فرمایا: ''کیا تم سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا؟''

کہا: ''حضور! مجھ سے ایک فعل سرزد ہوا ہے۔ میں آپ علیہ السلام کے سامنے عرض کیے دیتا ہوں اگر وہ گناہ ہے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔''

Marfat.com

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''بتاؤ! تم سے کون سا فعل سرزد ہوا ہے؟''

کہا: ''ایک مرتبہ میں ایک ایسے گھر کے قریب سے گزرا جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اچانک میری نظر گھر میں موجود ایک شخص پر پڑی، میں نہیں جانتا کہ وہ مرد تھا یا عورت۔ مجھے احساس ہوا تو میں نے اپنی آنکھ سے کہا: ''تو نے ایک غلط کام میں جلدی کی اب تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ میں نے اپنی وہ آنکھ نکال ڈالی اگر میرا دیکھنا گناہ تھا تو میں واپس چلا جاتا ہوں؟''

حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''تمہارا یہ فعل گناہ نہیں اب تم ہی اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرو۔''

یہ سن کر اس ''برخ'' نامی عابد نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کر دیئے اور بارگاہِ خداوندی میں اس طرح عرض گزار ہوا:

''یا قدوس! یا قدوس! تیرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں اگر تو کوئی چیز عطا فرما دے تو تیرے خزانوں میں کمی نہ ہوگی۔ میرے مولیٰ! تو بخل سے پاک ہے، کوئی ایسی چیز نہیں جسے تو نہ جانتا ہو۔ میرے مولیٰ! ہمیں بارانِ رحمت سے سیراب کر دے۔''

ابھی دعا ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ چھما چھم رحمت کی برسات ہونے لگی، ہر طرف جل تھل ہو گیا اور یہ دونوں حضرات بارش میں بھیگتے ہوئے واپس پلٹے۔

(عیون الحکایات)

نیکی کا اجر و ثواب

بیان کرتے ہیں کہ ایک فقیر عاشورہ محرم کے دن قاضی کے پاس آیا اور اس سے کہا:

''اللہ تعالیٰ قاضی کو عزت دے، میں ایک فقیر بال بچہ دار آدمی ہوں اور تیرے پاس اس دن کو سفارشی لے کر آیا ہوں کہ تو مجھے ایک من (من دو رطل کا ہوتا ہے اور ایک رطل

Marfat.com

تقریباً آدھ سیر کا ہوتا ہے) روٹی کا دس من گوشت اور دو درہم دے تا کہ میں آج کے دن اپنے بچوں کا پیٹ بھروں اور تیرے واسطے اللہ کے نزدیک جزائے خیر ہوگی۔"

چنانچہ قاضی نے ظہر تک کا اس سے وعدہ کیا جب ظہر کا وقت آیا اور وہ فقیر اس کے پاس پھر آیا تو اس نے عصر تک کا وعدہ کیا پھر جب عصر کا وقت آیا تو وہ بے چارہ قاضی کے پاس پھر آیا اس کے بچوں کی گھر میں یہ حالت تھی کہ بھوک سے ان کے کلیجے پگھل گئے تھے۔ پس قاضی نے اس سے مغرب کا وعدہ کیا۔ چنانچہ وہ مغرب کے وقت اس کے پاس پھر گیا اس کے بعد قاضی نے اس سے کہا: "میرے پاس کوئی چیز ایسی نہیں جو میں تجھ کو دوں وہ فقیر شکستہ دل روتا ہوا اپنے بچوں سے خوف زدہ واپس آیا اور اس کو غم اور ڈر اس کا تھا کہ بچوں کو کیا جواب دوں گا۔ وہ اسی حالت میں غم و خوف میں روتا ہوا ایک نصرانی کے پاس سے گزرا اور وہ اپنے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ نصرانی نے اس کو روتا ہوا دیکھا تو اس سے کہا: "اے شخص! تیرا رونا کیسا ہے اور تو کیوں روتا ہے؟" اس نے اس کو جواب دیا: "میرا حال نہ پوچھو۔"

اس پر نصرانی نے اس سے کہا: "میں تجھ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ مجھے اپنے حال کی خبر دے۔"

چنانچہ فقیر نے قاضی کا حال اس سے بیان کیا اس کے بعد نصرانی نے اس سے کہا: "تیرے نزدیک یہ دن کیا اور کیسا ہے؟" پس فقیر نے اس سے کہا: "یہ عاشورہ محرم کا دن ہے۔"

اور اس کے ساتھ فقیر نے اس دن کی کچھ برکتیں بیان کیں (یہ سن کر) نصرانی کو رحم آیا اس نے فقیر کو اس سے زیادہ دیا جو اس نے روٹی اور گوشت کی مقدار کہی تھی اور اس نے فقیر کو دو درہموں سے اوپر بیس درہم اور دیئے اور اس سے کہا: "اس کو لو اور اس دن کی بزرگی کی وجہ سے جو اللہ نے اس کو بزرگی دی ہے، تیرے بچوں کے واسطے ہر مہینے میں مجھ پر اسی قدر لازم ہے۔"

چنانچہ وہ فقیر اپنے بچوں کے واسطے ان چیزوں کو شاداں وفرحاں لے گیا جب اس کے بچوں نے اس کو دیکھا تو بہت ہی خوش ہوئے پھر انہوں نے اپنی بلند آوازوں سے ندا دی اور دعا کی: ''اے ہمارے معبود! جس نے ہم کو خوش کیا ہے تو اس کو جلد سے جلد اپنی خوشی ظاہر کر کے خوش کر۔''

پس جب رات ہوئی اور قاضی سویا تو اس نے منادی غیب کی آواز سنی کہ اس سے کہتا ہے: ''اپنا سر اُٹھا۔''

چنانچہ اس نے سر اُٹھایا۔ ناگاہ کیا دیکھتا ہے کہ دو محل ایسے ہیں جو ایک اینٹ سونے اور ایک اینٹ چاندی سے بنے ہوئے ہیں۔ قاضی نے کہا: ''اے میرے اللہ یہ دونوں محل کس کے واسطے ہیں؟''

اس کو جواب دیا گیا: ''بلاشک یہ دونوں تیرے لیے تھے بشرطیکہ تو نے فقیر کی حاجت پوری کی ہوتی۔ جب تو نے اس کو ناکام واپس کر دیا تو اب یہ فلاں نصرانی کے لیے ہو گئے۔''

اس کے بعد قاضی ڈرتا ہوا اور ہائے خرابی اور ہلاکت کہتا ہوا خواب سے بے دار ہوا اور اس نصرانی کی طرف چلا اس سے کہا: ''تو نے شب گزشتہ کونسی نیکی کی ہے؟''

نصرانی نے اس سے کہا: ''تیرا یہ سوال کیوں ہے؟''

چنانچہ قاضی نے جو خواب میں دیکھا تھا اس سے بیان کیا پھر نصرانی سے کہا:

''جو نیکی تم نے کل کی رات میں فقیر کے ساتھ کی ہے اس کو میرے ہاتھ ہزار درہم پر بیچ دو۔''

نصرانی نے اس سے کہا: ''میں زمین بھر سونے کے عوض بھی اس کو نہ بیچوں گا لیکن اے قاضی تم کو اس پر گواہ بناتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوائی کوئی معبود برحق نہیں ہے اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

پس اللہ تعالیٰ نے نیکی اور زیادتی (حسنیٰ وزیادہ) کے ساتھ اس کا خاتمہ کیا اور اس کو

Marfat.com

کلمۂ شہادت پر موت دی۔ اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو سیراب کرے اور اس کا مقام جنت میں بنائے۔ (انوار محبوبی ترجمہ نوادر قلیوبی)

امام اعمش اور ابن طاؤس

بنو اُمیہ کے بادشاہ ہشام بن عبدالملک نے اپنے ایک معتمد خاص کے ساتھ ایک شاہی فرمان امام الحدیث حضرت اعمش کے پاس اس مضمون کے ساتھ بھیجا: ''آپ حضرت امیر المومنین جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خوبیاں اور حضرت امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کی بُرائیاں لکھ کر میرے پاس روانہ کیجیے۔''

امام اعمش نے سلطان کا خط پڑھ کر ایک بکری کے منہ میں دے دیا جب بکری خط کو چبا چکی تو آپ نے شاہی قاصد سے فرمایا: ''بادشاہ سے کہہ دینا کہ یہی اس کے شاہی فرمان کا جواب ہے۔''

سلطانی قاصد گڑگڑا کر کہنے لگا: ''حضرت! ہمیں تو آپ سے تحریری جواب لانے کا حکم ہے اگر ہم خالی ہاتھ لوٹے تو ہماری جان کی خیر نہیں۔''

قاصد کی گریہ زاری اور بے قراری دیکھ کر آپ کو رحم آ گیا تو آپ نے یہ خط تحریر فرما کر قاصد کے حوالے کر دیا۔

''اے امیر المومنین! اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں تمام دنیا بھر کی خوبیاں تھیں تو تجھ کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ میں جہاں بھر کی خوبیاں تھیں تو اس سے تجھ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا لہٰذا تو خاص اپنے نفس کی خبر لے اور اپنے اچھے بُرے عمل کی فکر کر۔'' والسلام (ابن خلکان ج ۱ ص ۲۱۳)

☆.....خلیفۂ بغداد ابو جعفر منصور نے مشہور امام الحدیث عبداللہ بن طاؤس کو دربارِ شاہی میں بلایا اس وقت دربار میں چند جلاد ننگی تلواریں لیے کھڑے تھے جو بادشاہ کے حکم

Marfat.com

سے لوگوں کا سر اُڑا دیتے تھے۔ خلیفہ نے عبداللہ بن طاؤس سے فرمائش کی کہ آپ اپنے والد کی سند سے کوئی حدیث سنائیے۔ اس فرمائش سے عبداللہ بن طاؤس کو گویا ایک بہترین موقع ہاتھ لگا کہ خلیفہ کو اس کی بے اعتدالیوں پر کچھ تنبیہہ فرمائیں۔ چنانچہ انہوں نے اس وقت منتخب کر کے یہ حدیث سنائی:

اَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ رَجُلٌ اَشْرَکَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ سُلْطَانِهٖ فَاَدْخَلَ عَلَیْهِ الْجَوْنَ ۔

''قیامت کے دن سب سے بڑھ کر اس شخص کو عذاب ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ اپنی سلطنت میں سے ایک حصہ عطا فرمائے پھر وہ ظلم کرے۔''

خلیفہ منصور جیسے ظالم و سفاک بادشاہ کے سامنے جلادوں کی موجودگی میں عبداللہ بن طاؤس کی یہ مجاہدانہ جرأتِ ایمانی دیکھ کر پورا دربار دہل گیا اس وقت حضرت امام مالک بھی دربار میں موجود تھے' ان کا بیان ہے: ''مجھے عبداللہ بن طاؤس کے قتل کا پورا پورا یقین ہو گیا۔ چنانچہ میں نے اپنے دامن کو سمیٹ لیا کہ کہیں ان پر خون کے قطرات نہ پڑ جائیں۔ منصور تھوڑی دیر خاموش رہا اور دربار میں سناٹا چھا گیا مگر اس خوف ناک وقت میں بھی عبداللہ بن طاؤس کی پیشانی پر کوئی بل نہیں آیا اور وہ سکون و اطمینان کا پہاڑ بنے بیٹھے رہے پھر منصور نے عبداللہ بن طاؤس کو حکم دیا کہ آپ ذرا دوات اُٹھا کر مجھے دیجیے تو آپ نے نہایت بے رُخی کے ساتھ انکار فرما دیا اور ارشاد فرمایا: ''مجھے ڈر ہے کہ تم اس دوات سے کوئی گناہ کی تحریر لکھو گے تو میں بھی تمہارے اس گناہ میں شامل ہو جاؤں گا۔''

یہ سن کر منصور مارے غصے کے سرخ ہو گیا پھر قہر آلود نگاہوں سے عبداللہ بن طاؤس اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھ کر بولا: قُوْمَا عَنِّیْ۔

''تم دونوں میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔''

عبداللہ بن طاؤس بادشاہ کے قہر و غضب سے ذرا بھی مرعوب نہیں ہوئے اور نہایت اطمینان کے ساتھ فرمایا: ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۔

Marfat.com

یہی تو ہماری عین مراد ہے اور اُٹھ کر چل دیئے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس دن سے میں عبداللہ بن طاؤس کے فضل وکمال کو مان گیا۔ (مستطرف ج ا ص ۷۹)

مذکورہ بالا حکایات میں خواجہ حسن بصری' امام اعمش' امام عبداللہ بن طاؤس کا گورنروں اور بادشاہوں کے مقابلے میں یہ مجاہدانہ اعلانِ حق اور انتہائی بے خوفی کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا دَورِ حاضر کے مصلحت اندیش اور مال داروں کی چاپلوسی کرنے والے مولویوں کے لیے تازیانۂ عبرت ہے۔ غور فرمایئے کہ ان حق گو' حق شناس اور حق پرست علماء سلف نے ظالم بادشاہوں کے مقابلہ میں اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر جس طرح حق کا بول بالا کیا ہے یہ جوشِ ایمانی اور جذبۂ ایمانی کی فراوانی یہ سرفروشانہ استقامت و استقلال اس حقیقت کی نشانی نہیں ہے کہ علمائے حق ملتِ اسلامیہ کی عمارت کے ستون اور حریتِ اسلام کی سلطنت کے تاج دار تھے۔ خدا شاہد ہے کہ ان علمائے حق کا ہی کارنامہ ہے کہ آج تک بڑے بڑے ظلم وعدوان اور ضلالت و طغیان کے طوفان میں بھی ملتِ اسلامیہ کا جہاز غرقاب ہونے سے بچا رہا اور لامذہبیت اور بے دینی کی بڑی سے بڑی خوف ناک آندھیوں میں بھی نورِ اسلام کا چراغ روشن ہی رہا۔ خداوندِ قدوس ان علمائے حق اور مردانِ احرار کی مقدس قبروں کو گلزار بنائے کہ ان باخدا بزرگوں نے حریتِ اسلام کا جو شاہکار پیش کر دیا' قیامت تک کی گردشِ لیل ونہار بھی اس کے نقش ونگار کو نہیں مٹا سکتی۔ سبحان اللہ سچ ہے

وہی ہے بندۂ حر جس کی ضرب ہے کاری
نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیاری
زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے
انہیں کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری

(روحانی حکایات)

Marfat.com

کار بد تو خود کرے، لعنت کرے شیطان پر

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جو ۵۸۳ء میں مکہ میں پیدا ہوئے اور ۶۴۴ء میں مدینہ منورہ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ آپ کی کنیت ابو حفص تھی۔ جرأت و بے باکی کا مجسمہ تھے، سچی بات علی الاعلان کہہ دیتے تھے۔ آپ ساڑھے دس سال منصبِ خلافت پر مامور رہے۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت آپ کے عہد کا زریں کارنامہ ہے۔ آپ اسلام کے اتنے بڑے جرنیل تھے کہ آپ نے اپنے عہد کی دو عظیم سلطنتوں ایران اور روم کو شکستِ فاش دے کر اسلام کا پرچم دُور دُور تک لہرا دیا۔ آپ کی صفات و حسنات بے پایاں ہیں۔ ان کے تذکرے کے لیے ایک ضخیم کتاب بھی ناکافی ہے۔ اعمال بدل جانے سے نتائج بھی بدل جاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان اور حسنِ عمل کی جس معراج پر تھے اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ساری دنیا کی باطل قوتیں ان کے آگے سرنگوں ہو گئیں۔ آج ہم اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں کو چھوڑ کر ذلت و ہلاکت کی جس انتہا کو پہنچ گئے ہیں، وہ سراسر ہمارے کرتوتوں کا نتیجہ ہے اس میں کسی دوسرے کا کیا قصور؟

یوں ہنسی آتی ہے مجھ کو حضرتِ انسان پر
کارِ بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان پر

پیا ہے دودھ جن لوگوں نے غیرت والی ماؤں کا

ایک رات امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے خادم کے ساتھ گشت کے لیے نکلے، وہ مدینے کی گلیوں میں لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے گھومتے پھرتے رہے۔ چلتے چلتے انہیں تھکاوٹ محسوس ہوئی، وہ ایک گھر کی دیوار سے ٹیک لگا کر آرام کی غرض سے کھڑے ہو گئے، اتنے میں صبح بھی روشن ہو گئی۔

اس گھر کے اندر سے ایک بوڑھی عورت کی آواز آ رہی تھی، وہ اپنی بیٹی کو دودھ میں پانی ملانے کا حکم دے رہی تھی لیکن لڑکی ماں کے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر رہی تھی۔ وہ

Marfat.com

کہہ رہی تھی: ''امیر المومنین نے دودھ میں پانی ملانے سے منع کیا ہوا ہے اور بذریعہ منادی اس کا اعلان بھی کرادیا ہے۔''

ماں نے بیٹی سے کہا: ''کیا اس وقت عمر تمہیں دیکھ رہا ہے جو تم اس سے ڈر رہی ہو؟''

لڑکی نے جواب دیا: وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ عُمَرُ یَرَانَا فَاِنَّ رَبَّ عُمَرَ یَرَانَا ۔

''اگر عمر ہمیں نہیں دیکھ رہا تو کیا ہوا عمر کا رب تو یقیناً ہمیں دیکھ رہا ہے۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس نوجوان لڑکی کی دین داری اور امانت داری سے بہت مسرور اور متاثر ہوئے۔ غلام سے فرمایا: ''اس گھر کو نظر میں رکھو۔''

دن چڑھے اس لڑکی کے بارے میں پوچھا۔ لوگوں نے بتایا: ''وہ سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کی بیٹی اُم عمارہ ہے۔''

جب یہ معلوم ہوا کہ وہ ابھی کنواری ہے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام بیٹوں کو بلوایا اور پوچھا: ''تم میں سے کون اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے؟''

ان کے بیٹے عاصم کہنے لگے: ''میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

فاروقی رنگ و جلوہ

چنانچہ ان کے لیے امیر المومنین نے اس لڑکی کا رشتہ مانگ لیا اور عاصم کی شادی اس نیک بخت لڑکی سے ہوگئی۔ عاصم کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی اس کا نام اُم عاصم رکھا گیا۔ یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں جب سنِ بلوغت کو پہنچیں تو ان کی شادی مروان بن حکم کے بیٹے عبدالعزیز سے ہوئی اب اُم عاصم کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا اس کا نام انہوں نے اپنے دادا کے نام پر عمر رکھا۔ یہی وہی عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو خلیفۃ المسلمین بنے جنہیں پانچواں خلیفۂ راشد بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے دَور میں اسلام کا شباب لوٹ آیا تھا۔ یہ ثمرہ تھا ایک نیک اور متقی لڑکی کی خدا خوفی کا۔

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عہد (۹۹ھ تا ۱۰۱ھ) میں بنو اُمیہ نے اپنی ناجائز جائے

Marfat.com

دادیں ضبط ہونے سے بچانے کے لیے ان کی پھوپھی فاطمہ بنت مروان کو سفارشی بنا کر ان کے پاس بھیجا۔ انہوں نے پھوپھی کو سمجھا بجھا کر واپس کر دیا۔ فاطمہ نے واپس آ کر بنواُمیہ سے کہا: ''تم نے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی پوتی سے رشتہ کیا تھا لہٰذا وہی فاروقی رنگ ان کی اولاد میں بھی موجود ہے۔''

(یہ واقعہ تاریخ کی متعدد کتابوں میں مذکور و معروف ہے دیکھیے تاریخ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، تالیف: علامہ ابن جوزی ۱۰۴)

دِلوں کے جاسوس

حضرت ابوجعفر خلدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ خلوت میں درگاہِ الٰہی میں مناجات کر رہے تھے۔ میں جا کر آپ کی مناجات ایسے طور پر سننے لگا کہ آپ کو معلوم نہ ہو۔ آپ نہایت اضطراب میں کہہ رہے تھے:

''بارِ خدایا! اہلِ دوزخ کو تو عذاب دے گا اور وہ سب تیرے علم اور قدرت اور ارادہ سے تیرے ہی پیدا کیے ہوئے ہیں اور اگر دوزخ کو تو آدمیوں سے بھرنا ہی چاہتا ہے تو تو اس بات پر قادر ہے کہ اس دوزخ اور اس کے تمام طبقات کو مجھ سے بھر دے اور ان کو بہشت میں بھیج دے۔'' ابوجعفر فرماتے ہیں:

''میں آپ کے معاملہ میں متحیر ہو گیا' کچھ دنوں بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی آنے والا آ کر کہتا ہے کہ خداوند نے فرمایا ہے کہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ سے کہہ دو کہ ہم نے تمہیں اس شفقت اور تعظیم کی وجہ سے بخش دیا ہے جو تمہیں ہم سے اور ہمارے بندوں سے ہے اور آپ کو نوری اس لیے کہتے ہیں کہ تاریک مکان میں جب آپ کلام کرتے تو آپ کے نورِ باطن کی وجہ سے مکان روشن ہو جاتا اور دوسرا یہ کہ نورِ حق تعالیٰ سے آپ اپنے مریدوں کے اسرار معلوم کر لیتے تھے یہاں تک کہ حضرت جنید نے فرمایا کہ ابوالحسن

Marfat.com

دِلوں کے جاسوس ہیں۔ یہ آپ کے مذہب کی بڑی خصوصیت ہے۔"

(کشف المحجوب (ترجمہ) ص ۲۹۶)

☆..... حجتہ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کا حال لکھا ہے جو بغداد میں تھے' ان کو خواجہ محمد منکدر کہتے تھے' دُکان بزازی کی کیا کرتے' موسمِ سرما میں لبادے (پوشاکیں) بنوا کر بیچتے جب دُکان سے کہیں کام کو جاتے تو غلام کو بٹھا جاتے اور تاکید کر جاتے کہ خبردار! یہ لبادہ دو دینار کو دینا اور یہ تین دینار کو اس میں کمی بیشی نہ کرنا۔ ایک دن ایک اعرابی (بدو) آیا اور غلام سے پوچھا: "فلاں لبادہ کس قیمت کو دے گا؟"

وہ لبادہ دو دینار کی قیمت کا تھا۔ غلام نے کہا: "تین دینار کا۔"

اعرابی کو سستا معلوم ہوا۔ تین دینار دے کر خرید لیا۔ راہ میں اسے محمد منکدر ملے' اپنا لبادہ پہچان کر اس سے پوچھا: "شیخ یہ لبادہ کتنے کو لیا ہے؟"

اس نے کہا: "تین دینار میں۔"

محمد منکدر نے کہا: "اس قسم کے لبادے دو دینار کو آتے ہیں۔ دُکان دار نے ایک دینار تجھ سے زیادہ لیا ہے۔ لوٹ آؤ اور لبادہ پھیر دو اور یہ ظاہر نہ کیا کہ یہ لبادہ میری دُکان کا ہے۔"

اعرابی نازک مزاج ہوا کرتے ہیں۔ سمجھا اس نے یہ پسند کر لیا ہے اور سستا جان کر واپس کرواتا ہے تاکہ خود خرید لے۔ غصہ میں آ کر کہا: "خواجہ یہ لبادہ ہمارے ملک میں دس بارہ دینار کا ہے تو براہِ فریب مجھ سے پھروا کر خود خریدنا چاہتا ہے۔"

حضرت منکدر نے جب دیکھا کہ اس کے دل میں شک پیدا ہوا ہے اس لیے غصے میں آ گیا ہے تو کہا: "شیخ ناراض نہ ہو یہ لبادہ میری دُکان کا ہے۔ میں غلام سے کہہ آیا تھا کہ اس قسم کا لبادہ دو دینار کو دینا اس نے تم سے تین دینار لے لیے ہیں۔ میرے ہمراہ چلو ایک دینار تم کو پھیر دوں گا یا اس سے عمدہ لبادہ تین دینار والا تم کو دوں گا۔"

اعرابی یہ سن کر ہمراہ آیا۔ حضرت منکدر نے ایک دینار اس کو دُکان سے واپس

دِلوایا۔ اعرابی نے وہاں سے لوٹ کر لوگوں سے پوچھا: ''یہ دُکان دار کون ہے' نہایت امین دیانت دار معلوم ہوتا ہے۔'' انہوں نے کہا: ''ان کو شیخ محمد منکدر کہتے ہیں۔''

اعرابی نے تعجب سے کہا: ''شیخ محمد منکدر یہی ہیں' ہم تو اپنے وطن میں بڑے سخت حوادث میں ان کے نام کو اپنا شفیع کرتے ہیں۔ ان کے نام کی برکت سے سب مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ ہم جانتے تھے محمد منکدر کوئی بڑا شیخ ہے' خانقاہ میں رہتا ہوگا۔ یہ نہ معلوم تھا کہ وہ یوں زمرہ تاجروں میں ہوں گے۔''

(کیمیائے سعادت ص ۲۸۲' خیر المجالس ملفوظات حضرت خواجہ نصیر الدین محمد چراغ' ص ۸۸)

گالیاں دیتا ہے کوئی تو دعا دیتے ہیں

ایک روز حضرت معروف کرخی بازار سے گزر رہے تھے کہ شراب خوروں کی ایک جماعت سے ان کا آمنا سامنا ہو گیا۔ یہ شیخ سے گستاخانہ پیش آئے۔ آپ کے ہمراہیوں نے ان کے حق میں بددعا کی درخواست کی تاکہ یہ بداعمال اپنے کیے کی سزا پائیں۔ شیخ نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھا دیئے۔ لوگ منتظر تھے کہ شیخ کے ان شرابیوں کے خلاف بددعا کرنے کی دیر ہے' ان شرابیوں کو سزا مل کر رہے گی کیونکہ شیخ مستجاب الدعوات تھے۔ اللہ اپنے بندوں کی دعا کو رد نہیں فرمایا کرتا مگر شیخ نے جب دعا مانگنا شروع کی تو لوگ حیران رہ گئے۔ شیخ نے پوری توجہ اور خلوص دل سے گڑگڑا کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا: ''یا الٰہی! جس طرح تو نے اس گروہ کو دنیا میں خوش کیا ہے اسی طرح آخرت میں بھی انہیں خوش حال رکھ۔''

دعا قبول ہوئی' شراب خوروں نے شراب کے مٹکے توڑ دیئے' لرزتے کانپتے اور گرتے پڑتے خدمت شیخ میں تائب ہوئے اور اپنے کیے پر معذرت چاہی۔ اس پر شیخ نے اپنے دوستوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''تم نے دیکھا جہاں میری دعائے خیر سے ہم سب ان کے رنج و آزار سے آزاد ہو گئے وہاں یہ شراب خوری کی آفت سے نجات پا گئے۔ گویا دونوں فریق اپنی مراد پا گئے۔''

Marfat.com

(ترجمہ رسالہ قشیریہ، ص ۲۱۳، مطبوعہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اردو ترجمہ خزینۃ الاصفیاء مرتبہ مفتی غلام سرور لاہوری، ج اوّل ص ۱۲۹۔۱۲۸، طبع مکتبہ المعارف گنج بخش روڈ لاہور)

بجائے بددعا کے دُعا

ایک روز حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ اپنے رفیقوں کے ساتھ کشتی میں بیٹھے ہوئے تھے، اتفاق سے سامنے سے ایک دوسری کشتی آ رہی تھی جس میں مصر کے کھیل کود والے لوگوں کا گروہ بیٹھا ہوا تھا اور حسبِ معمول شرارتیں اور شوروغل کر رہے تھے۔ آپ کے مریدوں کو ان سے بہت نفرت ہوئی اور کہنے لگے: ''اے شیخ! دعا کیجیے کہ ان سب کو اللہ تعالیٰ غرق کرے تاکہ ان کی نحوست لوگوں سے دُور ہو جائے۔''

تو حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۵ھ) نے اُٹھ کر ہاتھ کھڑے کیے اور دعا کی: ''بارِ خدایا! جیسا کہ اس جماعت کو تو نے اس جہان میں اچھی زندگی عطا فرمائی ہے، ان کو اس جہان میں بھی اچھی زندگی مرحمت فرما۔''

مرید آپ کے اس کلام کو سن کر بڑے متعجب ہوئے جب وہ کشتی ذرا اور نزدیک آئی اور ان لوگوں کی نظر حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی تو وہ رونے لگے اور ساز سب توڑ ڈالے اور توبہ کر کے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ آپ نے اپنے مریدوں سے فرمایا: ''آخرت کی اچھی زندگی دنیا کی توبہ ہے تم نے دیکھ لیا کہ سب کو مراد حاصل ہو گئی، تم اور ان سب لوگوں نے اپنی مراد پالی اور کسی کو کوئی رنج نہ پہنچا اور کلام اس پیر حقانی کا نہایت شفقت پر دلالت کرتا ہے اور اس میں آپ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتداء کیا ہے کہ جس قدر کفار حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم وستم کی زیادتی کرتے آپ رنجیدہ اور خفا نہ ہوتے بلکہ فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ ۔

''اے اللہ! میری قوم کو ہدایت فرما کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے۔''

(کشف المحجوب (ترجمہ) ۱۶۴، مطبوعہ فیروز سنز)

طریقت بجز خدمتے خلق نیست

دین صرف نماز، روزے، نوافل اور تسبیحات کا نام نہیں بلکہ خلقِ خدا کی سراسر اور مقدور بھر خیر خواہی کا نام ہے۔ نبی پاک علیہ التحیۃ والثناء کا معروف ارشاد ہے:

اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃَ۔ ''دین خیر خواہی کا نام ہے۔''

صوفیائے کرام نے اس ارشادِ نبوی ﷺ کو ہمیشہ اپنی زندگی کا معمول بنائے رکھا اور خیر خواہی کے کمال نمونے چھوڑے۔ حضرت بکر بن عبداللہ المزنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر کی چھت کا پرنالہ کسی راہگزر پر گرنے کے خیال سے رستے کو چھوڑ کر اپنے گھر کے اندر رکھتے۔ ایک مرتبہ آپ کی ایک بلی مرگئی تو آپ نے اسے گھر کے صحن میں ہی دفن کر دیا اور باہر نہ پھینکا تا کہ لوگوں کو اس کی بدبو سے تکلیف نہ پہنچے۔

(اخلاق صالحین ترجمہ تنبیہ المغترین، از عبدالوہاب الشعرانی، ص ۲۲۵ مطبوعہ لاہور)

☆..... حضرت یونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ چادریں اور اوڑھنیاں فروخت کیا کرتے تھے لیکن جب کبھی آسمان پر بادل ہوتے تو ان کو فروخت نہ کرتے اور نہ بازار لے کر جاتے تھے۔ کسی نے ایسا کرنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا: ''ابر کے دن خریدار کو اکثر معیوب اشیاء صاف نظر نہیں آتیں اور اس طرح گاہک دھوکہ کھا جاتا ہے اور کسی گاہک کو دھوکہ دینا ہمارے دین میں جائز نہیں۔ اپنا نقصان برداشت کر لینا تو گوارا ہے لیکن کسی دوسرے آدمی کا خسارہ کسی قیمت پر منظور نہیں۔ دنیوی مال و دولت کا خسارہ کوئی خسارہ نہیں۔ مال آنی جانی چیز اور ڈھلتی چھاؤں ہے، آج ہے تو کل نہیں ہوگی اصل نقصان تو دین کا نقصان اور آخرت کا نقصان ہے۔ اخروی نقصان نہیں ہونا چاہیے، دنیا کے نقصان کی خیر ہے۔ آج لوگوں کو آخرت کی فکر کی بجائے دنیا کی فکر ہے۔ عاقبت سنوارنے کی بجائے دنیا سنوارنے میں اپنی تمام صلاحیتوں کو کھپا رہے ہیں۔ انسان کی آنکھوں پر عام طور پر غفلت کی پٹی پڑی رہتی ہے۔ یہ غفلت کی پٹی اس وقت کھلے گی جب انسان اس دنیا سے رختِ سفر باندھے گا۔ مال و دولت اور عزیز و اقارب میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ قبر میں

Marfat.com

نہیں جائے گا۔ قبر کے اندھیرے اور وحشت و تنہائی کو صرف اعمال صالحہ ہی دُور کریں گے۔"

تربت میں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا
شمعیں بھی جلاؤ تو اُجالا نہیں ہوتا

(اخلاق صالحین ترجمہ تنبیہ المغترین، ص ۲۲۶)

☆.....دو درویش طویل سفر کے بعد جب جب حضرت عبداللہ خفیف علیہ الرحمہ کے یہاں حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ آپ شاہی دربار میں ہیں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے سوچا کہ یہ کس قسم کے بزرگ ہیں جو دربارِ شاہی میں حاضری دیتے ہیں۔ یہ سوچ کر دونوں بازار کی جانب نکل گئے اور اپنے خرقہ کی جیب سلوانے کے لیے درزی کی دُکان پر پہنچے اسی دوران درزی کی قینچی گم ہوگئی اور اس نے ان دونوں کو چوری کے شبہ میں پولیس کے حوالے کر دیا اور جب پولیس ان دونوں کو لے کر شاہی دربار میں پہنچی تو حضرت عبداللہ خفیف نے بادشاہ سے سفارش کرتے ہوئے فرمایا: "یہ دونوں چور نہیں ہیں لہٰذا ان کو چھوڑ دیا جائے۔"

چنانچہ آپ کی سفارش پر ان دونوں کو رہا کر دیا گیا اس کے بعد آپ نے ان دونوں سے فرمایا: "میں دربارِ شاہی میں صرف اس غرض کے لیے موجود رہتا ہوں۔

یہ سن کر وہ دونوں معذرت خواہی کے بعد آپ کے ارادت مندوں میں داخل ہو گئے اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خدا کے مقبول بندوں سے بے اعتقادی بھی وجہ مصیبت بن سکتی ہے۔ (شیخ عطار، تذکرۃ الاولیاء (اردو) ص ۲۵۰)

مظلوم کی مدد کرنا عبادت ہے

عوام کی خدمت، ان کی دردمندی، عوام کی تکالیف کو محسوس کرنا اور خود تکلیف اُٹھا کر ان کے درد دُکھ کو دُور کرنا، انسانی قلوب کو ایک رشتہ اُلفت میں پرونا، تصوف کی تعلیم کا اصل مقصد اور منشا ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کی زندگی میں

Marfat.com

ہمیں یہ کردار نمایاں نظر آتا ہے۔ ایک مرتبہ سرکاری کارندوں نے ایک کسان کے کھیت ضبط کر لیے اس نے آ کر آپ سے عرض کیا کہ دہلی کے حاکم نے میرے کھیت ضبط کر لیے ہیں اب وہ کہتا ہے کہ شاہ التمش کے فرمان کے بغیر یہ کھیت تم کو واپس نہیں مل سکتے اگر آپ شاہ التمش سے میرے کھیتوں کی بحالی کی سفارش فرمائیں تو میری اراضی مجھے واپس مل سکتی ہے۔ ارشاد فرمایا: ''میں تمہارے اس کام کے لیے خود تمہارے ساتھ دہلی جاؤں گا۔''

چنانچہ آپ اس مظلوم کسان کے ساتھ دہلی تشریف لائے۔ سلطان التمش کو خبر ہوئی تو وہ خود حاضرِ خدمت ہوا اور قدم بوسی کی سعادت حاصل کرنے کے بعد تشریف آوری کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے کسان کا سارا واقعہ بیان کر کے اس کی سفارش فرمائی۔ سلطان شمس الدین التمش نے عرض کیا: ''آپ نے اس کام کے لیے اتنی زحمت فرمائی اگر آپ اپنے کسی ادنیٰ خادم سے کہلا بھیجتے تو مجھے تعمیل میں کیا عذر ہو سکتا تھا؟''

فرمایا: ''مظلوموں کی امداد بھی عبادت میں داخل ہے اس لیے میں خود ہی اس کام کو انجام دینے کے لیے چلا آیا۔'' (کتاب اقبال کے محبوب صوفیاء، ص ۱۳۰۔۱۳۱)

☆.....سلطان غیاث الدین حضرت خواجہ فرید الدین سے معتقدانہ تعلق رکھتا تھا' دہلی کی سلطنت کا حصول بھی حضرت کی دعا اور محبت کا نتیجہ سمجھتا تھا اور خدام کی خدمت کو اپنی سعادت تصور کرتا تھا۔ حضرت خواجہ نے ایک مرتبہ ایک شخص کے اصرار پر سلطان کو ایک سفارشی رقعہ لکھا جو سفارش و بے نیازی کا عجب مجموعہ ہے۔ فرماتے ہیں:

''میں اس شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بعد آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اگر آپ اس کو کچھ دیں گے تو حقیقی عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہوگا اور آپ مشکور ہوں گے اور اگر آپ نہ دیں گے تو اس کا مانع اللہ تعالیٰ ہوگا اور آپ معذور ہوں گے۔''

(بحوالہ اخبار الاخیار' تاریخ دعوت و عزیمت حصہ سوم' ص ۴۱)

Marfat.com

کوئی نہیں بھروسہ اے بھائی زندگی کا

حضرت سیدنا عمر بن واصل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے' ایک مرتبہ حضرت سیدنا سہل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: ''اے ابو محمد! لوگ کہتے ہیں کہ دنیا میں ایسے عظیم بزرگ بھی ہیں جن کی صبح ''بصرہ'' میں ہوتی ہے اور شام مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً میں۔ کیا واقعی ایسا ہے؟''

فرمایا: ''ہاں! اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے بھی ہیں جو پہلو کے بل لیٹے ہوتے ہیں اور کروٹ بدلتے ہیں تو جہاں چاہتے ہیں' پہنچ جاتے ہیں۔''

پھر کچھ دیر خاموش رہے اور فرمایا: ''کیا ہم دیکھتے نہیں کہ بادشاہ اپنے وزیروں اور مشیروں میں سے جسے زیادہ فرماں بردار' بہادر اور اچھی نیت والا دیکھتے ہیں اسے اپنے خزانوں کی چابیاں دے دیتے ہیں اور اجازت دے دیتے ہیں کہ امورِ مملکت میں جو چاہے کرو' تم بااختیار ہو۔''

اسی طرح بندہ جب اپنے پاک پروردگار کی اطاعت وفرماں برداری کرتا رہتا ہے جن کاموں کا حکم دیا گیا انہیں بجالاتا ہے جن سے منع کیا گیا ان سے باز رہتا ہے اور ہر اس کام کو بخوشی کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اپنا مقرب بنالیتا ہے۔

اے لوگو! بے شک تم غفلت کا شکار ہو۔ ارے! یہ دنیا تم سے رخصت ہونے والی اور تم اس سے کوچ کرنے والے ہو جلدی کرو' غفلت کی نیند سے بے دار ہو جاؤ۔ بے شک معاملہ (آخرت) بہت قریب ہے جو کچھ کرنا ہے' جلدی جلدی کرلو۔

کوچ' ہاں! اے بے خبر ہونے کو ہے
کب تلک غفلت ؟ سحر ہونے کو ہے
کچھ نیکیاں کما لے جلد آخرت بنا لے
کوئی نہیں بھروسہ اے بھائی زندگی کا

Marfat.com

☆.....حضرت سیدنا ابوبکر کتانی اور مشائخ کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے ایک گروہ سے منقول ہے: ''حضرت سیدنا جعفر دینوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بھائی ملکِ شام میں رہتا تھا۔ وہ کسی بھی بستی یا شہر میں ایک دن یا ایک رات سے زیادہ نہ ٹھہرتا۔ ایک مرتبہ وہ ایک گاؤں میں گیا تو بیمار ہو گیا۔ سات دن بیمار رہا' نہ تو گاؤں والوں میں سے کوئی اس کی بیمار پرسی کے لیے آیا نہ ہی کھانے پینے کا پوچھا۔ آٹھویں رات بھوک و پیاس کی شدت میں اس کا انتقال ہو گیا۔ صبح گاؤں والوں نے اسے مردہ پایا تو غسل دے کر خوشبو لگائی' کفن پہنایا اور نمازِ جنازہ ادا کرنے چل پڑے۔ اتنے میں آس پاس کی بستیوں کے لوگ جوق در جوق وہاں پہنچ گئے اور کہنے لگے: ''ہم نے آج ایک غیبی آواز سنی' کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا:

''تم میں سے جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ولی کے جنازہ میں حاضر ہونا چاہے وہ فلاں بستی میں چلا جائے۔'' بس وہی آواز سن کر ہم یہاں آئے ہیں۔

پھر سب نے نمازِ جنازہ ادا کی اور اس ولی کو دفنا کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ آئے۔

صبح کی نماز کے بعد لوگوں نے مسجد کی محراب میں ایک کفن دیکھا اور ساتھ ہی ایک پرچہ تھا جس پر یہ لکھا ہوا تھا: ''تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کا ایک ولی سات دن تک بھوکا پیاسا اور بیمار پڑا رہا مگر تم نے اس کا حال تک نہ پوچھا نہ اس کی بیمار پُرسی کی نہ ہی کھانا وغیرہ کھلایا۔ ہمیں تمہارے کفن کی کوئی حاجت نہیں' تمہارا کفن تمہیں واپس کیا جا رہا ہے۔''

لوگوں نے یہ رقعہ پڑھا تو بہت شرمندہ ہوئے پھر اپنے علاقے میں ایک عمدہ مکان بنا کر مہمانوں اور مسافروں کے لیے خاص کر دیا اور مہمانوں اور مسافروں کی خوب خاطر مدارات کرنے لگے۔'' (عیون الحکایات)

کچھ نیکیاں کما لے جلد آخرت بنا لے

حضرت سیدنا احمد بن محمد بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے' میں نے حضرت سیدنا ابوبکر

Marfat.com

عطار رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جب حضرت سیدنا جنید رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو میں اور میرے کچھ رفقاء وہاں موجود تھے' ہم نے دیکھا کہ انتقال سے کچھ دیر قبل ضعف (کمزوری) کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے' آپ کے دونوں پاؤں متورم (سوجھے ہوئے) تھے جب رکوع و سجود کرتے تو ایک پاؤں موڑ لیتے جس کی وجہ سے بہت تکلیف اور پریشانی ہوتی۔ دوستوں نے یہ حالت دیکھی تو کہا: ''اے ابوقاسم رحمۃ اللہ علیہ! یہ کیا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں متورم کیوں ہیں؟'' فرمایا: ''اللہ اکبر! یہ تو نعمت ہے۔''

حضرت سیدنا ابومحمد حریری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

''اے ابوقاسم! اگر آپ لیٹ جائیں تو کیا حرج ہے؟''

فرمایا: ''ابھی وقت ہے جس میں کچھ نیکیاں کر لی جائیں اس کے بعد کہاں موقع ملے گا۔'' پھر اللہ اکبر کہا اور آپ کی روح اس دارِ فانی سے عالمِ بالا کی طرف پرواز کر گئی۔''

یہ بھی منقول ہے کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا: ''حضور! اپنی جان پر کچھ نرمی کیجیے۔''

تو فرمایا: ''اب میرا نامۂ اعمال بند کیا جا رہا ہے اس وقت نیک اعمال کا مجھ سے زیادہ کون حاجت مند ہوگا؟'' (ایضاً)

شیر کے ساتھ رات گزاری

ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ سے نقل ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں بہ نیت حج بیت اللہ الحرام (خانہ کعبہ) کی طرف گھر سے نکلا۔ مجھے شدت کی سردی لاحق ہوئی۔ چنانچہ میں نے پہاڑ میں ایک غار کی طرف پناہ لی۔ دفعتاً کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا شیر میرے پاس غار کے اندر آیا جب اس نے مجھے دیکھا تو مجھ سے کہا: ''میری بلا اجازت تجھ کو میرے گھر میں کس نے داخل کیا؟''

میں نے کہا: ''میں مسافر ہوں اور سامانِ سفر ختم ہو چکا ہے اور میں اس رات میں تیرے پاس مہمان آیا ہوں۔''

چنانچہ وہ شیر مجھ سے کنارے پہ ہو گیا اور میرے پہلو میں سویا اور میں نے صبح تک قرآن مجید کی تلاوت میں رات کاٹی جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو شیر نے مجھ سے کہا: ''اے ابراہیم! تم تعجب نہ کرو اور یہ نہ کہو کہ میں شیر کے پاس سویا تھا اور اس سے سلامت رہا۔ اللہ کی قسم ہے میں نے تین دن سے کچھ نہیں کھایا ہے اگر تم میرے مہمان نہ ہوتے تو میں تم کو ضرور کھا جاتا۔''

پس میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور وہاں سے چل دیا۔ چنانچہ جب میں اپنا حج ادا کر کے اپنی عبادت گاہ کی طرف واپس چلا تو میرا نفس ایک زمانہ یعنی بیس برس سے مجھ سے انار کی خواہش کرتا تھا اور میں اس سے ٹال مٹول کرتا تھا۔ ایک رات کو میرے دل نے مجھ سے کہا: بخدا اگر میری خواہش پوری نہ کرو گے تو میں عبادت میں سستی کروں گا اس کے بعد میں نے کہا: ''جب میں آبادی میں داخل ہوں گا تو تیری خواہش پوری کروں گا۔''

چنانچہ میدان کی طرف میری توجہ کا وقت آ گیا۔ میں نے ایک درخت دیکھا اور اس کی طرف گیا وہ انار کا درخت تھا اور اس پر بکثرت انار تھے میں نے اس سے ایک انار لیا لیکن اس کو ترش پایا اور اسی طرح دوسرا اور تیسرا اور چوتھا لیا اور میرا نفس کہتا تھا کہ میں نے تو میٹھے انار کی خواہش کی ہے اس کے بعد میں آبادی کی طرف چلا۔ چنانچہ میں نے ایک باغ میں ایک شخص کو پایا اور اس سے انار کا سوال کیا اس نے مجھ کو انار دیا مگر میں نے اس کو بھی ترش ہی پایا جب اس کو اس کی خبر کی تو اس نے مجھ سے کہا: ''اے ابراہیم! تمہارا نفس جو کچھ چاہتا ہے، تم اس کی تابع داری کرتے ہو۔ بخدا مجھے اس باغ میں چالیس برس رہتے ہو گئے لیکن میں اب تک میٹھے کو کھٹے سے تمیز نہیں کر سکتا یعنی میں نہیں پہچانتا کہ میٹھا کون ہے اور کھٹا کون ہے۔''

مجھے تعجب ہوا اور میں چل دیا پھر میں ایک ایسے جوان کے پاس پہنچا جو مبتلائے

Marfat.com

مصائب تھا۔ بھڑیں اس کے جسم میں ڈنک مارتی تھیں اور کیڑے اس کے ہاتھ اور پاؤں سے جھڑتے تھے اور وہ شخص کہتا تھا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكِ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا ''اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس سے عافیت دی جس میں اس نے تجھے مبتلا کیا اور اس نے مجھے اپنی بہت ساری مخلوق پہ فضیلت عطا فرمائی۔''

میں نے حیران ہو کر اس سے پوچھا: ''اے شخص! اس سے بڑی بلا اور کیا ہوگی؟''

(یہ سن کر) اس نے میری طرف دیکھا اور کہا: ''اے ابراہیم! بدنوں میں بھڑوں کا ڈنک مارنا انار کی خواہش سے بہتر ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ تو ایسا بندہ ہے جس کا امتحان کیا گیا یعنی تو جو کچھ چاہتا ہے خدا اس کے خلاف کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تیرے واسطے شیریں کو ترش سے بدل دیا۔''

یہ سن کر میں بے ہوش ہو کر گر پڑا جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اس جوان سے کہا: ''اے شخص! جب تیرا یہ مقام اور یہ رتبہ ہے تو تو اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں سوال کرتا کہ وہ تجھے ان تکلیفوں سے آرام دے؟''

اس کے جواب میں اس نے کہا: ''اے ابراہیم! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں تصرف کرتا ہے جو چاہتا ہے وہ حکم کرتا ہے اور جو چاہتا ہے ان کے ساتھ کرتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ کس قدر بندے ہیں جو اس کی آزمائش پر صابر اور اس کے حکم سے راضی ہیں۔ بخدا ابراہیم! اگر اللہ تعالیٰ میرے عضو کو کاٹ ڈالے تو بھی میں اس کی نسبت محبت ہی کو زیادہ کروں گا۔''

اس کے بعد میں اس کے حال سے تعجب کرتا ہوا اس سے علیحدہ ہوا۔ واللہ اعلم

(قلیوبی)

امراء وعلماء

مشہور اور مایۂ ناز محدث ابراہیم علیہ الرحمۃ کو خلیفہ دمشق ہشام بن عبدالملک نے خراج مصر کی تولیت کا عہدہ پیش کیا۔ آپ نے یہ کہہ کر انکار فرما دیا: ''میں اس کا اہل نہیں ہوں۔''

خلیفہ آپ کا انکار سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور غضب ناک ہو کر کہنے لگا: ''آپ کو یہ عہدہ قبول کرنا پڑے گا ورنہ آپ سخت سزا کے مستحق ہوں گے۔''

آپ ہشام کی قہر آلود دھمکیوں کو نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ سنتے رہے جب ہشام خاموش ہو گیا تو آپ نے فرمایا: ''اے امیر المومنین! قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا ۔

''ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو ان سبھوں نے خائف ہو کر اس بار امانت کو اُٹھانے سے انکار کر دیا۔''

اے امیر المومنین! جب بار امانت اُٹھانے سے انکار کرنے پر اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر ناراض نہیں ہوا تو آپ مجھ کو بارِ امانت اُٹھانے سے انکار کرنے پر اس قدر ناراض ہو کر کس طرح سزا دے سکتے ہیں؟ ابراہیم محدث کی یہ حقانی تقریر سن کر ہشام کے ہوش و حواس کا طوطا اُڑ گیا اور بالکل لاجواب ہو کر خاموش ہو گیا اور اس عہدہ پر کسی دوسرے شخص کو مقرر کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۷۳)

☆ ..... مولانا علاء الدین اپنے دَور کے مشاہیر علماء میں ایک امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ عمر بھر درس و تدریس کا مشغلہ رکھا۔ شاہجہان بادشاہ کے دربار کے ساتھ منسلک رہے۔ شاہجہان کے بعد عالمگیر کے دربار سے تعلق ہو گیا۔ منقول ہے کہ اورنگ

Marfat.com

زیب عالمگیر نے اپنے بھائیوں کو قتل کرانے اور اپنے باپ شاہجہان کو آگرہ کے قلعہ میں قید کرنے کے بعد ایک دربار خاص منعقد کیا جس میں ملک بھر کے علماء اور دوسرے دانش وروں کو مدعو کیا۔ مولانا علاء الدین بھی حاضرِ دربار تھے۔ عالمگیر نے حاضرین کے سامنے تقریر کرتے ہوئے یہ یقین دِلایا کہ میرا حکومت پر قبضہ کرنا میرے کسی دنیاوی مفاد کی خاطر نہیں ہے بلکہ صرف خلقِ خدا کے فائدے کے لیے ہے۔ تمام حاضرین نے بادشاہ کی تائید کی اور بے شک بے شک بجا ہے' درست ہے کا نعرہ لگایا مگر مولانا علاء الدین کا جذبۂ حق گوئی برداشت نہ کر سکا۔ آپ نے کھڑے ہو کر بھرے دربار میں بادشاہ کے منہ پر کہہ دیا: ''جو شخص اپنے باپ کو جیل خانہ میں ڈال سکتا ہے اس سے خلقِ خدا کو اگر فائدہ پہنچ جائے تو بڑے تعجب کی بات ہے۔'' مولانا علاء الدین کی اس صاف گوئی پر تمام حاضرینِ دربار حیرت زدہ ہو گئے اور بادشاہ عالمگیر بھی آپ کا منہ تکتا رہ گیا اور کوئی جواب بن نہیں پڑا۔ (علماء حق ص ۴۷)

قاضی کی بے باکی

☆..... خلیفۂ بغداد منصور کے دَورِ حکومت میں قاضی سوار بن عبداللہ بصرہ کے قاضی تھے۔ کچھ لوگوں نے دربارِ خلافت میں چغلی کھائی کہ قاضی صاحب لوگوں کی شخصیت سے متاثر ہو کر اور منہ دیکھ کر فیصلہ کر دیا کرتے ہیں۔ خلیفہ منصور نے آپ کو دربارِ خلافت میں جواب دہی کے لیے طلب کیا۔ قاضی صاحب جیسے ہی دربار میں منصور کے سامنے کھڑے ہوئے منصور کو ایک دَم چھینک آ گئی۔ قاضی صاحب نے منصور کی چھینک پر یرحمك الله کیوں نہیں کہا۔ منصور نے ڈانٹ کر پوچھا: ''آپ نے میری چھینک پر یرحمك الله کیوں نہیں کیا؟'' قاضی صاحب نے برجستہ جواب دیا: ''اس لیے کہ آپ نے الحمدللہ نہیں کہا۔''

منصور نے کہا: ''میں نے دل میں الحمدللہ کہہ لیا تھا۔''

قاضی صاحب نے کہا: ''میں نے بھی دل میں یرحمک اللہ کہہ دیا تھا۔''

Marfat.com

خلیفہ منصور قاضی سوار کی بے خوفی اور حاضر جوابی سے بے حد متاثر ہوا اور کہا:

''آپ جائیے اور اپنے عہدہ پر برقرار رہیے۔''

جب آپ مجھ سے مرعوب نہیں ہوئے اور میری ہاں میں ہاں نہیں ملائی تو پھر مجھے یقین ہے کہ آپ کسی کی شخصیت سے مرعوب نہیں ہو سکتے اور ہرگز ہرگز کسی کا منہ دیکھ کر یا کسی کے دباؤ سے کوئی غلط فیصلہ نہیں کر سکتے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۸۵)

سلطنت کی قیمت

منقول ہے کہ ایک مرتبہ ''ابن سماک'' خلیفۂ بغداد ہارون الرشید کے دربار میں تشریف لے گئے۔ ایک دَم ہارون الرشید کو پیاس لگی اور اس نے پانی طلب کیا۔ خادم نے پانی کا گلاس ہارون الرشید کے ہاتھ میں دیا تو ابن سماک نے فرمایا: ''اے امیر المومنین! ذرا ٹھہر جائیے اور مجھے بتائیے کہ اگر پیاس کے وقت کہیں پانی نہ ملے اور آپ پیاس سے بے قرار ہو جائیں تو یہ ایک گلاس پانی آپ کتنی قیمت دے کر خریدیں گے؟'' ہارون الرشید نے جواب دیا: ''آدھی سلطنت''۔

پھر ابن سماک نے پوچھا: ''اگر یہ پانی آپ کے پیٹ پر پہنچ جائے اور آپ کا پیشاب بند ہو جائے اور یہ پانی آپ کے بدن سے نہ نکل سکے تو آپ اس کے علاج پر کتنی رقم خرچ کر دیں گے؟'' ہارون الرشید نے کہا: ''پوری سلطنت''۔

یہ سن کر ابن سماک نے فرمایا: ''اے امیر المومنین! وہ سلطنت جس کی قیمت پر ایک گلاس پانی اور اس کا پیشاب ہو بھلا کب اس قابل ہے کہ اس کی رغبت کی طرف جائے اور اس پر گھمنڈ کیا جائے۔'' ابن سماک کے ان کلمات کو سن کر ہارون الرشید چیخ مار مار کر رونے لگا اور کچھ جواب نہیں دیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۰۳)

☆.....احمد بن علی بصری ناقل ہیں کہ ایک دن خلیفہ بغداد متوکل باللہ نے علامہ احمد بن معدل اور دوسرے علمائے بغداد کو اپنے دربار میں بلایا جب تمام علماء مجتمع ہو گئے۔ خلیفہ اپنے پورے کروفر اور شاہانہ شان و شوکت سے دربار میں آیا۔ خلیفہ کو دیکھتے ہی سب

Marfat.com

لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے مگر علامہ احمد بن معدل بدستور بیٹھے رہے اور اپنی جگہ سے ہلے بھی نہیں۔ خلیفہ نے علامہ کی اس حرکت پر دل میں ناراض ہو کر اپنے خادم عبیداللہ سے دریافت کیا: ''کیا انہوں نے میری بیعت نہیں کی ہے؟ کیا یہ مجھے امیر المومنین نہیں تسلیم کرتے؟''

عبیداللہ نے عرض کیا: ''کیوں نہیں! لیکن اے امیر المومنین! ان کی بصارت میں کچھ کمی آ گئی ہے اور نظر بہت کمزور ہو گئی ہے غالباً انہوں نے آپ کو دیکھا نہیں۔''

یہ سن کر علامہ احمد بن معدل نے بلند آواز سے فرمایا: ''نہیں! اے امیر المومنین! میں اندھا نہیں ہوں لیکن میں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے آپ کو بچایا ہے کیونکہ حضورِ اکرم کا فرمان ہے: ''جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں اس کو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔''

یہ سن کر متوکل باللہ علامہ بن معدل کے پہلو میں بیٹھ گیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔

غیر حق کے سامنے مؤمن کا سر جھکتا نہیں

مذکورہ بالا پانچویں حکایتوں میں اس حقیقت کی تجلی ہے کہ علمائے سلف ''کلمۃ الحق'' کا اعلان کرنے میں ہرگز ہرگز کبھی بادشاہوں کے رعب و جلال سے مرعوب یا خائف و ہراساں نہیں ہوتے تھے بلکہ انتہائی بے خوف اور نڈر ہو کر امراء و سلاطین کو نصیحت کرتے تھے اور اعلاء کلمۃ الحق کے معاملہ میں اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ یہ درحقیقت ان علمائے حق کی ایمانی قوتوں اور روحانی توانائیوں کا کرشمہ تھا کہ بڑے بڑے ظالم و جابر بادشاہوں کی تلواریں ان قدسی صفت عالموں کی سیف زبانی کے مقابلہ میں کند ہو کر رہ جاتی تھیں اور ان باخدا بزرگوں کی ہر تقریر صداقت تاثیر کی شمشیر بن کر ظالموں کے ظالمانہ عزائم کے پرخچے اُڑا دیا کرتی تھی۔ درحقیقت یہی وہ مقدس جماعت ہے جس کے بارے میں خداوندِ قدوس نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: لَا یَخَافُوْنَ اِلَّا اللّٰہُ۔

''یہ وہ لوگ ہیں جن کے سینوں میں اللہ کے خوف کے سوا کسی غیر اللہ کے خوف کی

Marfat.com

گنجائش ہی نہیں۔"

یہ لوگ صرف خدا سے ڈرتے ہیں اور ساری خدائی میں کسی سے نہیں ڈرتے جس کا نتیجہ اور ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ خداوندِ قدوس ان کے سروں پر لاخوف علیھم ولاھم یحزنون کا تاج رکھ کر ان کو امن و بے خوفی اور مجاہدانہ جرأت و ہمت کا ایسا سلطان بنا دیتا ہے کہ یہ لوگ صرف خدا سے ڈرتے ہیں اور ساری خدائی ان سے ڈرنے لگتی ہے اور ان کو وہ شان نظر آتی ہے کہ ان کے دشمن بھی ان کو دیکھ کر پکار اُٹھتے ہیں کہ

غیر حق کے سامنے مومن کا سر جھکتا نہیں
یہ وہ طوفان ہے پہاڑوں سے بھی جو رُکتا نہیں

آج کل کے علمائے کرام و مشائخ عظام جو محض اس خوف سے کہ لوگ ہمیں "جھگڑالو" یا "تشدد پسند" یا "خشک ملا" کہیں گے۔ کلمہ حق کہنے سے رُکتے اور جھجکتے ہیں اور بداعمالیوں اور بداعتقادوں کا رد نہیں کر سکتے۔ کاش ان بزرگانِ سلف و علمائے حق کے نقشِ قدم کی پیروی کرتے تو آج کل ملک کے ماحول کا نقشہ ہی بدل جاتا مگر افسوس صد ہزار افسوس کہ اس دَور میں علمائے کرام کا عمل و کردار اس قدر پست اور جوش حقانیت و جذبۂ جہاد اتنا مردہ ہو چکا ہے کہ ہر دیکھنے والا ان کو دیکھ کر یہی کہنے لگتا ہے کہ

میں نے اے میر سپہ تیری سپہ دیکھی ہے
قل ھو اللہ کی شمشیر سے خالی ہے نیام
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ان علمائے حق میں سے ہیں جو اکبری دَور کے مشرکانہ و ملحدانہ مراسم اور جہانگیری عہد کی کفر نوازیوں کو مٹانے کے لیے اپنی زبان و قلم سے عمر بھر مصروفِ جہاد و سرگرمِ عمل رہے۔ دربار کے خوشامدی علماء سوء نے آپ کے خلاف جہانگیر کے سامنے ایسے ہی اُلٹی سیدھی لگائی کہ جہانگیر اپنی سلطنت کے غرور میں آپ کے درپے آزار ہو گیا اور آپ کو دربار میں طلب کر کے نہایت

تلخ کلامی کے ساتھ آپ سے گفتگو کی۔ آپ نے جہانگیر کے تمام سوالوں کا نہایت ہی معقول ومسکت جواب دیا اور جہانگیر کی قہر آلود دھمکیوں کا ذرہ بھر بھی آپ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ آپ کی کھری کھری باتوں سے جہانگیر جل بھن گیا۔ کوئی جواب نہ بن پڑا مگر حکومت کے نشہ میں آپ کی توہین کرنے لگا اور گوالیار کے قلعہ میں آپ کو قید کر دیا۔ آپ نے جہانگیر کے اس ظالمانہ سلوک کو نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ قبول فرمالیا اور قلعہ کی چہار دیواری میں محبوس ہو کر قیام پذیر ہو گئے۔

ہندوستان میں آپ کے لاکھوں مریدین ومعتقدین تھے بلکہ دربار کے بعض امراء سلطنت بھی آپ ہی کے مرید ومعتقد تھے۔ آپ کے ایک ادنیٰ اشارے پر جہانگیری حکومت کا تختہ اُلٹ پلٹ ہو سکتا تھا مگر آپ نے حکومت کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں فرمایا لیکن اکبر و جہانگیر کے خلافِ شرع، مشرکانہ رسوم اور کفر نوازیوں کے خلاف برابر اپنی زبان وقلم سے نعرۂ جہاد بلند فرماتے رہے۔ جہانگیر کو جب آپ کی جلالت شان اور تبلیغی کارناموں کا علم ہوا اور امراء دربار کی نگاہیں کچھ پھری پھری سی نظر آنے لگیں تو اس کو ہوش آیا۔ فوراً آپ کو قید سے رہا کر کے دربار میں انتہائی اعزاز واکرام کے ساتھ مدعو کیا۔ معافی کا خواست گار ہوا بلکہ آپ کے دستِ حق پرست پر تائب ہو کر آپ کا مرید ہو گیا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ میرے فرزند شاہزادہ خرم (شاہجہان) کو آپ اپنی خدمت میں رکھ کر اس کی تربیت فرمائیں۔ (علماء حق وغیرہ ص ۴۷)

سبحان اللہ! حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کے ان ہی مجاہدانہ کارناموں سے متاثر ہو کر ڈاکٹر اقبال نے سرہند شریف میں مزارِ پُر انوار پر حاضر ہو کر اس طرح نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار

Marfat.com

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو بے دار

کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو
آنکھیں میری بینا ہیں ولیکن نہیں بے دار

آئی یہ صدا سلسلہ فقر ہوا بند
ہیں اہلِ نظر کشور پنجاب سے بے زار

یہ میرے رب کا فیصلہ ہے

بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار تھا اس نے پہاڑ کی کھوہ میں اپنا مسکن بنا رکھا تھا' وہ لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل تھا' لوگ بھی اس کی نظروں سے دُور تھے اس کے قریب پانی کا ایک چشمہ تھا جس سے وہ وضو کرتا' اپنی تشنگی دُور کرتا اور نباتات سے اپنی غذا حاصل کرتا تھا۔ دن کو روزے سے رہتا اور رات اللہ کی عبادت میں گزارتا۔ اس کا ہر پل اور ہر لمحہ اطاعت و بندگی کی نذر ہوتا تھا چنانچہ سعادت و کامرانی کے آثار اس کے چہرے سے نمایاں تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس عبادت گزار کی خبر ہوئی تو آپ ایک دن اس کے پاس پہنچے لیکن اسے نماز اور ذکر اذکار میں مشغول دیکھ کر واپس چلے گئے پھر رات کو اس کے پاس گئے تو اسے عزیز و غفار رب العالمین کے دربار میں سرگوشی و مناجات میں مگن پایا۔

موسیٰ علیہ السلام نے اسے سلام کیا اور فرمایا: ''جنابِ والا! اپنے آپ پر نرمی کیجیے۔''

عبادت گزار: ''اے اللہ کے نبی! مجھے خدشہ ہے مبادا اچانک غفلت میں انتقال کر

Marfat.com

جاؤں اور اپنے پروردگار کے حضور مجھ سے کوئی کوتاہی ہو جائے۔''

موسیٰ علیہ السلام: ''کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟''

عبادت گزار: ''آپ میرے لیے پروردگار سے اس کی رضا و خوشنودی کی دعا کر دیں اور میری یہ التجا بھی پہنچا دیں کہ وہ مجھے زندگی بھر صرف اپنی ہی خوشنودی کے کاموں میں مشغول رکھے حتیٰ کہ میں اس سے جا ملوں۔''

موسیٰ علیہ السلام دعا و مناجات میں مشغول ہو گئے اور اپنے مولیٰ سے لذتِ کلام میں اس قدر ڈوب گئے کہ عبادت گزار کی باتیں یاد ہی نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا:

''آپ سے میرے عبادت گزار بندے نے کیا کہا تھا؟''

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ''میرے پروردگار! تو ہی زیادہ جانتا ہے اس نے تیری رضا و خوشنودی طلب کی ہے اور یہ درخواست بھی کی ہے کہ اس کی زندگی تیری ہی یاد میں گزرے حتیٰ کہ وہ تیرے دربار میں حاضر ہو جائے۔''

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ''اس عبادت گزار کے پاس جائیے اور کہیے کہ رات دن جتنی عبادت چاہے کر لے لیکن ہے وہ بہر حال جہنمی کیونکہ میرے صحیفے میں اس کا نام گناہ گاروں کی فہرست میں درج ہے۔''

موسیٰ علیہ السلام جب اس عابد کے پاس گئے اور پروردگار کے فیصلے سے آگاہ کیا تو عابد نے کہا: ''سبحان اللہ! میں اپنے پروردگار کے فیصلے کو خوش آمدید کہتا ہوں، ہر چیز میرے پروردگار کے فیصلے کے مطابق رواں دواں ہے اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور اس کے فیصلے کو کوئی روک نہیں سکتا۔''

یہ کہہ کر وہ عبادت گزار زور زور سے گریہ وزاری کرنے لگا..... پھر کچھ دیر کے بعد بولا: ''اے موسیٰ! میرے پروردگار کے جاہ و جلال اور عزت و شان کی قسم! میں اس کے در سے پلٹنے والا نہیں اور اس فیصلے کو سن کر ہرگز مایوس نہیں بلکہ اب اپنے پروردگار سے میری

Marfat.com

محبت دوبالا ہوگئی ہے۔"

اس کے بعد جب موسیٰ علیہ السلام دوبارہ اپنے پروردگار سے دعا و مناجات میں مشغول ہوئے تو عرض کیا: "میرے رب! جو کچھ تیرے عبادت گزار بندے نے کہا ہے اس سے تو اچھی طرح واقف ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے موسیٰ! میرے اس بندے کو یہ خوش خبری سنا دیجیے کہ وہ جنتی ہے۔ میری رحمت نے اسے جالیا۔ اسے یہ بھی بتا دیجیے کہ اس نے میرا یہ خوش کن فیصلہ اپنے صبر و رضا کے عوض حاصل کیا ہے کیونکہ میرا سابقہ کڑوا فیصلہ سن کر بھی وہ چیں بہ جبیں نہ ہوا تھا اگر وہ آسمان و زمین بھر گناہ بھی ساتھ لائے تب بھی میں اسے بخش دوں گا' میں کریم اور غفار ہوں۔"

جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ خوش خبری اس عبادت گزار کو سنائی تو وہ سجدے میں گر گیا' پروردگار کی حمد و ثنا کرنے لگا اور زبانِ حال سے کہنے لگا۔

سب کے دل میں ہے جگہ میری جو تو راضی ہوا
مجھ پہ گویا اِک زمانہ مہرباں ہو جائے گا

پھر اس طویل سجدے ہی میں اس نے اپنی جان جانِ آفریں کے حوالے کر دی۔

(سنہرے نقوش مطبوعہ دارالسلام)

سلطان المشائخ اور خیر خواہیٔ عالم

مولانا ضیاء الدین برنی فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اشراق کے وقت سے چاشت کے وقت تک آپ کے جان بخش کلمات اور روح افزاء گفتگو سننے میں مشغول رہا اس روز بہت سے بندگانِ خدا سلطان المشائخ کی خدمت میں بیعت کی نیت سے حاضر ہوئے اور دولتِ ابدی سے مشرف ہوئے اس

Marfat.com

وقت میرے دل میں خطرہ گزرا کہ مشائخ سلف مرید کرنے میں نہایت احتیاط کرتے تھے اور خوب غور و تامل کے بعد کسی کو مرید کیا کرتے تھے۔ سلطان المشائخ انتہا درجہ کے کرم اور مہربانی کی وجہ سے عام و خاص کی دست گیری کرتے اور بغیر امتحان و امتیاز کے لوگوں سے بیعت لیتے ہیں۔ میرے دل میں آیا کہ آپ سے اس بارے میں دریافت کرنا چاہیے لیکن چونکہ حضور مکاشف عالم تھے، فوراً میرے اس خیال سے واقف ہو گئے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: ''مولانا ضیاء الدین! تم ہر بات کو مجھ سے دریافت کرتے ہو لیکن کبھی یہ نہیں پوچھتے کہ میں بغیر تحقیق کیے آنے والوں کو بیعت کیوں کر لیتا ہوں؟''

سلطان المشائخ کی یہ بات سن کر میں سر سے پاؤں تک لرز اُٹھا اور حضور کے قدموں میں گر کر عرض کیا: ''عرصہ سے یہ مشکل اور دشواری مجھے درپیش تھی، آج بھی میرے دل میں یہ خیال گزرا تھا۔''

فرمایا: ''تو سنو! خدا تعالیٰ نے ہر زمانے میں اپنی حکمتِ بالغہ کی ایک خاصیت پیدا کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے کے آدمیوں کا طریقہ اور رواج و رسم علیحدہ ہوتا ہے اور زمانے کی رفتار لوگوں میں اس درجہ اثر کرتی ہے کہ زمانہ موجودہ کے لوگوں کے مزاج اور طبیعت گزشتہ لوگوں کے طبائع سے بالکل مشابہت نہیں رکھتے البتہ بہت کم آدمی ایسے ہوتے ہیں جن کی طبیعتیں پہلے لوگوں کی طبیعتوں سے ملتی جلتی ہیں اور یہ بات تجربات سے خوب واضح ہوتی ہیں جب اس قدر بات معلوم کر چکے تو یہ بھی معلوم کرو کہ مرید کی اصل ارادت یہ ہے کہ وہ غیر حق سے قطع تعلق کر کے مشغول بحق ہو جائے۔''

سلف کا قاعدہ تھا کہ جب تک مرید میں کلی انقطاع نہ دیکھتے تھے اس کے ہاتھ میں دستِ بیعت نہ دیتے تھے لیکن شیخ ابوسعید ابوالخیر کے زمانے سے شیخ سیف الدین باخرزی کے عہد تک اور شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی کے عہد مبارک سے حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے زمانے تک ایک اور ہی طریقہ نے

جلوہ گری کی تھی۔ ان اولوالعزم اور جلیل القدر بادشاہوں کے دروازوں پر جن کے علو درجات اور کرامات شرح سے مستغنی ہیں، ہر وقت ہجوم خلائق رہتا تھا اور ہر چار طرف سے بادشاہ، امراء، مشاہیر اور دیگر لوگ جوق در جوق آتے تھے اور اخروی مہلکات کے خوف سے اپنے تئیں ان عاشقانِ خدا کی پناہ میں ڈال دیتے تھے کیونکہ یہ ممکن نہ تھا کہ محبوبانِ خدا کا سا معاملہ ہر شخص کے ساتھ دوسروں پر قیاس کر کے برتا جاتا۔ پس شیخ ابوسعید ابوالخیر اور شیخ سیف الدین باخرزی اور شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ اسرارہم۔ لوگوں کو اسی طرح مرید کیا کرتے تھے جس طرح کہ میں کرتا ہوں اور اس زمانے کے موافق یہی ٹھیک بات ہے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کا ایک محبوب اور پسندیدہ شخص ایک جہاں کے گناہ گاروں کو اپنے سایہ حمایت میں لینا چاہے تو لے سکتا ہے اب میں تمہارے جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

''سنو! میں جو مریدوں سے بیعت لینے میں زیادہ احتیاط اور تفتیش نہیں کرتا تو اس کی چند وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ میں سنتا ہوں کہ بہت سے لوگ میری بیعت میں داخل ہونے سے معصیت و گناہ سے باز رہتے ہیں، نماز جماعت سے ادا کرتے ہیں اوراد و نوافل میں مشغول و مصروف ہوتے ہیں اگر میں پہلے ہی سے ارادت کے شروط و قیود ان سے بیان کروں اور ان شرائط کے بجالانے پر مجبور کروں نیز خرقہ توبہ تبرک جو خرقہ ارادت کے قائم مقام ہیں، نہ دوں تو اس قدر بھلائیاں جو ان سے ظہور میں آتی ہیں وہ ان سے محروم و بے نصیب رہیں۔ دوسرے یہ کہ مجھے شیخ سے اس بات کی اجازت ہے کہ بغیر کسی سفارش یا التماس یا وسیلہ کے بدون کسی تفتیش و کرید کے لوگوں سے بیعت لوں اور جب میں دیکھتا ہوں کہ ایک مسلمان آدمی عجز و اضطراب اور مسکنت و بیچارگی کے ساتھ میرے پاس آتا اور بصد الحاح کہتا ہے کہ میں تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں تو مجھے اس سے بیعت لینے میں کونسی چیز مانع ہو سکتی ہے؟ خاص کر جب کہ میری نسبت میں اس کے صادق ہونے کا غالب احتمال ہوتا ہے۔ پس ایسی صورت میں مجھے اس سے بیعت لینا ضروری

ہو جاتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ میں نے نہایت ثقہ اور راست باز لوگوں سے سنا ہے کہ جو لوگ میری ارادت و بیعت میں داخل ہوتے ہیں، وہ تمام گناہوں سے الگ ہو جاتے ہیں۔'' (تاریخ مشائخ چشت، ص ۲۸۹ تا ۲۹۲)

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے

حضرت سیدنا حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب حضرت سیدنا شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً آئے تو حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں موجود تھے، دونوں عظیم بزرگ مسجدِ حرام میں جمع ہوئے۔ حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: ''رزق کے معاملے میں تمہارا کیا حال ہے؟''

فرمایا: ''جب کھانے کو مل جاتا ہے تو کھا لیتے ہیں اگر نہ ملے تو صبر کرتے ہیں۔''

حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''یہ حال تو ہمارے بلخ کے کتوں کا ہے کہ جب کھانے کو مل جائے تو کھا لیتے ہیں اور نہ ملے تو صبر کرتے ہیں۔''

پھر حضرت سیدنا شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: ''اچھا! آپ کی اس معاملے میں عادت کیا ہے؟'' فرمایا: ''ہمارا تو حال یہ ہے کہ کوئی چیز کھانے کو ملے تو صدقہ کر دیتے ہیں اور جب بھوکے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی تعریف بجالاتے اور شکر ادا کرتے ہیں۔''

جب حضرت سیدنا شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بیٹھ گئے اور کہا:

''اے ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ! آج سے آپ ہمارے استاذ ہیں۔'' (عیون الحکایات)

☆..... حضرت سیدنا احمد بن محمد صوفی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے استاذ حضرت سیدنا ابوعبداللہ بن ابوشیبہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا:

''ایک مرتبہ میں بیت المقدس میں تھا، میری خواہش تھی کہ آج رات مسجد میں ہی

Marfat.com

قیام کروں اور تنہا عبادتِ الٰہی میں مصروف رہوں لیکن مجھے رات گزارنے کی اجازت نہ ملی۔ کچھ دنوں بعد دوبارہ مسجد میں گیا تو برآمدے میں کچھ چٹائیاں رکھی دیکھیں، میں عشاء کی نماز باجماعت ادا کر کے چٹائیوں کے پیچھے چھپ گیا۔ نمازیوں کے چلے جانے کے بعد دروازے بند کر دیئے گئے جب مجھے اطمینان ہو گیا کہ اب کوئی نہیں تو میں صحن میں آ گیا۔ اچانک محراب کی دیوار شق ہوئی اور ایک شخص اندر داخل ہوا پھر دوسرا اور تیسرا اسی طرح سات آدمی وہاں جمع ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ انہیں دیکھ مجھ پر ہیبت طاری ہو رہی تھی۔ میں سکتہ کے عالم میں اپنی جگہ کھڑا انہیں دیکھتا رہا پھر صبح صادق سے کچھ دیر قبل وہ جس راستے سے آئے تھے اسی سے باہر چلے گئے پھر دیوار برابر ہو گئی۔'' (ایضاً)

بندوں کا رزق

ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ بعض سرداروں نے سیر و سیاحت میں جو کام میں نے زیادہ تعجب کا کیا تھا اس کا حال مجھ سے پوچھا، میں نے کہا: ''میں اپنی سیر و سیاحت میں دریا کے کنارے پر دنوں اور مہینوں جس قدر اللہ نے چاہا، مقیم رہا اور میں تونبیاں بناتا تھا اور ان کو دریا میں ڈالتا تھا۔ وہ تونبیاں دریا کی نہر خلیج (شاخ دریا) کی طرف جاتی تھیں۔ ایک دن میں نے غور کیا کہ یہ تونبیاں کہاں جاتی ہیں؟ چنانچہ میں ان کے مقابل میں دریا کے کنارے پر چلا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت نہر پر بیٹھی رو رہی ہے، میں نے اس سے کہا: ''تجھے کیا چیز رُلاتی ہے اور تیرے رونے کی وجہ کیا ہے؟''

اس نے کہا: ''میری پانچ لڑکیاں ہیں اور ان کا باپ مر گیا ہے اور ہم کو فاقہ پہنچا ہے اور میں نہیں جانتی تھی کہ میں کیا کروں۔ میں اس نہر کی طرف نکلی۔ چنانچہ میں نے تونبیاں پائیں اور ان کو لیا اور واپس گئی اس کے بعد میں نے ان کو فروخت کیا اور لڑکیوں کے

واسطے کھانے کا غلہ وغیرہ خریدا۔ جب وہ ختم ہو گیا تو پھر نہر کی طرف نکلی اور تو نبیاں پائیں اور ان کو لیا اور فروخت کیا اور اس سے کھانا خریدا اور اب میری یہ حالت ہو گئی کہ میں اور میری لڑکیاں اسی سے اپنی خوراک بناتی اور بسر اوقات کرتی رہیں لیکن آج جو میں یہاں آئی تو تو نبیاں کا کچھ نشان نہ پایا اور میری لڑکیاں میری واپسی کی منتظر ہوں گی۔"

جب میں نے یہ سنا تو میں رویا اور کہا: "اے میرے رب! اگر میں جانتا کہ اس کے پانچ اہل وعیال ہیں تو کام میں ضرور زیادتی کرتا۔"

میں نے اس سے کہا: "تم غمگین نہ ہو میں ہی تو نبیاں بنانے والا ہوں۔"

اس کے بعد میں اس کے ساتھ اس کے گھر آیا اور ان کے واسطے مدت تک تو نبیاں بنائیں پھر اللہ تعالیٰ کی صنعت میں غور کرتا ہوا میدان کی طرف واپس آیا اور ایک درخت کے نیچے سویا۔ میرے پاس شیطان آیا اور مجھ سے کہا: "یہاں سے اُٹھو۔"

میں نے اس سے کہا: "تھوڑی دیر کے لیے میرے پاس سے الگ ہو تا کہ میں آرام کر لوں۔"

اس نے مجھ سے کہا: "اے ابراہیم! میرے ساتھ حلال اور حرام ہیں حلال تو اس پہاڑ کا انار ہے جو مباح ہے اور حرام وہ مچھلیاں ہیں جن کو میں نے شکاریوں سے لیا ہے جن میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے خیانت کی تھی۔ پس تم حلال کو لو اور حرام کو چھوڑو۔"

اس کے بعد میں نے انار لیا اور اس بڑھیا کی طرف واپس آ کر اس کو وہ انار دیا۔ چنانچہ اس نے اپنی لڑکیوں کے ساتھ اس کو کھایا اس کی عمدگی اور شیرینی سے وہ تعجب کرتی تھیں اس کے بعد میں صبح و شام ان کی خبر گیری کرنے لگا۔ ایک دن میں مسجد میں ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا تھا ناگاہ میں نے ایک بُری آواز سنی اس کے بعد میں مسجد سے اس گلی کے سرے پر گیا جہاں سے وہ بُری آواز آئی تھی اور تھوڑی دیر میں نے توقف کر کے واپسی کا ارادہ کیا مگر میرے نفس نے مجھے پھیرا اور میں گلی میں داخل ہوا۔ ناگاہ میں نے

Marfat.com

دیکھا کہ ایک کتا مجھ پر بھونکتا ہے اور میرے منہ کے سامنے کھڑا ہے اس کے بعد میں مسجد کی جانب واپس آیا تھوڑی دیر غور کیا پھر میں اسی جگہ لوٹ آیا جب میں نے کتے کی طرف نظر کی تو اس نے اپنی دُم ہلائی۔ میں اس کے گھر کے دروازے کے قریب ہوا ناگاہ میں نے ایک جوان خوش رو پسندیدہ خو کو دیکھا کہ وہ گھر سے نکلا اور میری طرف دیکھ کر کہا: ''اس کتے کے بھونکنے سے تعجب نہ کرو اس لیے کہ جو شخص سمجھتا ہے اس کے لیے یہ تادیب ہے، میں ایک بدکار آدمی ہوں اور میں فلاں فلاں گناہوں کا ارتکاب کر چکا ہوں اور جو میری تقدیر میں لکھا جا چکا ہے میں اس کو کر چکا ہوں لیکن تم مجھ سے عہد و پیماں لو کہ میں جس حالت پر تھا اب اس کی طرف نہ پلٹوں گا۔''

چنانچہ اس جوان نے توبہ کی اور اس کی توبہ قبول ہوئی پھر تو اس کی یہ حالت ہو گئی کہ وہ بغیر اللہ کے اور کسی چیز سے اُلفت نہیں کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہیں تھکتا تھا نہ اس کی بندگی میں کمی کرتا تھا حتیٰ کہ اس کی موت آ گئی اور وہ پروردگارِ عالم سے جا ملا بعد اس کے کہ وہ اللہ کے تابع دار اولیاء سے اور اس کے برگزیدہ محبوں سے ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی خوش نودی اس پر اور تمام اولیاء پر نازل ہو۔ (انوار محبوبی ترجمہ نوادر قلیوبی)

بڑے پاک صورت بڑے نیک سیرت

تابعی محدث یزید بن حبیب ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تو مصر کا گورنر ابن سہیل ان کی عیادت کے لیے آیا۔ درمیان گفتگو گورنر نے یہ مسئلہ پوچھا: ''جس کپڑے پر مچھر کا خون لگ گیا ہو وہ کپڑا پہن کر نماز جائز ہے یا نہیں؟''

امام ممدوح گورنر کا یہ سوال سن کر غصہ میں بھر گئے اور انتہائی غضب میں ہو کر حقارت کے ساتھ اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کوئی جواب نہ دیا اور جب گورنر چلنے لگا تو اس کی طرف قہر بھری نگاہوں سے دیکھ کر فرمایا: ''تو روزانہ خدا کے بندوں کا خوں ناحق بہاتا رہتا

Marfat.com

ہے اور آج مچھر کے خون کا فتویٰ پوچھنے چلا ہے۔'' (ابن خلکان ج ۲، ص ۱۶۳)

ظالم و بدکار اور فساق و فجار کی تنبیہ کے لیے ان کے سوالوں کا اس طرح جواب دینا اور بلاخوف ان کی بداعمالیوں پر انہیں جھڑک کر جھنجھوڑ دینا اکثر علمائے سلف کا طریقہ رہا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر صحابی رضی اللہ عنہما کا مشہور واقعہ ہے کہ حج کے ایام میں ایک کوفی ان سے یہ مسئلہ پوچھنے کے لیے آیا کہ احرام کی حالت میں مچھر مارنا ناجائز ہے یا نہیں؟ آپ نے انتہائی غضب و جلال میں آکر یہ فرمایا کہ آج یہ کوفی مچھر مارنے کا فتویٰ پوچھنے چلے ہیں کل جب انہی کوفیوں نے جگر گوشۂ رسول اور فرزند بتول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا کربلا میں خون بہایا تو اس وقت یہ لوگ مجھ سے کیوں نہیں مسئلہ پوچھنے کے لیے آئے تھے؟ (بخاری شریف)

دورِ حاضر کے علمائے کرام کو بھی یہی طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے کہ اکثر مال دار لوگ اپنی سیاہ کاریوں پر پردہ ڈالنے کے لیے علمائے کرام سے کبھی کبھی تقویٰ اور تقدس مآبی کے مسائل پوچھا کرتے ہیں تو علمائے کرام کو چاہیے کہ بالکل نڈر ہو کر یہ کہہ دیں کہ

بڑے پاک صورت بڑے نیک سیرت
نیاز آپ کو کچھ ہمیں جانتے ہیں

گناہوں سے حفاظت

بیان کرتے ہیں کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک ایسا عبادت گزار تھا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے واسطے ایک ویران عبادت گاہ میں تنہا رہتا تھا اور رئیس موضع ہر روز صبح و شام اس کے پاس آتا تھا اور اس کی اس عبادت پر بہت سے لوگ اس کی تعریف کرتے تھے اس کے بعد لوگوں نے اس کو ایک ایسی حسینہ عورت کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی کہ اس کے زمانہ میں کوئی عورت اس سے زیادہ خوب صورت نہ تھی اور یہ یوں ہوا کہ وہ عورت

Marfat.com

عابد کے پاس آئی اور اپنی بلند آواز سے پکارا: ''اے وہ شخص جو انسانوں اور جنوں سے بہت جزا دینے والے کی عبادت کے واسطے علیحدہ ہوا ہے' میں تجھ سے اللہ یکتا اور بڑے احسان کرنے والے کا واسطہ دے کر درخواست کرتی ہوں۔'' نیز حضرت موسیٰ بن عمران اور محمد (ﷺ) جو کہ آخر زمانہ میں مبعوث ہوں گے' ان کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ مجھے اندھیری رات میں ہر شیطان سے بچا اس لیے کہ رات بہت اندھیری ہے اور گاؤں دُور ہے اور میں ان حادثات سے جو رات کو پیش آتے ہیں' ڈرتی ہوں۔ چنانچہ عابد نے اس کے لیے دروازہ کھول دیا پس جب وہ عورت عبادت خانے میں داخل ہوئی تو اس نے اپنا کپڑا عابد کے سامنے پھیلایا اور ننگی ہو کر کھڑی ہو گئی اور اپنا جسم اس پر ظاہر کر دیا (یہ دیکھ کر) عابد نے اپنی آنکھ اس سے بند کر لی اور اپنے نفس کو اس سے محفوظ رکھا اور اس سے کہا: ''کیا تجھے اس ذات پاک سے شرم نہیں آتی جو تجھے دیکھ رہا ہے اور تیرا بھید اور راز جانتا ہے؟''

اس بے حیا عورت نے اس سے کہا: ''مجھ سے بات نہ بڑھاؤ تم کو میرے حسن و جمال سے ضرور فائدہ اُٹھانا پڑے گا۔''

پس عابد نے اس سے کہا: ''تیری عقل پر افسوس ہے' کیا تو روغن قطران (تارکول کی طرح ایک روغن ہے جو پہاڑی سرو سے نکالا جاتا ہے) اور اس آگ سے نہیں ڈرتی جو بدنوں کو جلا دیتی ہے۔ کیا تو گزشتہ زمانہ کی میری عبادت کو برباد کرے گی؟ کیا تجھ کو اس آگ سے جو بجھتی نہیں اور اس عذاب سے جو فنا نہیں ہوتا' خوف نہیں ہے؟''

اللہ کی مدد اور شیطان کا واویلا

اس کے بعد اس عورت نے عابد سے اپنی خواہش پھر طلب کی اور اپنے مطلب کا اعادہ کیا۔ چنانچہ عابد نے اس سے کہا: ''میں تجھ پر جھوٹی آگ پیش کرتا ہوں۔'

اس نے چراغ تیل سے بھرا اور بتی کو اس میں مخلوط کیا اور وہ عورت دیکھ رہی تھی پھر اس نے اپنا انگوٹھا اس پر رکھا چنانچہ آگ اس کو کھا گئی پھر وہ آگ انگشت شہادت تک پہنچی

Marfat.com

اور زائل نہ ہوئی حتیٰ کہ اس کی ہتھیلی کو بھی کھا گئی اور وہ عابد کہتا تھا: ''یہ دنیا کی آگ ہے، آخرت کی آگ کا کیا حال ہوگا۔''

یہ دیکھ کر عورت نے سخت چیخ ماری اور مردہ ہو کر گر پڑی۔ چنانچہ عابد اس کے حال سے متحیر ہو گیا اس نے عورت کے کپڑے سے اس کو چھپا دیا اور خود نماز کے واسطے کھڑا ہو گیا اس کے بعد ابلیس نے شہر میں پکارا: ''فلاں عابد نے فلانی عورت سے زنا کیا اور اپنے عبادت خانہ میں اس کو مار ڈالا۔''

امیر شہر نے یہ سنا اور صبح بھی نہ ہونے پائی تھی کہ وہ عابد کے پاس پہنچ گیا اس کو آواز دی عابد نے اس کو جواب دیا پھر امیرِ شہر نے کہا: ''فلانی عورت کہاں ہے؟''

عابد نے کہا: ''خبردار ہو کہ وہ میرے پاس ہے۔''

امیر شہر نے اس سے کہا: ''اس عورت سے کہو کہ ہمارے پاس نیچے اُترے۔''

عابد نے اس سے کہا: ''وہ تو مردہ ہے۔''

(یہ سن کر) امیر نے گمان کیا کہ جو کچھ اس نے سنا ہے، سچ ہے اس نے کہا:

''اے زاہد! جس عبادت پر تو قائم تھا اس کو تو نے توڑ ڈالا اور برباد کیا اور تو نے اس سے خوف نہ کیا جو تجھ کو پرہیز گاری کی حالت میں دیکھتا تھا یعنی تو نے اللہ تعالیٰ کا خوف نہ کیا اور تو نے اس کی لونڈی کے قتل پر کیونکر جرأت کی اور اس کام اور اس کے انجام سے تو نہ ڈرا۔''

عابد اس کے سوال کی ہیبت سے متحیر ہو چکا ہو گیا اور اس کو یہ نہ معلوم ہوا کہ اس کا کیا جواب دے اس کے بعد امیر نے اس کے عبادت خانہ کے گرا دینے کا حکم دیا اور یہ حکم دیا کہ اس کی گردن میں زنجیر ڈال دی جائے اور وہ عذاب کے مقام تک گھسیٹا جائے۔ وہ عورت لکڑیوں کے تختہ پر اس کے ساتھ تھی۔ امیر نے عابد کو آرا سے چیرنے کا حکم دیا کیونکہ اس اطراف میں زانیوں کی سزا کا یہی طریقہ اور عادت تھی۔ اس نے یہ بھی حکم دیا کہ عابد کے بارہ میں نہ تو کوئی سفارش کرے اور نہ اس کو منع کرے اور نہ اس کی کوئی

Marfat.com

حمایت کرے۔ چنانچہ جب اس کے سر پر آرا رکھا گیا تو اس نے حاسدوں کے انتقام اور ان کے کینہ کی وجہ سے ایک آہ کھینچی اور اپنے دل اور زبان سے ندا دی: ''اے بھیدوں کے جاننے والے! اتنا ہی اس کی زبان سے نکلا تھا کہ ناگاہ اس نے یہ آواز سنی کہ اپنی دعا کم کرو کیونکہ میرے آسمان والے تم پر رو رہے ہیں اور میں تمام حالات میں تیری جانب دیکھتا ہوں اگر تم نے دوسری مرتبہ آہ کی تو سب آسمان اپنی جگہ سے ٹل جائیں گے۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی روح اس پر واپس کر دی اور وہ زندہ ہو کر کھڑی ہو گئی۔ لوگ اس کی طرف دیکھنے لگے۔ چنانچہ اس عورت نے آواز دی: ''واللہ یہ عابد مظلوم ہے' اس نے مجھ سے زنا نہیں کیا ہے۔ میں اب تک اپنے رب کی مہربانی سے باکرہ اور دوشیزہ ہوں۔'' پھر اس عورت نے لوگوں سے وہ قصہ بیان کیا جو عابد نے اپنے ہاتھ کے ساتھ کیا تھا۔ چنانچہ لوگوں نے اس کا ہاتھ نکالا تو اس کو ویسا ہی دیکھا جیسا کہ اس عورت نے ذکر کیا تھا۔ امیر اپنے فعل پر نادم ہوا اور کہا: ''یہ بہت بڑا مکر ہے۔''

پھر عابد نے ایک سخت چیخ ماری اور مر گیا اس کے بعد لوگوں نے اس کو اس عورت کے ساتھ اس کے دوبارہ مرنے کے بعد دفن کیا۔ پس نہیں ہے گناہوں سے پھرنا اور نہ عبادت کی طاقت مگر اللہ برتر اور بڑے کی مدد اور توفیق دائمی سے۔ (قلیوبی)

شاہ ولی اللہ اور نجف خاں

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اس دَور میں جب کہ ہندوستان کی درس گاہوں میں ہر طرف منطق و فلسفہ کا دَور دورہ تھا' آپ نے قرآن و حدیث کے درس کا چرچا کیا۔ فارسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ لکھا اور دوسری مفید کتابیں تصنیف فرمائیں۔ کچھ عرصہ کے لیے حرمین شریفین میں بھی مقیم رہے۔ شاہ عالم بادشاہ کے دَور میں نواب ذوالفقار الدولہ نجف خان ایرانی امیر الامراء تھا اس کے عہد میں رافضیت کی

Marfat.com

بڑی ترویج واشاعت ہوئی یہاں تک کہ دہلی میں عام طور پر خلفائے راشدین کی منقبت نہیں بیان کی جاسکتی تھی۔ ہر طرف تعزیہ پرستی اور تفضیلیت کی گرم بازاری اور دھوم دھام تھی۔ حضرت شاہ صاحب نے اسی گمراہی کے استیصال کے لیے قلم اُٹھایا اور اپنی مشہور کتاب ''ازالۃ الخفاء'' تصنیف فرمائی اس کتاب کا شائع ہونا تھا کہ روافض میں کہرام مچ گیا یہاں تک کہ امیر الامراء نجف خاں کو اس کی خبر کی گئی اس نے آپ سے کہا: ''آپ کوئی ایسی کتاب نہ لکھیں جس سے روافض کو تکلیف پہنچے۔''

آپ نے انتہائی ایمانی جرأت کے ساتھ یہ جواب دیا: ''میرا بحیثیت عالمِ دین کے فرض ہے کہ میں حق بات کا اپنی زبان وقلم سے ضرور ضرور اظہار کرتا رہوں اس لیے میں مذہب اہلِ سنت کی حمایت سے کبھی بھی اپنے قلم کو نہیں روک سکتا۔''

نجف خاں نے آپ کے اس مجاہدانہ جواب سے آپ کو اور آپ کے بھائی حضرت شاہ عبدالقادر کو دہلی سے شہر بدر کر دیا۔ چنانچہ نجف خاں کے مرنے کے بعد آپ پھر دہلی واپس آ گئے۔ ۲۵ رمضان ۱۱۵۹ھ میں آپ پیدا ہوئے اور ۷ شوال ۱۲۳۹ھ میں وصال فرمایا۔ (علماء حق ص ۵۱)

دو عبرت خیز نتائج

مندرجہ بالا حکایت سے دو عبرت خیز نتائج بہت ہی صاف طور پر برآمد ہوتے ہیں:

۱) علمائے سلف نے دین کی حفاظت وخدمت میں ظالم امراء اور بادشاہوں کے ہاتھوں کیسی کیسی ہوش ربا مصیبتیں اُٹھائی ہیں مگر مصائب وآلام کے ان طوفان میں بھی وہ برابر ملتِ اسلامیہ کی کشتی کی ناخدائی کرتے رہے اور تعلیم رسول کے مقدس سفینہ کو غرقاب ہونے سے بچاتے رہے یہاں تک کہ دینِ اسلام صحیح وسلامت حالت میں ہم لوگوں تک پہنچا۔ یہ علمائے سلف کا اُمتِ رسول ﷺ پر اتنا بڑا احسانِ عظیم ہے کہ قیامت تک اُمتِ مسلمہ ہزاروں شکریہ ادا کرنے کے باوجود اس بارِ منت سے سبکدوش نہیں ہو سکتی لہٰذا ان مسلمانوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جو دن رات علمائے اُمت پر طعنہ زنی

Marfat.com

کرتے رہتے ہیں اور برملا یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ مولویوں نے سوائے مسجد کا لوٹا توڑنے اور مفت خوری کے قوم کے لیے کچھ کام ہی نہیں کیا۔ للہ! انصاف کیجیے کہ اکبر بادشاہ اور جہانگیر بادشاہ کی کفری رسومات اور اکبر کے ایجاد کردہ ''دینِ الٰہی'' کے خلاف اگر حضرت مجدد الف ثانی نے نعرۂ جہاد نہ بلند کیا ہوتا تو شاید ملحدوں نے اب تک اسلام کا حسین و جمیل نورانی چہرہ مسخ کر دیا ہوتا اور ہندوستان میں حقیقی اسلام کا خدوخال لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا اسی طرح اگر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے کمر کس کر رد روافض کا بیڑا نہ اُٹھایا ہوتا تو روافض حکام نے اپنے ظالمانہ جبر و قہر سے غالباً اہلِ سنت کا جنازہ نکال دیا ہوتا مگر آج انہی علمائے حق کی مجاہدانہ مساعی کا نتیجہ ہے کہ اکبر کا ''دینِ الٰہی'' اور اس کی مشرکانہ رسومات دفن ہو گئیں اور ان کی قبروں کا بھی کہیں نام و نشان نہیں ملتا اور حقیقی اسلام کا آفتاب اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ہندوستان کے گوشے گوشے میں آج بھی چمک رہا ہے اور بحمدہ تعالیٰ اہلسنت کا پرچمِ عظمت اپنی قدیمی شان کے ساتھ سربلند ہو کر باشندگانِ ہند کے دل و دماغ کی دنیا میں لہرا رہا ہے۔

اب خدا ہی میری کشتی کو بچائے تو بچے

زمانۂ حال کے علماء کے لیے بھی ان نورانی حکایت میں بہت بڑی عبرت کا سامان ہے کہ ہمارے بزرگوں کی خدمتِ دین اور تبلیغِ اسلام میں جو مشکلات و مصائب درپیش ہوا کرتے تھے اور علمائے سلف جیسے جیسے ہوش رُبا اور حوصلہ شکن آفتاب و محن کا شکار ہوا کرتے تھے۔ آج ہمارے لیے ان مشکلات و مصائب کا سواں حصہ بھی نہیں ہے پھر بھی ہم پست ہمت ہو کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہوئے ہیں نہ کوئی تبلیغی مرکز قائم کرتے ہیں، نہ تصنیفات کر کے قوم کو صاف ستھرا لٹریچر دیتے ہیں نہ کوئی تنظیم کر کے اجتماعی حیثیت سے کوئی مذہبی تحریک چلاتے ہیں۔ الحاد و بے دینی کا سیلاب کمیونزم کی شکل میں اور بدمذہبیت کا طوفان مختلف تحریکوں کی صورت میں پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے جا رہا

Marfat.com

ہے اور علماء اہلِ سنت خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہیں کچھ فکر ہی نہیں کہ کتنا بھیانک انقلاب اژدھے کی طرح منہ پھاڑے چلا آ رہا ہے۔ بار بار پکارنے اور فریاد کرنے کے باوجود کوئی ''لبیک'' کہنے والا تو کجا؟ کوئی پکار سننے کو بھی تیار نہیں اور بالکل وہی حال ہو گیا ہے جو کسی عربی شاعر نے اپنے ایک قطعہ میں ارشاد فرمایا

فَلَوْنَادَیْتَ حَیًّالَا سْتَجَابَا
وَلٰکِنْ لَّا حَیَاۃَ لِمَنْ تُنَادِیْ
وَلَوْ نَارًا نَفَخْتَ بِھَا اَضَاءَ تْ
وَلٰکِنْ اَنْتَ تَنْفَخُ فِی الرَّمَادِ

''اگر تم کسی زندہ کو پکارتے تو وہ ضرور تمہاری پکار کا جواب دیتا لیکن تم تو اس شخص کو پکار رہے ہو جس میں زندگی ہی نہیں اگر تم آگ میں پھونک مارتے تو وہ ضرور روشن ہو جاتی لیکن تم تو راکھ میں پھونک مار رہے ہو۔'' خداوندِ کریم اپنا فضل و کرم فرمائے اور غیب سے دین و مذہب کی بقاء و ترقی کا سامان پیدا فرمائے۔ آمین!

اب خدا ہی مری کشتی کو بچائے تو بچے
ظلمتیں یاس کی ہیں شام ہے طوفانوں کی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی کا آخری دن

ذوالحجہ ۲۳ ہجری کے آخری ایام میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نمازِ فجر کے لیے نکلے، آپ کا معمول تھا کہ جب تک مقتدیوں کی صفیں بالکل سیدھی نہ ہو جاتیں، تکبیر تحریمہ نہیں کہتے تھے۔ آپ نماز پڑھانے کے لیے مصلیٰ پر کھڑے ہوئے اچانک نمازیوں کی صفوں میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مجوسی غلام ابولؤلؤہ آ پہنچا اس کے ہاتھ میں ایک خنجر تھا جس کے دونوں طرف دھار تھی۔ وہ نمازیوں کے بیچ سے نکلتا ہوا سیدھا امیر المومنین کے پاس پہنچا

Marfat.com

اور خنجر کے تابڑ توڑ وار کرنے لگا اس نے امیر المومنین پر چھ وار کیے ایک وار آپ کے زیرِ ناف کیا۔ یہی وہ کاری ضرب تھی جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔

آپ کے پیچھے کلیب بن ابوالکبیر رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ابولؤلؤہ نے انہیں بھی خنجر مار دیا اس طرح ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ امیر المومنین کو خنجر کا زہر لگا تو آپ گر پڑے اسی حالت میں دریافت فرمایا: ''کیا مقتدیوں میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ موجود ہیں؟''

پھر آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھا دیا تا کہ وہ نماز پڑھائیں۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بدستور زمین پر پڑے رہے۔ نماز کے بعد آپ کو اُٹھا کر گھر لایا گیا' آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا:

اِنِّیْ أُرِیْدُ أَنْ أَعْهَدَ اِلَیْكَ ۔ ''میں آپ کو ایک ذمہ داری دینا چاہتا ہوں۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف: ''میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ مجھے خلافت قبول کرنے کا مشورہ تو نہیں دیں گے؟'' امیر المومنین: ''اللہ کی قسم! نہیں۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وَاللهِ! لَا أَدْخُلُ فِیْهِ أَبَدًا ۔

''اللہ کی قسم! پھر تو میں خلافت کے پیچ وخم میں کبھی نہیں پھنسوں گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بس اب اس سلسلے میں خاموش رہو' کسی سے کوئی بات نہ کرو یہاں تک کہ میں ان لوگوں کو خلافت کی پیش کش کروں جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخر دَم تک راضی تھے۔ میرے پاس علی' عثمان اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو بلا لاؤ اور طلحہ رضی اللہ عنہ کا بھی انتظار کر لو اگر وہ بھی آ جاتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ تم لوگ انہی میں سے کسی کو اپنا خلیفہ منتخب کر لو۔''

پھر آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اے علی! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں اگر تم مسلمانوں کے کسی کام کے ذمہ دار

Marfat.com

بنوتو اپنے خاندان کے افراد کو دوسرے لوگوں پر ترجیح مت دینا۔"

یہی بات آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما سے بھی کہی۔ پھر فرمایا:

"تم لوگ جاؤ اور باہمی مشورے سے کسی ایک کو اپنا خلیفہ منتخب کرلو۔"

پھر آپ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کی نمازوں میں امامت کریں پھر حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلا کر تاکید فرمائی کہ آپ یہاں دروازے پر کھڑے رہیں اور کسی کو ان کے مشوروں میں مداخلت نہ کرنے دیں پھر آپ نے یہ وصیتیں فرمائیں: "میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ انصارِ مدینہ کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے اور ان کا خیال رکھے کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر بے حد قربانیاں دی ہیں اور ایمان و آخرت ہی کو جائے پناہ بنائے رکھا۔ میری وصیت ہے کہ انصار کے اچھے لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور ان میں سے جو لوگ بُرے ہیں ان کی غلطیوں کو نظر انداز کیا جائے۔ میں اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ عربوں کا خیال رکھے کیونکہ دراصل عرب ہی اسلام کی جڑ ہے۔ ان کے مال داروں سے صدقے اور خیرات لیے جائیں اور غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو جو عہد و پیمان دے اسے پورا کرے۔ یہی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے۔ اے اللہ! تو گواہ رہ! میں نے اپنی حد تک تیرا پیغام پہنچا دیا۔"

ان ارشادات کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ! اُخْرُجْ فَانْظُرْ مَنْ قَتَلَنِیْ۔

"عبداللہ بن عمر! جا کر دیکھو کہ میرا قاتل کون ہے۔"

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "اے امیر المومنین! آپ کا قاتل حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا نصرانی غلام ابولؤلؤہ ہے۔"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا:

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْ مِیْتَتِیْ بِیَدِ رَجُلٍ سَجَدَ لِلّٰهِ سَجْدَةً وَّاحِدَةً ۔

''تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے میری موت کسی ایسے آدمی کے ذریعے واقع نہیں ہونے دی جس نے اللہ کے لیے ایک بھی سجدہ کیا ہو۔''

پھر آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اِذْهَبْ اِلٰی عَآئِشَةَ فَسَلْهَا أَنْ تَأْذَنَ لِیْ أَنْ أُدْفَنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِیْ بَکْرٍ ۔

''اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ کیا وہ اجازت دیتی ہیں کہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کیا جاؤں؟''

جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اُم المومنین کے پاس اجازت لینے کے لیے پہنچے تو وہ زاروقطار رو رہی تھیں۔ انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جواب دیا: ''میری تمنا تھی کہ مجھے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد کی قبر کے پاس دفن کیا جائے مگر آج میں اپنے آپ پر امیر المومنین کو ترجیح دوں گی۔''

چنانچہ ان کی مکرر اجازت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

(البدء والتاریخ ۵/۱۸۹ والکامل فی التاریخ ۲/۴۴۷ وتاریخ ابن خلدون ۲/۵۶۹)

کرو مہربانی تم اہلِ زمین پر

سیر الاولیاء کے مصنف امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے کہ جب شیخ رُکن العالم ڈولے میں سوار ہو کر حضرت سلطان المشائخ کی ملاقات کے لیے آئے اور مصنف کے والد ڈولے میں شیخ کے لیے کھانا رکھنے لگے تو ڈولے میں ہر طرف کاغذ ہی کاغذ پڑے ہوئے تھے۔ مصنف کے والد نے انہیں ایک طرف کر کے کھانا رکھنے کے لیے جگہ نکالنی چاہی تو

Marfat.com

شیخ رُکن العالم نے حضرت شیخ سلطان المشائخ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: ''آپ کو معلوم ہے یہ کاغذات کیسے ہیں؟''

پھر خود ہی کہنے لگے: ''یہ حاجت مندوں کی عرضیاں ہیں جو وہ مجھے اس لیے دیتے ہیں تا کہ میں بادشاہ تک پہنچاؤں لیکن انہیں کیا معلوم کہ میں آج کس بادشاہ کے پاس جا رہا ہوں۔'' (سیر الاولیاء مترجم ص ۱۲۳)

سیر العارفین میں لکھا ہے کہ آپ کا قاعدہ تھا کہ آپ ان سب عرضیوں کے ساتھ جو ضرورت مند آپ کے تختِ رواں پر ڈال دیتے' بادشاہ کے پاس پہنچتے اور ایک خادم کو ہدایت کرتے کہ یہ عرضیاں بادشاہ کے سامنے رکھے۔ چنانچہ بادشاہ یہ سب عرضیاں آپ کی موجودگی میں پڑھواتا۔ ہر عرضی پر حکم لکھواتا اور جب تک لوگوں کی مطلب براری نہ ہو جاتی آپ وہاں سے نہ ہلتے۔ (آب کوثر' ص ۲۶۶۔۲۶۵)

☆ ..... نقل ہے کہ سلطان علاؤ الدین کے بیٹے سلطان قطب الدین کے زمانے میں بھی (حضرت رکن الدین ملتانی علیہ الرحمۃ) دو مرتبہ دہلی تشریف لائے۔ اکثر ان دونوں بزرگوں میں رابطہ خلوص و محبت قائم رہتا۔ حضرت شیخ رکن الدین ملتانی کی عادت تھی کہ جب سلطان قطب الدین سے ملنے کی خواہش ہوتی اور دربار کو جاتے تو وہ تخت رواں کہ جس پر بیٹھے تھے اس کو کچھ دیر انتظار میں رو کے رکھتے تھے اور ضرورت مند لوگ اپنی اپنی عرضیاں لکھ کر ان کے تختِ رواں پر ڈال دیتے تھے اور اپنی اپنی حاجتیں بیان کرتے۔ وہ تختِ رواں پر سوار ہو کر شاہی محل کو روانہ ہوتے۔ تیسری دہلیز پر سلطان استقبال کے لیے آتا اور اندر سے جاتا دوزانو ہو کر باادب حضرت کے سامنے بیٹھ جاتا اور حضرت کے آنے کو بہت بڑی سعادت سمجھتا۔ حضرت سلطان المشائخ اپنے خادم کو حکم دیتے کہ وہ لوگوں کی تمام عرضیاں لائے اور سلطان کے سامنے رکھ دے۔ سلطان تمام عرضیوں کو پڑھتا اور ہر عرضی کا مناسب جواب اس کی پشت پر لکھتا اور مہر لگا دیتا۔ حضرت اس وقت تک وہاں سے واپس نہ ہوتے جب تک کہ مخلوق کے تمام معاملات طے نہ ہو

Marfat.com

جاتے۔ (سیر العارفین (مترجم) ص ۲۰۲)

سیّد کی غیرت

☆ ..... حضرت شیخ المشائخ سماء الدین سے منقول ہے کہ خان جہاں قلنگی سلطان فیروز شاہ کا وزیر تھا۔ وہ حضرت (مخدوم جہانیاں) کا بالکل معتقد نہ تھا بلکہ ان کو بُرا بھلا کہتا تھا اگرچہ سلطان ان کے کمترین معتقدین میں سے تھا۔ ایک مرتبہ خان جہاں مذکور نے ایک محرر کے لڑکے کو جیل بھیج دیا اور وہ اس پر سختی کرتا تھا جب اس محرر نے اپنے لڑکے کی آزادی کی کوئی صورت نہ دیکھی تو حضرت مخدوم جہانیاں کی خدمت میں آیا اور حضرت کو اپنے لڑکے کی سفارش کے لیے خان جہاں کے دروازے پر لے گیا۔ یہ خبر خان مذکور تک پہنچی اس نے اندر سے اپنے ملازم کے ہاتھ کہلا بھیجا: ''سید سے کہو کہ میں تمہاری سفارش ہرگز نہ مانوں گا اور تمہارا منہ بھی نہیں دیکھوں گا۔ دوبارہ میرے یہاں سفارش کے لیے مت آنا۔''

کہا جاتا ہے آپ تقریباً انیس مرتبہ خاں جہاں کے دروازے پر سفارش کے لیے گئے' وہ ہر مرتبہ یہی جواب دیتا یہاں تک کہ جب بیسویں مرتبہ پھر سفارش کے لیے گئے تو اس نے اندر سے کہلا بھیجا:

''سید تم کو غیرت نہیں آتی کہ میں نے اتنی مرتبہ تم کو جواب دے دیا ہے لیکن پھر تم میرے پاس چلے آتے ہو؟''

حضرت سید نے کہا: ''اے عزیز! میں جتنی مرتبہ آتا ہوں' مجھے ثواب ملتا ہے مگر مظلوم کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ چاہتا ہوں کہ اس مظلوم کو تمہارے ہاتھوں رہائی دِلواؤں اور تم کو ثواب پہنچاؤں۔''

خان جہاں مذکور نے جب یہ بات سنی تو اپنا سر ننگا کیا' گلے میں ایک رسی باندھی اور حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور مرید ہو گیا اور اس مظلوم کو خلعت اور گھوڑا دیا اور رہا کر دیا اس نے کافی نذرانہ حضرت سید کو پیش کیا۔ حضرت نے وہ تمام نذرانہ مظلوم کو دے دیا اور

Marfat.com

اپنے گھر چلے آئے۔ (سیر العارفین مترجم، ص ۲۲۷)

☆..... فیروز شاہ ہر دوسرے تیسرے روز حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی قیام گاہ پر ان سے ملاقات کے لیے حاضر ہوتا اور یہ دونوں بزرگ ایک جگہ بیٹھ کر محبت آمیز گفتگو فرماتے۔ اچ اور دہلی کے باشندے اپنی اپنی حاجت اور عرض سید جلال الدین بخاری کی خدمت میں پیش کرتے اور حضرت سید جلال الدین بخاری اپنے خدام کو حکم دیتے کہ ان کی حاجات کو قلم بند کر لیں۔

جب بادشاہ ملاقات کے لیے آتا تو وہ حاجت مندوں کے کاغذات کو اس کی خدمت میں پیش کرتے۔ سلطان فیروز ان کاغذات کو غور سے پڑھ کر ہر حاجت مند کی اس کے معروضے کے مطابق حاجت روائی کرتا۔ (تذکرہ صوفیائے پنجاب، بحوالہ تاریخ فیروز شاہی، ص ۲۰۱)

وہ لوگ زیادہ مستحق ہیں

بروایت مولوی منور علی جب مسموع ہوا کہ ایک شخص مخلصین میں سے انتقال کرنے لگے، ان کے پاس کچھ مال تھا جس میں ان کو حقِ وصیت حاصل تھا۔ انہوں نے حضرت صاحب کے معتمد خاص مولوی منور علی صاحب مرحوم در بھنگوی کو اپنا وصی بنایا کہ میرا مال مستحقین کو تقسیم کر دیں۔ انہوں نے ایک فہرست مستحقین کی مرتب کی جس میں متوکلین کے نام لکھے اور مشورہ کی غرض سے حضرت صاحب کی خدمت میں اس کو پیش کیا۔ آپ نے بعض آدمیوں کے نام لیے جو اہلِ حاجت تھے مگر متوکل نہ تھے اور ادھر ادھر سے پھر پھرا کر اپنا کام نکال لیتے تھے اور دریافت فرمایا کہ ان لوگوں کے نام آپ نے کیوں نہیں لکھے؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ لوگ تو دنیاداروں سے مل ملا کر اپنا کام چلا لیتے ہیں۔ میں نے ایسے لوگوں کے نام لکھے ہیں جو کسی سے تعلق نہیں رکھتے۔ آپ نے تبسم فرمایا اور بعنوان لطیفہ ارشاد فرمایا:

''واہ صاحب! خوب سمجھے۔ میاں چیز دیا کرتے ہیں ایسے شخص کو جو اس کی قدر

Marfat.com

کرے اور اس کو ضرورت ہو یہ متوکلین جن کی آنکھ میں اس کی کچھ قدر نہیں اور نیز اللہ تعالیٰ ان کا کفیل ہے' ان کو تم دیتے ہو اور جن بے چاروں کے لیے کفالت خاصہ نہیں اور وہ اس کے قدردان بھی ہیں' ان کو محروم کرتے ہو اس حیثیت خاص سے وہ لوگ زیادہ مستحق ہیں۔"

(کتاب' کمالات امدادیہ' ص ۱۳' کمال نمبر ۱۴' از مولوی اشرف علی تھانوی' مکتبہ الفرقان گوالمنڈی لاہور)

مہر علی ہے حب نبی

مولانا فیض احمد فیض مہر منیر (سوانح حیات پیر مہر علی شاہ' گولڑہ شریف) میں پیر مہر علی شاہ کی چشمِ دید اور آزمودہ خیر خواہی کے متعلق لکھتے ہیں:

"حضرت کی عادت مبارک تھی کہ اپنے متعلقین سے نہایت وفاداری کا معاملہ فرماتے تھے۔ ہمیشہ انہیں نصح اور خیر خواہی سے نوازتے۔ ان کے حالات دریافت فرماتے' ان پر اس قدر نوازش فرماتے تھے کہ لوگ آپ کو محض پیر نہیں بلکہ اپنا ملجا و ماویٰ اور سب سے زیادہ خیر خواہ سمجھتے تھے۔ ہر غم کی کشادگی' ہر درد کی دوا' ہر تکلیف کا مداوا' حضرت کی ذات تھی۔

ایک دفعہ مجھے عرق النساء کی تکلیف ہوئی یہاں تک کہ چارپائی سے اُٹھنا دشوار ہو گیا۔ درد کی شدت کے باعث غشی طاری ہو جاتی تھی' کروٹ بدلنے کی ہمت بھی نہ تھی۔ انہی دنوں حضرت کو پاک پتن شریف لے جاتے ہوئے ٹھٹھہ محبوب میں قیام فرمانا تھا جہاں پر حاضری میری عادت مستمرہ تھی مگر تکلیف کی وجہ سے حاضری محال تھی۔ طلبہ کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں وہاں حاضر ہوئی تو حضرت نے استفسار فرمایا:

"تمہارا مولوی کہاں ہے؟"

انہوں نے میری حالت بیان کیا۔ آپ نے اسی وقت میاں شیخ احمد مرحوم کو فرمایا:

"ایسے سوت کی سات تاندیں (تاریں) لاؤ جس کے کاتنے والی عورت کا باپ اور خسر دونوں زندہ ہوں۔"

وہ منگوا کر ان پر دَم کر کے اور چند گانٹھیں لگا کر طلبہ کو دیں اور فرمایا:

''انہیں مولوی صاحب کے گلے میں باندھا جائے۔''

اتفاقاً مجھے اس شام نیند آ گئی اور دوبارہ وہی حالت دیکھی اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ درد جاتا رہا اور جسم میں ایک گنا طاقت بھی آ گئی ہے۔ فوراً حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کو تیار ہو گیا اور دوسرے روز صبح کے وقت سناواں ریلوے سٹیشن پر حضرت کی قدم بوسی کے لیے کھڑا تھا۔ حضرت تشریف لائے تو دُور ہی سے فرمایا: ''سنا ہے تم بیمار ہو گئے ہو؟''

میں نے عرض کیا: ''آپ نے بے توجہی جو فرمائی تھی، بیمار کیوں نہ ہوتا۔''

فرمایا: ''کیا توجہ نہیں کی؟''

میں نے عرض کیا تو پھر کیا میں حاضر نہیں ہو گیا؟''

(مہر منیر از مولانا فیض احمد فیض، ص ۳۱۳، طبع لاہور)

ایمان افروز جواب

حضرت سیدنا شقیق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ رات کے پچھلے پہر مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفاً وتکریماً میں مولد رسول (حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی جگہ) کے قریب میری ملاقات حضرت سیدنا ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ وہ ایک جگہ بیٹھے رو رہے تھے، میں ان کے قریب جا کر بیٹھ گیا اور کہا:

''اے ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ! خیریت تو ہے آپ کیوں رو رہے ہیں؟''

میں نے دو تین مرتبہ پوچھا تو فرمایا: ''اے شقیق رحمۃ اللہ علیہ! اگر میں بتا دوں تو میرے معاملے کو چھپائے رکھو گے یا لوگوں سے بیان کر دو گے؟''

Marfat.com

میں نے کہا: ''آپ بے فکر ہو کر بتائیں۔''

فرمایا: ''میرا نفس تیس سال سے مسلسل سکباج (گوشت اور سرکہ ملا کر پکایا ہوا سالن) کھانے کی خواہش کر رہا تھا' میں نے اسے تیس سال تک روکے رکھا' آج رات بیٹھے بیٹھے مجھے اونگھ آئی تو دیکھا کہ ایک نوجوان ہاتھوں میں سبز پیالہ لیے کھڑا ہے جس سے گرم گرم سکباج کی خوشبو آ رہی ہے' نوجوان نے وہ پیالہ میرے قریب کرتے ہوئے کہا:

''اے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ! یہ سکباج کھالو۔''

میں نے کہا: ''جس چیز کو میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ترک کر چکا ہوں اسے ہرگز نہیں کھاؤں گا۔''

وہ کہنے لگا: ''اگر یہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے نہیں ملا تو بے شک نہ کھاؤ۔ ارے! یہ بھی تو اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے پھر تم کیوں نہیں کھا رہے؟''

اب میرے پاس رونے کے سوا کوئی جواب نہ تھا۔ میں زار و قطار رونے لگا تو اس نے کہا: ''اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے' یہ کھالو۔''

میں نے کہا: ''ہمیں یہ تاکید کی گئی ہے کہ جب تک معلوم نہ ہو کہ کھانا کن ذرائع سے حاصل کیا گیا ہے تب تک اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھاؤ۔''

کہا: ''اے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ! مجھے یہ کھانا دے کر کہا گیا:

''اے خضر علیہ السلام! یہ کھانا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے جا کر اسے کھلاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی جان پر رحم کیا کیونکہ انہوں نے عرصۂ دراز تک اپنے نفس کو سکباج نہ کھلایا اور صبر سے کام لیا۔''

اے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ میں نے ملائکہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''ایسا کون ہوگا کہ رزق دیا جائے اور وہ قبول نہ کرے اور ایسا کون ہے جو طلب کرے اور اسے عطا نہ کیا جائے؟''

میں نے نوجوان سے کہا: ''اگر واقعی یہ کھانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اور

معاملہ اسی طرح ہے جس طرح آپ نے بتایا تو پھر میں اللہ تعالیٰ کی نعمت سے انکار نہیں کر سکتا۔''

پھر میں کھانے کی طرف متوجہ ہوا تو اچانک ایک اور نوجوان نمودار ہوا اس نے پہلے نوجوان (حضرت سیدنا خضر علیہ السلام) سے کہا: ''اے خضر علیہ السلام! آپ اپنے مبارک ہاتھوں سے انہیں یہ کھانا کھلائیں۔''

چنانچہ حضرت سیدنا خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے مجھے کھلانا شروع کیا یہاں تک کہ میں خوب سیر ہو گیا پھر میری آنکھ کھل گئی لیکن اس کھانے کی مٹھاس اب تک میں اپنے منہ میں محسوس کر رہا ہوں۔''

حضرت شقیق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ایمان افروز خواب سن کر میں نے ان کی ہتھیلی چوم لی اور بارگاہِ خداوندی میں اس ولی کامل کو وسیلہ بناتے ہوئے اس طرح عرض گزار ہوا:

''اے بھوکوں کو ان کی پسندیدہ اشیاء کھلانے والے! اے محبین کو اپنی محبت کے جام بھر بھر کر پلانے والے! کیا تیرے ہاں شقیق کا کوئی مرتبہ ہے؟ اے میرے پاک پروردگار! تجھے اپنے اسی ولی اور اس کے ہاتھ کا واسطہ اور تجھے تیرے اس کرم کا واسطہ جو تو نے اپنے اس ولی پر فرمایا اپنے اس بندے پر بھی ایک نگاہِ کرم فرما دے جو تیرے فضل اور احسان کا محتاج ہے اگرچہ وہ اس قابل نہیں کہ اس کو یہ نعمتیں عطا کی جائیں تو محض اپنی رحمت سے فضل فرما دے۔''

جب میں دعا سے فارغ ہوا تو حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اُٹھ کر مسجد حرام کی طرف چل دیئے اور میں بھی ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

(عیون الحکایات)

Marfat.com

انفاق فی سبیل اللہ کا اجر

بیان کرتے ہیں کہ ایک فقیر خود اور اس کی بیوی اور اس کی اولاد تین دن تک بھوکے رہے اور انہوں نے کچھ نہ کھایا اس کی بی بی نے اس سے کہا: ''اے شخص! کیا تم ان لڑکوں کو نہیں دیکھتے ہو کہ ان کے چہرے زرد ہو گئے ہیں اور ان کے کلیجے پگھل گئے ہیں' ان کو ہمارے مانند صبر اور قوت نہیں ہے۔''

شوہر نے کہا: ''بخدا میں نے کئی بار چکر لگایا کہ کوئی مجھے دو دانگ کی مزدوری پر کام میں لگائے تا کہ میں ان دو دانگوں سے بچوں کی خوراک حاصل کروں لیکن میں نے کسی شخص کو بھی نہ پایا۔ بے شک ان بچوں کی وجہ سے میرے جگر میں آگ لگی ہے۔''

بی بی نے اپنے شوہر سے کہا: ''یہ میرا مقنع (دہان بند) لو اور جس قیمت سے ہو اس کو بیچو اور اس کے ثمن سے بچوں کے واسطے کھانے کی چیز خریدو کہ وہ اس کو کھائیں۔ چنانچہ اس نے وہ مقنع لیا اور دو درہم اس کی پوری قیمت پر اسے فروخت کیا پھر وہ غلہ کے بازار کی جانب چلا تا کہ غلہ خریدے اس نے راستہ میں ایک شخص کو یہ کہتے سنا: ''اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کے واسطے یہ دو درہم دے دو۔ چنانچہ انہوں نے دے دیے۔''

اس کے بعد بغیر کھانے اور غلہ لینے کے بی بی کے پاس جانے سے اس کو شرم آئی کیونکہ اس کو یہ ڈر ہوا کہ وہ اس کو بُری باتوں سے ایذاء دے گی اس کے بعد وہ اپنے اس کام میں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے کیا تھا' فکر کرتا ہوا نماز کے واسطے مسجد کی طرف چلا گیا۔ چنانچہ جب رات آ گئی تو وہ اپنی بی بی بچوں کے پاس آیا' اس کے وعدہ کا وقت گزر چکا تھا اس کی بی بی نے اس سے کہا: ''تم نے میرے دہان بند کو کیا کیا؟ بے شک تم نے ہمارے بچوں کو بھوک کی حالت میں چھوڑ دیا۔''

Marfat.com

اس کے بعد شوہر نے اس کو ان حالات کی اطلاع کی جو اس کو پیش آئے تھے یعنی اپنے کاموں اور مسائل اور درویش کے سوال کو قبول کرنے کی کیفیت سے اس کو خبر دی۔ (یہ سن کر) عورت نے اس سے کہا: ''اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کیا ہے تو وہ بے نیاز صاحبِ نعمت اور وفادار ہے۔ کیا اچھا وہ کام ہے جو تم نے بادشاہ برتر کے ساتھ کیا ہے۔''

پھر اس نے شوہر سے کہا: ''یہ پورا بقچہ لو اس کو بیچو اور ہمارے لیے اس سے غلہ خریدو۔''

چنانچہ اس نے لے کر چکر لگایا لیکن کسی نے نہ خریدا اس کو انتہا درجے کا رنج ہوا اور اس نے وہ بقچہ لے کر اپنی بی بی کے پاس واپس آنا چاہا۔ ناگاہ راہ میں ایک شکاری کو دیکھا کہ اس کے ساتھ ایک بڑی مچھلی ہے اور وہ لوگوں کو اس مچھلی کی خریداری کے واسطے بلاتا ہے اس مردِ فقیر نے شکاری سے کہا: ''اے بھائی! تم اس بقچہ کو لو جو مجھ پر ارزاں اور بے قیمت ہو رہا ہے اور مجھے یہ مچھلی دو جو تم پر ارزاں ہو رہی ہے اور کوئی نہیں پوچھتا ہے۔''

چنانچہ جو کچھ اس نے کہا شکاری نے اس کو قبول کر لیا فوراً اس کو مچھلی دے دی۔ وہ شخص وہ مچھلی اپنی بی بی کے پاس لایا۔ چنانچہ اس نے مچھلی دیکھی تو خوش ہو گئی اور مچھلی کا پیٹ چاک کرنے کے لیے جلدی کی جب اس نے پیٹ چاک کیا تو اس میں پتھر کی شکل کی ایک چیز دیکھی جس کو وہ پہچانتی نہ تھی اس کے بعد اس پتھر کو اس کے شوہر نے لیا اور تاجروں کے پاس گیا جب انہوں نے اس کو دیکھا تو کہا: ''یہ پتھروں کی قسم سے نہیں بلکہ یہ ایسا دُر یکتا ہے کہ جس کی قیمت اور ثمن نہیں ہے یعنی یہ موتی بے بہا ہے۔''

تاجروں نے اس کی قیمت میں مبالغہ اور زیادتی کی۔ چنانچہ اس کی قیمت چودہ ہزار درہم تک پہنچی اس کے بعد اس نے اس کو اس مقدار پر فروخت کر دیا اور اس کو لے کر اپنی بی بی کے پاس گھر میں آیا۔ وہ سب اس سے بے حد خوش ہوئے اور ان سے رنج اور غم جاتا رہا اسی حال میں ناگاہ دروازہ پر ایک سائل آموجود ہوا۔ وہ کہتا تھا:

''اے اللہ کے بندو! جو کچھ اللہ نے تم کو عطا فرمایا ہے اس میں سے مجھے بھی دو۔''

Marfat.com

یہ سن کر وہ مرد فقیر اس کی طرف نکلا اور اس سے کہا:

''ہم سب کے واسطے آدھا مال ہے اور تیرے لیے تنہا پورا آدھا ہے اگر تم کو یہ تقسیم راضی کرے اور تم خوش ہو تو فبہا ورنہ ہم تم کو زیادہ کر دیں گے۔''

اس کے بعد اس سائل نے کہا: ''میں راضی ہوں۔''

اور وہ چلا گیا تا کہ کوئی پلہ دار لائے اور اس پر لا دے پھر وہ واپس نہیں آیا اور یہ شخص اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا اس کے بعد وہ شخص سو یا۔ پس اس نے سائل کو خواب میں دیکھا اور اس سے اس کے متعلق سوال کیا۔ سائل نے کہا:

''اے شخص! میں سائل نہیں ہوں۔ میں تو وہ فرشتہ ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تیرے پاس بھیجا تھا تا کہ وہ اس دولت میں جو تم کو اس نے عطا کی ہے' تیرے صبر کو معلوم کرے اور میں تم کو یہ خوش خبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے بے شبہ تجھ سے دو درہموں کو قبول فرمایا اور ان دو درہموں کے بدلے تم کو یہ چودہ ہزار درہم ادا کیے اور دنیا کی نعمت کے علاوہ تمہارے لیے آخرت میں ایسی نعمت تیار کی ہے کہ نہ تو آنکھ نے اس کو دیکھا اور نہ کان نے اس کو سنا اور نہ کسی آدمی کے دل پر اس کا گذر ہوا اس لیے کہ تم نے اس کے ساتھ خلوصِ نیت سے اس کی بزرگ ذات کی خوش نودی کے واسطے معاملہ کیا اور اللہ تعالیٰ اس کو محروم نہیں کرتا جو اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہے اور بے شبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض ان کتابوں میں فرمایا ہے جو اس کے انبیاء مرسلین علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں کہ اگر وہ تین چیزوں کو تین چیزوں پر مسلط نہ کرتا تو دنیا کے کام با انتظام نہ رہتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مصیبت زدہ کے دل پر صبر کو مقرر فرمایا ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرتا تو مبتلائے مصیبت بے صبری سے مر جاتا' بدبو مردہ پر مقرر کی گئی ہے اور اگر یہ نہ ہوتی تو ہرگز کوئی مردہ دفن نہ کیا جاتا اور گھن (کیڑے) گیہوں پر مسلط کیے گئے ہیں اور اگر یہ نہ ہوتا تو بادشاہ سونے چاندی کی طرح اس کو بھی جمع کرتے۔ پس میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور میں بادشاہ صاحب کرم اور صاحب بزرگی ہوں۔'' واللہ اعلم (نوادر قلیوبی)

Marfat.com

قصوں میں عبرت ہوتی ہے

ایک دن خلیفۂ بغداد ابو جعفر منصور اپنے تخت شاہی پر انتہائی متکبرانہ ادا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ایک مکھی بار بار اس کی ناک پر بیٹھتی رہی اور وہ بار بار اُڑاتا رہا جب تنگ آ گیا تو اس نے جھلا کر ابن سلیمان مفسر سے پوچھا: ''آخر مکھی پیدا کرنے کی خدا کو کیا ضرورت تھی؟'' اس حق گو عالمِ حقانی نے برجستہ جواب دیا: ''خلاقِ عالم نے متکبروں کا غرور اور گھمنڈ توڑنے کے لیے مکھی پیدا فرمائی ہے۔''

خلیفہ منصور یہ جواب سن کر خاموش رہ گیا اور ابن سلیمان کا منہ تکنے لگا۔

(ابن خلکان ج ۲، ص ۱۱۲)

سبحان اللہ! علمائے حق کی عالمانہ جرأت اور مجاہدانہ شجاعت کا کیا کہنا؟ ان کی بے نیازی اور استغناء کی ٹھوکروں سے بڑے بڑے بادشاہوں کے تاج پامال ہو گئے مگر افسوس کہ آج کل کے مولویوں نے مال داروں کی چاپلوسی اور خوشامد میں اپنے علم کے دامنِ عظمت کو ذلت و رسوائی کے بدترین داغوں سے داغ دار بنا ڈالا اور اپنے تلامذہ اور شاگردوں کو بھی اپنے طرزِ عمل سے اسی ذلت و خواری کی دلدل میں پھنسا رہے ہیں۔

افسوس صد ہزار افسوس

شکایت ہے مجھے یارب خداوندان مکتب سے
سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

حق گوئی و بے باکی

☆..... خلیفہ بغداد ہارون الرشید نے ایک دن مشہور حافظ حدیث عبداللہ بن ادریس کو دربارِ شاہی میں طلب کیا اور کہا: ''میں آپ کو عہدہ قضا سونپتا ہوں۔''

آپ نے نہایت حقارت کے ساتھ بادشاہ کی اس فرمائش کو ٹھکرا دیا اور اس عہدہ کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ خلیفہ نے انتہائی غیض و غضب میں آ کر یہ

کہا: ''کاش! میں تیری صورت نہ دیکھتا۔''

عبداللہ بن ادریس نے بھی نہایت ہی متانت کے ساتھ یہ جواب دیا: ''کاش! میں بھی تیری صورت نہ دیکھتا۔'' یہ فرمایا اور دربار سے اُٹھ کر چلے گئے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۲۶۱)

مشہور ظالم حجاج بن یوسف ثقفی ایک مرتبہ حج کے لیے آیا اور اتفاق سے عالمِ مدینہ حضرت سعید بن مسیّب تابعی کے برابر نماز کے لیے کھڑا ہوا اور امام سے پہلے رکوع وسجدہ کرنے لگا۔ حضرت سعید بن مسیّب نے نماز سے فارغ ہوتے ہی اپنا جوتا اُٹھا کر فرمایا: ''اے چور! اے خائن! تو اس طرح نماز پڑھتا ہے؟ میرا جی چاہتا ہے کہ یہی جوتا تیرے منہ پر ماروں۔''

اس کے بعد حجاج دمشق گیا تو حجاز کا گورنر بن کر مدینہ منورہ آیا اور فوراً مسجد نبوی ﷺ میں حضرت سعید بن مسیّب کی درس گاہ حدیث میں پہنچا اور کہنے لگا: ''آپ ہی نے حج کے موقع پر جوتا اُٹھا کر مجھے نماز کا چور اور خائن کہا تھا؟''

سعید بن مسیّب نے نہایت جرأت واستقلال کے ساتھ فرمایا: ''ہاں! میں نے ہی کہا تھا اور بالکل حق کہا تھا۔''

حجاج آپ کا عالمانہ تیور دیکھ کر آپ کی روحانی طاقت سے اس قدر مرعوب ہوا کہ بالکل ہی سہم گیا اور کہنے لگا: ''خداوندِ کریم آپ کو جزائے خیر دے، آپ نے مجھے بڑی اچھی تعلیم دی تھی اب میرا یہ حال ہے کہ جب نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو آپ کا جوتا میری نظروں کے سامنے ہو جاتا ہے اور آپ کے کلمات مجھے یاد آ جاتے ہیں تو میں بہت سنبھال سنبھال کر نماز پڑھتا ہوں۔'' (روح البیان ج ۸ ص ۲۲۱)

امام مالک کا بہت اللہ شریف کے بارے میں فتویٰ

خلیفۂ بغداد ہارون الرشید نے ایک مرتبہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:

''میری تمنا ہے کہ میں حجاج بن یوسف ثقفی کا تعمیر کیا ہوا کعبہ شریف منہدم کر کے

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بنائے کعبہ کے مطابق تعمیر کرادوں جس کی حضورِ اقدس ﷺ نے خواہش فرمائی تھی۔''

یہ سن کر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت جرأت وجلال کے ساتھ فرمایا:

''اے امیر المومنین! میں آپ کو قسم دِلاتا ہوں کہ خبردار آپ ہرگز کعبہ معظّمہ کو بادشاہوں کا کھلونا نہ بنائیں اگر یہ دستور نکل پڑا تو ہر آنے والا بادشاہ کعبہ کو توڑتا اور بناتا رہے گا اس طرح کعبہ معظّمہ کی ہیبت وعظمت لوگوں کے دِلوں سے جاتی رہے گی۔''

امام ممدوح کا یہ جواب سن کر ہارون الرشید کا حوصلہ پست ہوگیا اور اس نے تعمیر کعبہ کا خیال چھوڑ دیا اور اس کے بعد سے آج تک کسی بادشاہ کو یہ ہمت وجرأت نہیں ہوئی کہ کعبہ کو منہدم کر کے اس کی تعمیر کرتا۔ (روح البیان ج ۱ ص ۲۳۲)

☆.....شیخ الاسلام علامہ سلفی بڑے بارعب اور جاہ وجلال کے محدث تھے' مذہبی اختلافات کے باوجود شاہانِ مصر کے دربار میں آپ کا بڑا اثر واقتدار تھا۔ حضرت ممدوح کا یہ طریقہ تھا کہ باوجودیکہ عمر شریف سو برس سے زیادہ تھی مگر انتہائی وقار کے ساتھ حدیث بیان فرماتے تھے اور درمیانِ درس نہ پانی پیتے' نہ تھوکتے' نہ پہلو بدلتے' نہ کوئی دنیاوی گفتگو کرتے۔ ایک مرتبہ بادشاہ مصر اپنے بھائی کے ساتھ آپ کی درس گاہ میں آگیا اور درس کے دوران بادشاہ نے اپنے بھائی سے کوئی بات کہہ دی تو آپ کو اس قدر جلال آیا کہ آپ نے تڑپ کر بادشاہ کو جھڑک دیا اور فرمایا: ''ہم اس لیے حدیث نہیں پڑھتے کہ تم دونوں باتیں کرتے رہو۔''

آپ انتہائی مفلسی کی حالت میں اپنے وطن سے اسکندریہ جا کر آباد ہو گئے تھے مگر وہاں کی ایک مال دار خاتون نے آپ سے نکاح کر لیا اس لیے آپ کی مالی حالت قدرے بہتر ہوگئی اور آپ تمام عمر حدیث شریف کے درس اور کتابیں جمع کرنے میں مصروف رہے۔ ۵۷۲ھ میں ایک سو چھ برس کی عمر پا کر دارالبقاء کو روانہ ہو گئے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۹۵)

Marfat.com

اہلِ عرب اور عہد و پیمان کی حفاظت

خلیفہ سفاح ابوالعباس پہلا عباسی خلیفہ تھا اس کا اصل نام عبداللہ تھا۔ ۱۳۲ ہجری میں برسر اقتدار آیا اور ۱۳۶ ہجری میں الانبار میں انتقال کر گیا۔ اس کے عہدِ حکومت میں عباسی تحریک انقلابی دَور سے گزر کر آئینی دَور میں داخل ہوگئی اس کے کردار اور کارناموں کے بارے میں مؤرخین خاموش ہیں البتہ بعض مؤرخین نے لکھا ہے: ''وہ سمجھ دار اور فیاض حکمران تھا۔''

سفاح کے معنی ہی خونریز کے ہیں، یہ شخص بنواُمیہ کا جانی دشمن تھا اس نے بنواُمیہ کے افراد کا بے دریغ قتلِ عام کرایا اس لیے سفاح کے نام سے مشہور ہو گیا۔

بہرحال بنوعباس کی خلافت قائم ہوئی تو بنواُمیہ کے تمام سرکردہ افراد روپوش ہو گئے۔ انہیں خوف تھا کہ ان سے نہایت بُرا سلوک کیا جائے گا۔ ادھر بنوعباس کے لوگ بھی ان لوگوں کی بو سونگھ رہے تھے اور انہیں جا بجا تلاش کر رہے تھے۔

بنواُمیہ کے چھپے ہوئے سرکردہ افراد میں ابراہیم بن سلیمان بن عبدالمالک بن مروان بھی شامل تھا۔ خلیفہ سفاح کے خاص آدمی نے اس کی سفارش کی اور امان طلب کی جو دے دی گئی۔ ابراہیم بن سلیمان خلیفہ کے پاس آیا، اپنی غلطیوں کی معافی مانگی۔ خلیفہ نے اسے عزت و اکرام سے نوازا، شاہی لباس پہنایا اور اپنے خواص میں جگہ دی۔

ایک دن خلیفہ سفاح ابراہیم سے کہنے لگا: ''تم ایک مدت تک چھپے رہے اگر اس دوران کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہو جو دلچسپ اور سبق آموز ہو تو ہمیں سناؤ۔''

ابراہیم بن سلیمان نے اپنی زندگی کا سب سے نرالہ واقعہ بیان کرنا شروع کیا۔ سنیے اور عربوں کے صبر و ثبات، حوصلوں اور عہد و پیماں کے احترام کی داد دیجیے۔

Marfat.com

اب ایسے لوگ زمانے میں روز روز کہاں؟

ابراہیم بن سلیمان نے بتایا: ''میری تلاش اور گرفتاری کا شاہی پروانہ جاری ہو چکا تھا میں ادھر ادھر بھاگتا پھر رہا تھا' کہیں سکون نہ تھا۔ بھاگتے بھاگتے میں حیرہ پہنچا اور صحرا میں ایک بدو کے ہاں پناہ گزیں ہوا۔ موت میرے تعاقب میں تھی اور میں اس سے بھاگتا پھر رہا تھا۔ میرے سر پر ہر وقت خوف منڈلاتا رہتا تھا کہ نجانے مجھے کب دھر لیا جائے۔ ایک دن میں چھت پر بیٹھا تھا' صحرا پر نگاہیں گاڑھ رکھی تھیں کہ دُور سے کالے جھنڈے نظر آئے۔ کوفہ سے نکلنے والا یہ قافلہ حیرہ کی جانب آ رہا تھا۔ مجھے خوف محسوس ہوا۔ میری چھٹی حس کہنے لگی کہ یہ لوگ مجھے گرفتار کرنے آ رہے ہیں۔ ممکن ہے کسی نے مخبری کر دی ہو۔ قافلہ ابھی دُور تھا' میں نے موقع غنیمت جانا اور وہاں سے نکل بھاگا۔ کوفہ آ گیا۔ سامنے کوئی منزل نہ تھی' نہ میں کسی گھرانے کو جانتا تھا جو مجھے پناہ دیتا یا مدد کرتا میں ادھر ادھر ٹامک ٹوئیاں مارتا پھر رہا تھا۔ لوگوں کی نگاہیں ایسی چبھتی ہوئی محسوس ہوئیں جیسے وہ میری تلاش میں ہیں۔ اچانک مجھے ایک بڑا گھر نظر آیا اس کا دروازہ بہت بڑا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ صاحبِ خانہ کوئی امیر کبیر اور بارسوخ آدمی ہے۔ میں غیر ارادی طور پر اس گھر میں گھس گیا اس کا صحن بہت کشادہ تھا۔ وہاں بہت اُجلے کپڑے پہنے ہوئے ایک باوقار شخص نظر آیا جو نہایت معزز اور محترم نظر آ رہا تھا اس نے مجھے دیکھا تو فوراً پوچھا: ''تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟''

میں نے کہا: رَجُلٌ خَائِفٌ عَلٰی دَمِہٖ' جَاءَ یَسْتَجِیْرُبِکَ ۔

''میں ایسا آدمی ہوں جو اپنی موت سے ڈرتا پھر رہا ہوں اور تم سے پناہ کا طلب گار ہوں۔''

اس نے مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ اندرونِ خانہ اس کی بیویوں کے حجروں کے ساتھ ایک کمرہ تھا اس نے مجھے وہاں ٹھہرا دیا' میں ٹھہر گیا۔ صاحبِ خانہ کا حسنِ سلوک یہ تھا کہ روزانہ میرے لیے انواع و اقسام کے کھانے چُنے جاتے' میں نہایت سکون سے رہ رہا

Marfat.com

تھا اس نے مجھ سے کبھی کوئی گفتگو کی نہ میرے بارے میں پوچھا کہ میں کون ہوں' میرا جرم کیا ہے اور وہ کون لوگ ہیں جو میری تلاش میں ہیں۔ ہاں! ایک بات میں اچھی طرح نوٹ کرتا تھا کہ وہ روزانہ صبح سویرے کہیں نکل جاتا تھا اور ظہر سے پہلے واپس آتا تھا۔

ایک دن میں نے اس سے پوچھ ہی لیا: ''میں تمہیں روزانہ جاتے دیکھتا ہوں' تم کہاں اور کس کام کے لیے جاتے ہو؟''

اس نے بتایا: ''میرے باپ کو ابراہیم بن سلیمان بن عبدالمالک بن مروان نے قتل کر دیا تھا' مجھے باوثوق ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ وہ حیرہ ہی میں چھپا ہوا ہے۔ میں روزانہ اس کا کھوج لگانے جاتا ہوں تاکہ اس سے اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لے سکوں۔''

امیرالمومنین! جونہی میں نے یہ بات سنی' میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ مجھے اپنی موت یقینی نظر آنے لگی۔ میں نے اس سے اس کا نام اور اس کے والد کا نام پوچھا اس کے جواب سے فوراً معلوم ہو گیا کہ وہ صحیح کہہ رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا: ''تم بہت دنوں سے میری میزبانی کر رہے ہو اب وقت آ گیا ہے کہ میں بھی تمہارا حق ادا کروں۔ تم نے مجھ سے بہت اچھا سلوک کیا ہے یقیناً اس کا بدلہ میری طرف سے بھی ملنا چاہیے۔ میں بتاتا ہوں کہ تم جس شخص کو تلاش کر رہے ہو وہ کہاں ہے؟''

اس نے بے تابی سے کہا: ''ہاں! ہاں! جلدی بتاؤ وہ شخص کہاں چھپا ہوا ہے؟''

میں نے کہا: ''میرے معزز مہربان! میں ہی وہ شخص ہوں جسے تم ڈھونڈ رہے ہو۔ تمہارے باپ کا قاتل تمہارے سامنے کھڑا ہے۔ میں تمہیں یہ بتانے کے لیے موجود ہوں کہ میرا نام ابراہیم بن سلیمان بن عبدالمالک بن مروان ہے' تم بڑی خوشی سے اپنا بدلہ لے لو۔''

اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ کہنے لگا: ''یوں لگتا ہے کہ مسلسل چھپے رہنے اور اپنے گھر والوں کی جدائی کی وجہ سے تم موت کو پسند کرنے لگے ہو۔''

میں نے کہا: ''نہیں! ایسی کوئی بات نہیں' میں تم سے یہ حقیقت چھپانا نہیں چاہتا کہ

Marfat.com

تمہارے باپ کا مطلوبہ قاتل میں ہی ہوں۔ میں نے تمہارے والد کو فلاں مقام پر فلاں دن اور فلاں تاریخ کو قتل کر دیا تھا۔''

جب اس نے تفصیل سے سارا واقعہ سنا اور میری بیان کی ہوئی جزئیات پر غور کیا تو اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور اس کی آنکھوں میں غیظ و غضب کے شرارے کوندنے لگے۔ وہ دیر تک خلا میں گھورتا رہا اور کچھ سوچتا رہا پھر یوں لگا جیسے اس نے ایک قطعی فیصلہ کر لیا ہو۔ وہ دفعتاً میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا: ''تم ایک دن میرے قادرِ مطلق پروردگار اور منصف حاکم کے روبرو میرے والد سے ضرور ملو گے اور وہ تم سے تمہارے ظلم، تمہاری سفاکی اور خونِ ناحق کا بدلہ لے لے گا اب رہا میرا معاملہ تو امر واقعہ یہ ہے کہ میں نے تمہیں پناہ دی تھی۔ تمہیں بچانے کا عہد کیا تھا لہٰذا میں اپنا وعدہ توڑنے کے لیے تیار نہیں کیونکہ میں بدعہدی کرنا اپنی توہین سمجھتا ہوں لیکن اب میں چاہتا ہوں کہ تم فوراً میری نظروں سے دُور چلے جاؤ۔ ممکن ہے میں اپنے نفس پر قابو نہ پا سکوں اور اپنے باپ کے خون کا بدلہ لے لوں۔''

پھر اس نے ایک ہزار دینار میری طرف بڑھا دیئے اور کہا: ''یہ رقم بطورِ زادِ راہ ہے، یہ لے لو اور چلتے بنو۔'' مجھے بڑی شرم آئی میں نے دینار لینے سے انکار کر دیا اور وہاں سے چل دیا۔

امیر المومنین! یہ میری زندگی کا سب سے انوکھا واقعہ ہے جو میری توقع سے ماورا نہایت عجیب و غریب، منفرد اور نرالا ہے۔ امیر المومنین! میں نے اپنی ساری زندگی میں آپ کے علاوہ اگر کسی شخص کو نہایت سخی اور اپنے وعدے کی پاس داری کرنے والا پایا ہے تو یہ وہی شخص تھا جس نے مجھے میری وحشت کے دنوں میں پناہ دی تھی اور یہ جان لینے کے باوجود کہ میں اس کے باپ کا قاتل ہوں، مجھے معاف کر دیا تھا۔

(تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ۶/۴۱۶)

Marfat.com

سیدنا غوثِ اعظم کی غریب پروری

حضرت شیخ عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ حج کے ارادہ سے نکلے جب بغداد کے قریب حلہ نامی موضع میں پہنچے تو آپ نے حکم دیا کہ یہاں کوئی ایسا گھر تلاش کرو جو سب سے زیادہ ٹوٹا پھوٹا اور اجڑا ہوا ہو۔ ہم اس میں قیام کریں گے اگرچہ وہاں کے امیروں اور رئیسوں نے بڑے اچھے اچھے مکانات آپ کے سامنے قیام کرنے کے لیے پیش کیے لیکن آپ نے انکار فرما دیا۔ تلاش بسیار کے بعد ایسا ایک مکان مل گیا جس میں بڑھیا' بڈھا اور ایک بچی تھی۔ آپ نے بڑے میاں سے اجازت لے کر رات اس مکان میں گزاری اور وہ تمام نذرانے اور ہدایا جو نقد' جنس اور حیوانات کی صورت میں آپ کو پیش کیے گئے تھے' آپ نے یہ کہہ کر کہ میں اپنے حق سے دست بردار ہوتا ہوں' وہ تمام کے تمام بڑے میاں کو دے دیئے۔ حاضرین نے بھی آپ کی موافقت میں تمام مال واسباب ان بڑے میاں کو دے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بوڑھے کو آپ کے مبارک قدموں کی برکت سے ایسی دولت عطا فرمائی کہ ان کی اطراف میں کسی کو نہ ملی۔

(ترجمہ اخبار الاخیار' ص ۴۷۔۴۶)

☆.....حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز ایک فقیر کو شکستہ خاطر ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا دیکھا' دریافت فرمایا: ''کس خیال میں ہو اور کیا حال ہے؟''

عرض کیا: ''میں دریا کے کنارے گیا تھا' ملاح کو دینے کے لیے میرے پاس کچھ نہیں تھا کہ کشتی میں بیٹھ کر پار اُترتا۔''

ابھی اس فقیر کی بات پوری نہ ہوئی تھی کہ ایک شخص نے تیس اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی آپ کی نذر کی۔ آپ نے وہ تھیلی فقیر کو دے دی اور فرمایا: ''جاؤ ملاح کو

دے دو۔"

(اخبار الاخیار (ترجمہ) ص ۴۷ شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

☆.....ابوالحسن علی ندوی نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے اوصاف واخلاق کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: "آنجناب کو غرباء، مساکین اور حاجت مند لوگوں پر خرچ کرنے اور انہیں کھانا کھلانے کا شوق جنون کی حد تک تھا۔ علامہ نجار نے اپنی تاریخ میں جمائی کے حوالے سے حضرت شیخ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "میں نے تمام اعمال کی تفتیش اور چھان بین کی تو میں نے ان میں کھانا کھلانے اور حسنِ اخلاق سے بڑھ کر کوئی افضل اور اشرف عمل نہ پایا۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر ساری دنیا بھی میرے ہاتھ میں ہو تو میں وہ بھوکوں کو کھلا دوں۔"

آپ نے فرمایا: "میری ہتھیلیاں سوراخ دار ہیں جن میں کوئی چیز نہیں ٹھہرتی اگر میرے پاس ہزار دینار آجائیں تو شام تک ایک دینار بھی نہیں بچے گا۔"

صاحب قلائد الجواہر نے بیان کیا ہے کہ ہر رات آپ دسترخوان بچھانے کا حکم فرماتے جس پر ہزاروں مسلمان، مسافر، امیر غریب سب مل کر کھانا کھاتے۔ آپ خود ضعیف، کمزور، شکستہ دل اور ان بے چاروں کے ساتھ بیٹھتے جنہیں معاشرے میں کوئی پوچھنے والا نہ ہوتا۔ آپ کی اس شفقت اور ترحم سے انہیں اپنے افلاس اور غربت کا غم بھول جاتا۔ ہر آدمی یہی محسوس کرتا کہ آپ کو اس سے سب سے زیادہ پیار ہے جو ساتھی غائب ہوتا اس کی خیریت دریافت فرماتے۔ ہر ایک سے محبت کرتے، ان کی خطاؤں سے درگزر اور چشم پوشی فرماتے۔

(رجال الفکر والدعوۃ فی الاسلام: ص ۲۲۵۔۲۲۶، طبع دمشق ۱۹۶۵ء)

Marfat.com

مکہ معظّمہ کی شان

حضرت سیدنا عبدالعزیز اھوازی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت سیدنا سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا: ''بے شک کسی ولی کا لوگوں سے میل جول رکھنا اس کے لیے ذلت کا باعث ہے اور لوگوں سے علیحدگی باعثِ عزت۔''

اولیائے کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین میں سے بہت کم ایسے لوگ ہوں گے جنہوں نے گوشہ نشینی اختیار نہ کی ہو۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن صالح رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے مقبول ولی تھے' ان پر اللہ تعالیٰ کی بہت عطائیں تھیں' وہ لوگوں سے دُور رہنا پسند کرتے اسی لیے کبھی کسی شہر میں تو کبھی کسی شہر ہوتے۔ بالآخر وہ مکہ معظّمہ زادھا اللہ شرفاً وتکریماً میں آئے اور وہیں مقیم ہو گئے۔ میں ان کی عادت سے واقف تھا کہ یہ کسی شہر میں زیادہ دن نہیں ٹھہرتے لیکن مکہ شریف میں قیام کیے ہوئے انہیں کافی دن گزر چکے تھے' میں نے پوچھا: ''آپ تو کسی شہر میں اتنا زیادہ رُکتے ہی نہیں پھر مکہ معظّمہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً میں اتنے دن کیوں رُک گئے؟''

فرمایا: ''بھلا میں اس عظمتوں والے شہر میں کیوں نہ رُکوں؟ میں نے کوئی ایسا شہر نہیں دیکھا جس میں مکہ معظّمہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً سے زیادہ رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہو لہٰذا مجھے یہ بات محبوب ہے کہ میں ایسے بابرکت شہر میں ٹھہروں جہاں دن رات ملائکہ کی آمدورفت رہتی ہے۔ بے شک یہاں بہت سے عجائبات ہیں۔ ملائکہ مختلف صورتوں میں خانہ کعبہ کا طواف کرتے رہتے ہیں اگر میں وہ تمام باتیں بتادوں جو میں نے دیکھی ہیں تو لوگ ان پر یقین نہ کریں۔''

میں نے کہا: ''خدارا! ان باتوں میں سے مجھے بھی کچھ بتائیے۔''

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ہر وہ بندہ جو ولایتِ کاملہ کے درجے پر فائز ہو وہ ہر جمعرات کو

Marfat.com

اس بابرکت شہر میں آتا ہے اور کبھی بھی ناغہ نہیں کرتا۔ میں اسی لیے یہاں رُکا ہوا ہوں تاکہ ان اولیائے کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی ولیٔ کامل کی زیارت سے فیض یاب ہوسکوں۔ میں نے مالک بن قاسم جبلی رحمۃ اللہ علیہ نامی ایک شخص کو دیکھا ان کے ہاتھ میں کچھ کھجوریں تھیں، میں نے ان سے کہا: ''کیا آپ کھانا کھا کر آرہے ہیں؟''

انہوں نے کہا: ''استغفر اللہ میں نے تو کئی ہفتوں سے کچھ بھی نہیں کھایا۔ ہاں! میں نے اپنی والدہ کو کھجوریں کھلائی ہیں اور اب فجر کی نماز پڑھنے کے لیے حرم شریف آیا ہوں۔''

حضرت سیدنا عبداللہ بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''حرم شریف اور اس کے گھر کا درمیانی فاصلہ سات سو فرسخ (یعنی (اکیس سو میل) تھا، وہ وہاں سے فجر کی نماز پڑھنے مسجدِ حرام میں آیا تھا، کیا تم اس بات پر یقین کرلو گے؟'' میں نے کہا: ''کیوں نہیں!''

فرمایا: ''تمام تعریفیں اسی پاک پروردگار کے لیے ہیں جس نے مجھے ایسے مسلمان شخص سے ملوایا جو اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی کرامات کا ماننے والا اور انہیں حق جاننے والا ہے۔'' (عیون الحکایات)

ارادے جن کے پختہ ہوں

حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد مولانا فضل امام صاحب سے تمام علوم وفنون کی تحصیل کر کے سند حدیث مولانا شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی سے حاصل کی اور چودہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر اپنے والد ماجد کے تلامذہ کو درس دینے لگے۔

علامہ موصوف اہلِ سنت کے مسلم الثبوت مایہ ناز عالم تھے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے جب تقویۃ الایمان لکھ کر وہابیت کی اشاعت کی تو آپ نے مولوی اسماعیل دہلوی

Marfat.com

سے مناظرہ فرمایا اور آپ کے تقریر و تحریری مناظروں سے مولوی اسماعیل دہلوی کی تمام گمراہیاں تارِ عنکبوت کی طرح ٹوٹ پھوٹ کر بکھر گئیں اور وہابیت کے پرخچے اُڑ گئے۔

آپ بادشاہِ اکبر شاہ ثانی کے زمانے میں ریذیڈنٹ کے محکمہ میں سرشتہ دار رہے پھر نواب جھجھر کے یہاں آ گئے پھر نواب رام پور کے اتالیق کچھ عرصہ لاہور میں بھی قیام فرمایا پھر نواب واجد علی شاہ کے عہد میں صدر الصدور کے عہدہ پر فائز ہو گئے۔ ۱۸۵۷ء میں غدر کا ہنگامہ رونما ہوا تو دہلی آئے اور بہادر شاہ سے ملے اور انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ تحریر فرمایا۔ بہادر شاہ کو جب انگریزوں نے گرفتار کر کے رنگون بھیج دیا اور آپ اپنے وطن خیر آباد میں روپوش ہو گئے لیکن حاکم سیتا پور نے آپ کو گرفتار کر کے لکھنؤ بھیج دیا اور انگریزوں نے بغاوت کے جرم میں آپ پر مقدمہ چلایا۔ سرکاری وکیل کے سامنے حضرت علامہ خود ہی بحث کرتے تھے اور سرکاری وکیل کو بار بار خاموش کر دیتے تھے۔ جج یہ رنگ دیکھ کر پریشان تھا جج کے سامنے آپ کی موجودگی میں جب سرکاری گواہ پیش ہوا تو اس نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ یہ وہ فضل حق نہیں ہیں جنہوں نے جہاد کا فتویٰ دیا ہے۔ وہ دوسرے شخص ہیں۔ آپ فوراً بول اُٹھے کہ اس گواہ کی پہلی اطلاع بالکل صحیح ہے اب یہ جو کچھ کہہ رہا ہے بالکل غلط ہے مجھ پر جرم عائد کیا گیا ہے وہ بالکل درست ہے میں وہی فضل حق ہوں جس نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا ہے اور آج بھی اپنے فتویٰ پر قائم ہوں۔ جج نے آپ کے اس اقبالی بیان سے مجبور ہو کر حبس دوام بہ عبور دریائے شور کی سزا تجویز کی جس کو آپ نے بخندہ پیشانی قبول فرمالیا اور آپ جزیرہ ''انڈیمان'' بھیج دیئے گئے اور وہیں ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (علماء حق ص ۵۶)

سرکاری گواہ کے اس بیان کے بعد کہ یہ فضل حق نہیں ہیں جنہوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا ہے۔

''حضرت علامہ کا باعزت بَری ہو کر رہا ہو جانا بالکل یقینی تھا مگر حضرت علامہ کی غیرتِ ایمانی نے اس کو قبول نہیں کیا کہ میں اپنے فتویٰ سے رجوع کروں یا اپنے فتویٰ کو

Marfat.com

چھپاؤں۔ آپ نے قید و بند اور جلاوطنی کی ہوشربا مصیبتوں کو بخندہ پیشانی قبول فرمالیا مگر حق اور ضمیر کی آواز کے خلاف بولنا تو درکنار خاموش رہنا بھی گوارا نہیں فرمایا مگر اس تاریخی دستاویز سے آپ کے عزم راسخ اور استقلال و استقامت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ انگریزوں کے خلاف جہاد حریت میں کتنے ثابت قدم تھے اور کتنے اولوالعزم اور مجاہدانہ جرأت کے ساتھ انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا مگر افسوس کہ مذہبی تعصب کی بناء پر دیوبندی پریس نے مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد شاہ رائے بریلوی وغیرہ کو بحیثیت مجاہد حریت خوب خوب اچھالا مگر علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا کبھی بھول کر بھی تذکرہ نہیں کیا حالانکہ واقع یہ ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی وغیرہ نے زندگی بھر کبھی انگریزوں سے جہاد تو بڑی چیز ہے کبھی انگریزی حکومت کے خلاف زبانی تنقید بھی نہیں کی بلکہ مستند تواریخ اور تاریخی دستاویزوں سے یہ ثابت ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کی پارٹی کو انگریز افسران رقم اور راشن دیا کرتے تھے اور کبھی کبھی ان لوگوں کی دعوتیں بھی کرتے تھے چنانچہ علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آبادی سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''خون کا آنسو'' میں بہت اچھی طرح اس حقیقت کی نقاب کشائی کی ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کی پارٹی نے جو بالاکوٹ وغیرہ صوبہ سرحد کے علاقوں میں مسلمان امیروں اور سکھوں سے جنگ کی وہ انگریزوں کے اشارے پر کی اور اس کا مقصد انگریزی حکومت کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے سوا کچھ نہیں تھا۔

مگر ہٹلر کا وزیر نشریات ''گوبلز'' کہا کرتا تھا کہ بڑے سے بڑا جھوٹ کیوں نہ ہو لیکن اسے بار بار کہتے رہو تو چند دنوں میں وہ جھوٹ سچ ہو جائے گا بلکہ یہی معاملہ ہوا کہ مولوی اسماعیل دہلوی کو جھوٹ موٹ انگریزوں کے مقابلے میں ''مجاہد حریت بنا کر اس جھوٹ کو دیوبندی پریس نے برس ہا برس اس قدر اُچھالا کہ آج واقعی لوگ مولوی اسماعیل دہلوی کو سچ مچ مجاہد حریت سمجھنے لگے بلکہ ''شہید جہاد حریت'' کے خطاب سے یاد کیے جانے لگے حالانکہ حقیقت یہ ہے جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شعر میں تحریر فرمادی

Marfat.com

ہے کہ

وہ جسے وہابیہ نے دیا یہ لقب شہید و ذبیح کا
وہ شہید لیلیٰ نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار ہے

(روحانی حکایات)

نظر جن کی خدا پر ہو

حضرت مولانا محمد نور صاحب لکھنوی (شاگرد ملک العلماء، بحر العلوم) ایک روز کہیں تشریف لے جا رہے تھے، سامنے سے بادشاہ اودھ کا وزیر علی بخش ہاتھی پر چلا آ رہا تھا اس نے حضرت کو دیکھ کر اتنا ادب کیا کہ ہاتھی کو بٹھا کر زمین پر اُتر آیا اور قریب آ کر سلام عرض کیا لیکن چونکہ اس کی داڑھی منڈھی ہوئی تھی اور وہ رافضی بھی تھا اس لیے آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اس نے سمجھا کہ شاید مجھے دیکھا نہیں اس لیے دوسری طرف سے جا کر سلام کیا۔ آپ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا اس نے تیسری مرتبہ پھر سلام کیا مگر آپ نے جواب نہیں دیا تو وہ غصہ میں بھرا ہوا ہاتھی پر چڑھ کر یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ میں نے فرنگی محل کے مردوں کی داڑھیاں اور عورتوں کا سر نہ منڈوایا تو علی بخش نام نہیں جب آپ مکان پر تشریف لے گئے تو ایک طالبِ علم نے علی بخش کا وہ فقرہ عرض کیا۔ آپ یہ سن کر فوراً باہر تشریف لائے اس وقت حضرت مولانا سید آل رسول صاحب مارہروری اور حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہما آپ کے دونوں طالبِ علم تھے۔ عرض کیا: ''حضور! کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟''

آپ نے پوربی زبان میں فرمایا: ''بچو نورا کی حماقتے تو ہے۔ علی بخش آیا تھا، سلام کیا تھا۔ جواب دے دیا ہوتا اب وہ کسی کی داڑھی مونڈھے ہے کسی کا مونڑ موڑے ہے۔ نورا

Marfat.com

کی حماقتے تو ہے۔''

یہ کہہ کر آپ سیدھے شاہی محل کو روانہ ہو گئے حالانکہ اس سے پیشتر آپ کبھی بھی شاہی محل میں تشریف نہیں لے گئے تھے۔ پیچھے پیچھے آپ کے یہ دونوں شاگرد بھی ہمراہ چلے اس دن نوروز کا دن تھا اور شاہی محل میں جشن ہو رہا تھا جب دربان نے آپ کو آتے دیکھا تو گھبرا کر دوڑتا ہوا گیا اور بادشاہ کو آپ کی آمد کی خبر دی۔ بادشاہ سن کر گھبرا گیا اور حکم دیا کہ گانے بجانے اور شراب و کباب کا سارا سامان فوراً ہٹا دیا جائے اور خود دروازے تک استقبال کر کے حضرت کو اندر لے گیا اور انتہائی تعظیم و تکریم کے ساتھ آپ کو بٹھایا۔ بادشاہ کا وزیر علی بخش یہ منظر دیکھ کر کانپ اُٹھا کہ ضرور میری شکایت کریں گے اور خدا ہی جانے بادشاہ کیا کچھ کرے گا مگر حضرت وزیر کی شکایت کرنے تو گئے نہیں تھے بلکہ وزیر کو اپنی عظمت دِکھانے کے لیے تشریف لے گئے تھے تا کہ وہ ایذاء رسانی کے خیال سے باز رہے۔ آپ تھوڑی دیر خاموش بیٹھے رہے پھر بادشاہ نے عرض کیا: ''حضرت اس وقت کیسے تشریف لائے؟''

ارشاد فرمایا: ''تیری زمین میں رہتے ہیں، ہم نے کہا ذرا ہو آئیں۔''

بادشاہ نے نوروز کی شیرینی پیش کی تو فرمایا: ''ہمارے دو بچے بھی باہر ہیں۔''

چنانچہ دونوں حضرات کو بھی بلا لیا گیا۔ تھوڑی دیر تشریف رکھ کر واپس تشریف لے گئے۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۲۴۰)

ابوالحسن نوری علیہ الرحمہ اور کمالِ ایثار

حکایات میں یہ بات مشہور ہے کہ جب غلام الخلیل نے اس گروہ (اصفیاء) کے ساتھ جب اپنی عداوت ظاہر کی اور ہر ایک سے دشمنی کا اظہار کیا اور سرکاری آدمی حضرت

Marfat.com

نوری وحضرت رقام وحضرت ابوحمزہ کو پکڑ کر دارالخلافہ میں لے گئے اور غلام الخلیل نے کہہ دیا کہ بے دین کی جڑ کٹ جائے گی کیونکہ سب بے دینوں کے سرغنہ یہی لوگ ہیں اور جس کے ہاتھ سے یہ نیکی ہو' میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے لیے بہت بڑے اجر کا ضامن ہوں چنانچہ خلیفہ نے اسی وقت ان کی گردن اُڑا دینے کا حکم دیا۔ جلاد آ گیا اور تینوں کے ہاتھ باندھ دیئے جب جلاد نے حضرت رقام کے قتل کرنے کا قصد کیا تو حضرت نوری اُٹھ کر بڑی خوشی سے حضرت رقام کی جگہ جلاد کے سامنے جا بیٹھے۔ لوگوں کو بڑا تعجب ہوا۔ جلاد نے آپ سے کہا: ''اے جوانمرد! یہ تلوار ایسی چیز نہیں ہے کہ کوئی ایسی رغبت سے اس کے سامنے آجائے جیسے کہ تم آ گئے ہو حالانکہ ابھی تک تمہاری باری نہیں آئی۔''

آپ نے فرمایا: ''یہ صحیح ہے کہ میری باری نہیں آئی لیکن میرا طریق ایثار پر مبنی ہے اور دنیا میں عزیز ترین چیز زندگی ہے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ یہ چند سانسیں بھی ان بھائیوں کے کام میں صرف کروں کیونکہ دنیا کا ایک سانس آخرت میں میرے نزدیک ہزار سانس سے بہتر ہے اس لیے یہ دنیا عمل کا گھر ہے اور آخرت ثواب کا اور ثواب خدمت کرنے پر ہی حاصل ہوتا ہے۔''

جب قاصد نے یہ خبر خلیفہ کو پہنچائی تو خلیفہ آپ کی طبیعت کی رِقت اور آپ کے کلام کی باریکی کی وجہ سے سخت متعجب ہوا اور آدمی بھیج کر حکم دیا کہ ان لوگوں کے معاملہ میں سردست توقف کیا جائے۔ ابوالعباس بن علی اس وقت قاضی القضاۃ تھے۔ چنانچہ ان کا معاملہ آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ وہ ان تینوں حضرات کو اپنے گھر لے گئے اور جو کچھ ان حضرات سے شریعت وحقیقت کے احکام کے متعلق دریافت کیا' اس میں ان کو درست پایا۔ وہ اپنی غفلت کی وجہ سے ان کے حال سے سخت پریشان و پشیمان ہوا اس پر حضرت نوری نے فرمایا:

''اے قاضی! آپ نے یہ سب کچھ تو پوچھا مگر پوچھنے کی بات نہ پوچھی:

فان للہ عبادا یاکلون باللہ ویشربون باللہ ویلبسون باللہ ویقولون

Marfat.com

باللہ ۔

''پس بلاشبہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ ان کا کھانا' پینا' بیٹھنا اور بولنا سب اللہ کے ساتھ ہے۔''

کیونکہ ان کا قیام وقعود ونطق وحرکت وسکون سب اللہ کے ساتھ ہے اسی کے ساتھ وہ زندہ ہیں اور اسی کے مشاہدہ سے ان کی بقاء ہے کہ اگر لحظہ بھر مشاہدۂ حق ان کے حال سے منقطع ہو جائے تو ان کے وجود میں میں شور برپا ہو۔ قاضی صاحب آپ کے کلام کی دقت اور آپ کے حال کی صحت پر بڑے متعجب ہوئے اور خلیفہ کو لکھ دیا کہ اگر یہ لوگ ملحد ہیں تو

من الموحد فی العالم ۔ ''پھر جہان میں موَحد کون ہے؟''

میں گواہی دیتا ہوں اور حکم کرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ بے دین ہیں تو پھر روئے زمین پر کوئی موَحد نہیں۔ خلیفہ نے ان حضرات کو بلا کر فرمایا: ''کوئی حاجت طلب کرو۔''

انہوں نے فرمایا: ''ہمیں صرف یہ حاجت ہے کہ آپ ہمیں بالکل فراموش کر دیجیے نہ ہمیں اپنے قبول سے مقرب بنائیے اور نہ اپنے ہجر سے راندہ درگاہ کیجیے کیونکہ آپ کا ہمیں چھوڑ دینا بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ رد کر دینا۔''

☆.....خلیفہ رو پڑا اور عزت واحترام سے ان کو واپس کر دیا۔

(کشف المحجوب (ترجمہ) ص ۲۹۱)

حضرت ابوالحسن انطا کی خراسان کے شہر رَے میں رہتے تھے۔ ایک دن تیس سے زیادہ مہمان آ گئے اور روٹی تھوڑی تھی' تیاری کا موقع نہ تھا' رات کا وقت تھا' انہوں نے جتنی روٹیاں موجود تھیں' سب کے ٹکڑے کیے اور دستر خوان پر ان کو پھیلا کر سب کو بٹھانے سے پہلے چراغ گل کر دیا اور سب نے کھانا شروع کر دیا۔ سب کے منہ چلانے کی آواز آتی تھی جب دیر ہو گئی گویا سب بالکل فارغ ہو گئے تو چراغ جلا دیا گیا اور دستر خوان اُٹھایا گیا اس میں وہ سارے ٹکڑے بدستور رکھے تھے۔ سب ہی خالی منہ چباتے رہے' کسی

Marfat.com

نے بھی اس خیال سے نہ کھایا کہ اچھا ہے' دوسرے ہی کا کام چل جائے گا۔ صوفیاء کی پہچان ہی یہی ہے کہ وہ اپنے پیٹ اور نفس کے بندے نہیں ہوتے۔ وہ اپنے لیے نہیں بلکہ دوسروں کے لیے جیتے ہیں' وہ خود بھوکے رہتے ہیں اور دوسروں کو کھلاتے ہیں جو آدمی پیٹ کا پجاری اور اپنے پیٹ پر ہاتھ مارنے والا ہے' وہ کبھی صوفی نہیں ہوسکتا۔ تصوف و طریقت تو نام ہی خدمتِ خلق کا ہے۔ (مخزن اخلاق' ص ۲۴۰)

اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ

بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ وہ ایک عورت سے ملے ان کی نظر اس پر پڑ گئی اس وجہ سے ان کو رنج ہوا اور فرمایا: ''اے اللہ! بے شک تو نے بینائی تو اپنی جانب سے ایک نعمت عطا کی ہے لیکن ڈر ہے کہ یہی بینائی مجھ پر عذاب ہوگی۔ (اس لیے) اس کو تو مجھ سے لے لے۔''

چنانچہ وہ اسی وقت اندھے ہو گئے اس کے بعد وہ مسجد جاتے تھے تو ان کا ایک چھوٹا بھتیجا ان کو کھینچ کر یعنی ہاتھ وغیرہ پکڑ کر لے جاتا تھا جب وہ لڑکا ان کو مسجد تک پہنچا دیتا تھا تو خود وہاں سے چل دیتا تھا اور لڑکوں کے ساتھ کھیلنے لگتا تھا اور ان کو چھوڑ دیتا تھا جب ان کو کوئی ضرورت پیش آتی تھی تو وہ لڑکے کو پکارتے تھے اور وہ ناخوشی سے ان کی ضرورت کو پوری کرتا تھا پھر کھیل میں لگ جاتا تھا۔ چنانچہ وہ ایک دن مسجد میں اسی حالت سے تھے کہ ناگاہ انہوں نے ایک ایسی چیز محسوس کی جو ان کے گرد پھرتی تھی وہ اس سے ڈرے اور لڑکے کو بلایا لیکن اس نے ان کو جواب نہ دیا اس کے بعد انہوں نے اپنی نظر آسمان کی جانب اُٹھائی اور کہا: ''اے میرے معبود! میرے سردار! میرے آقا! بے شک تو نے مجھے ایسی بینائی عطا فرمائی تھی کہ میں اس سے تیری اس نعمت کو دیکھتا تھا جو مجھ پر تھی لیکن میں ڈرا کہ یہ نعمت بینائی مجھ پر عذاب ہوگی۔ میں نے تجھ سے سوال کیا کہ تو اس کو لے لے تو نے

Marfat.com

اس کو لے لیا اور اب میں بینائی کا محتاج ہوں اس لیے اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اس کو مجھ پر واپس کر دے۔"

پس اللہ تعالیٰ نے بینائی کو اس پر پھیر دیا یعنی اسی وقت اس کو انکھیارا کر دیا اور وہ بینا ہو کر اپنے گھر چلا گیا۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (انوار محبوبی ترجمہ نوادر قلیوبی)

Marfat.com

ہماری چند دیگر مطبوعات

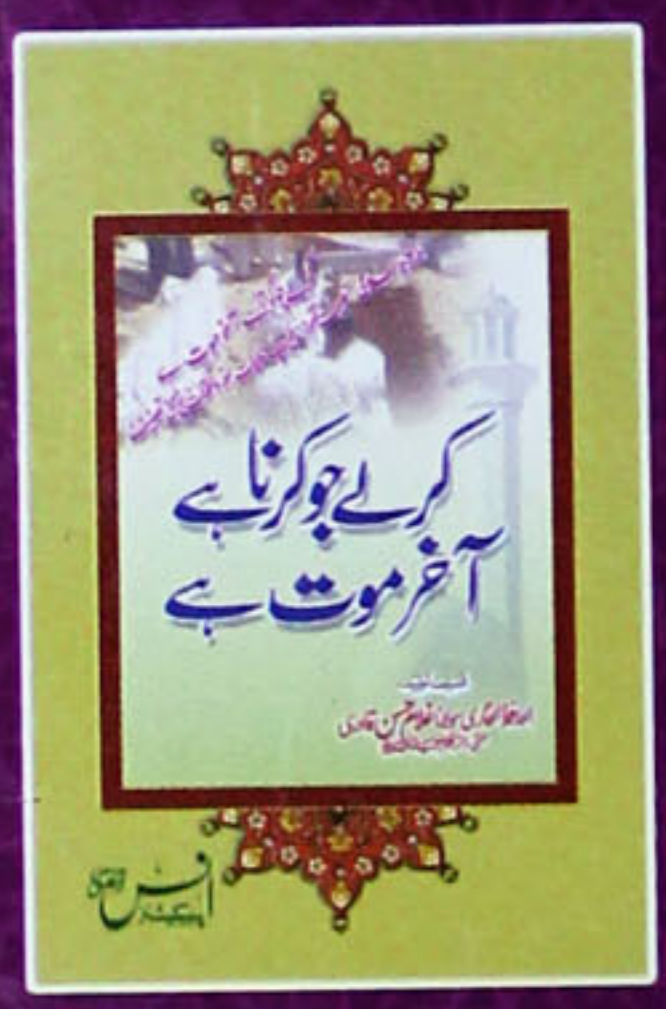

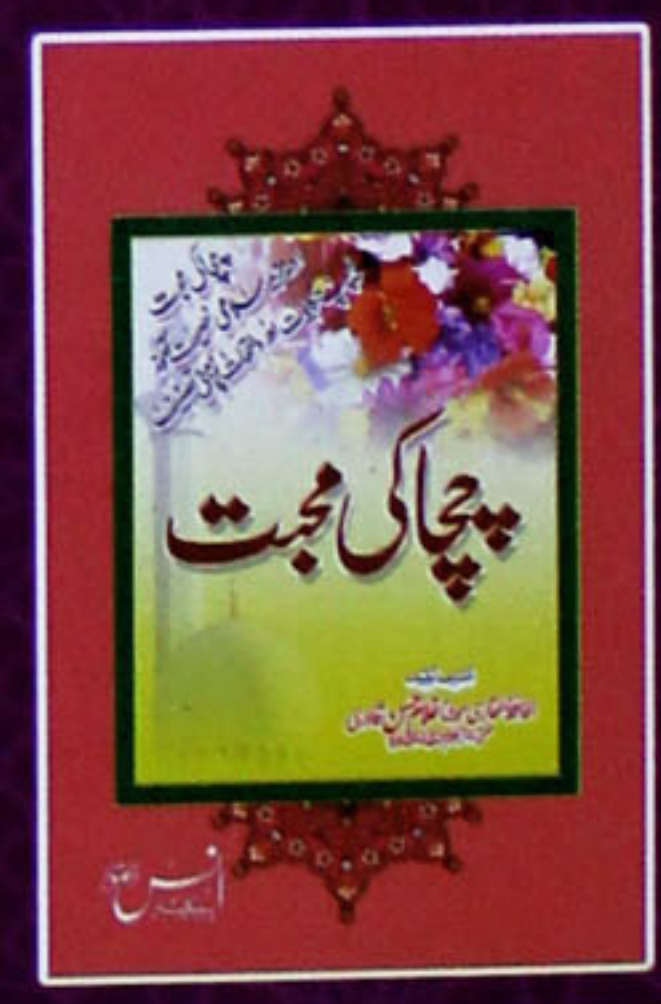

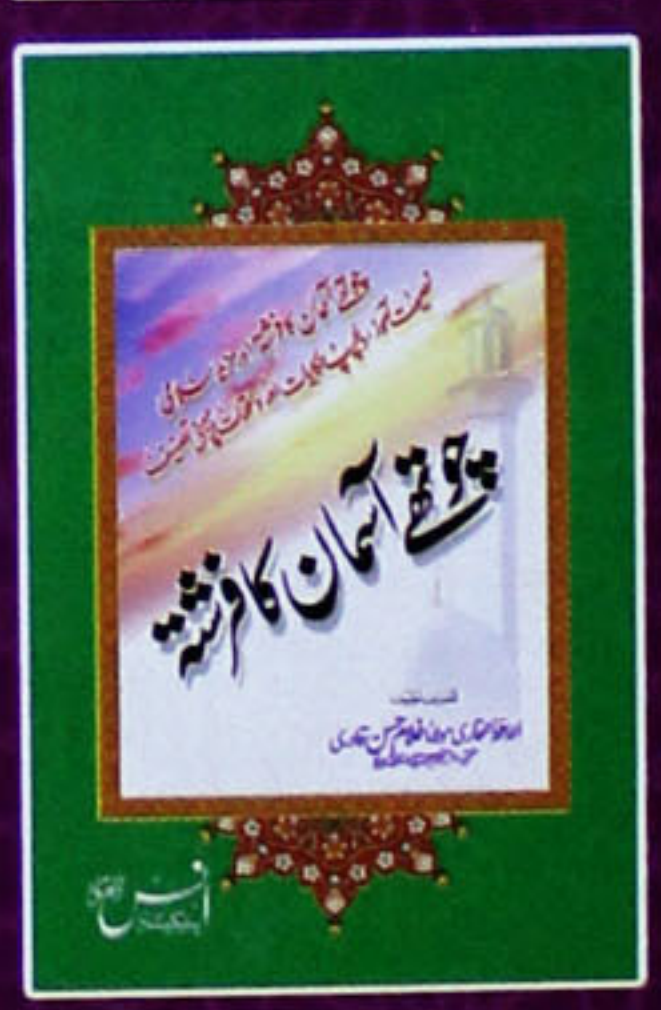

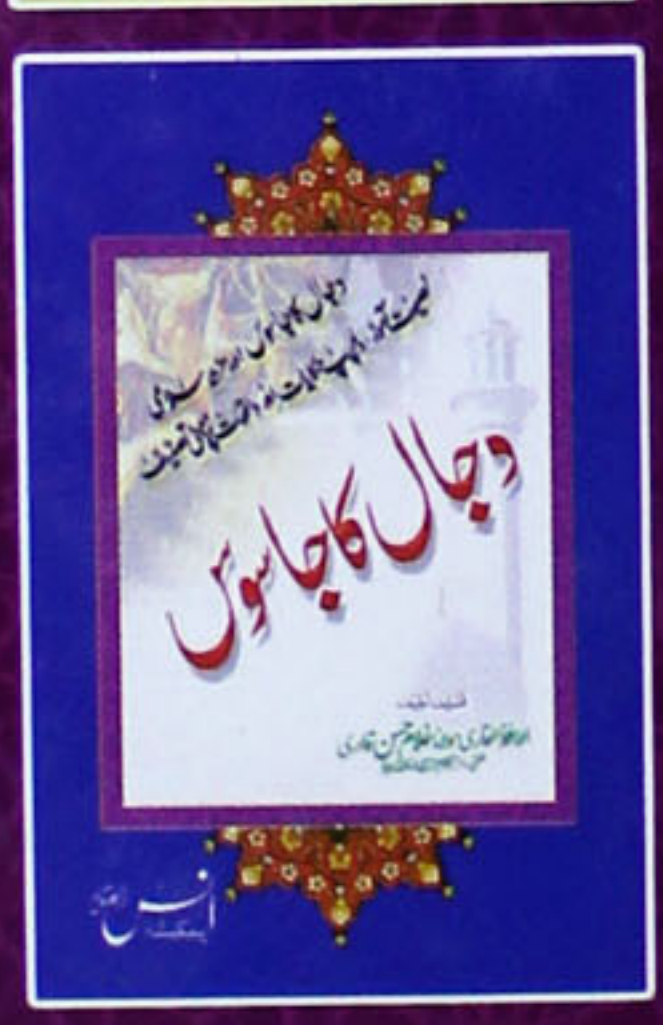

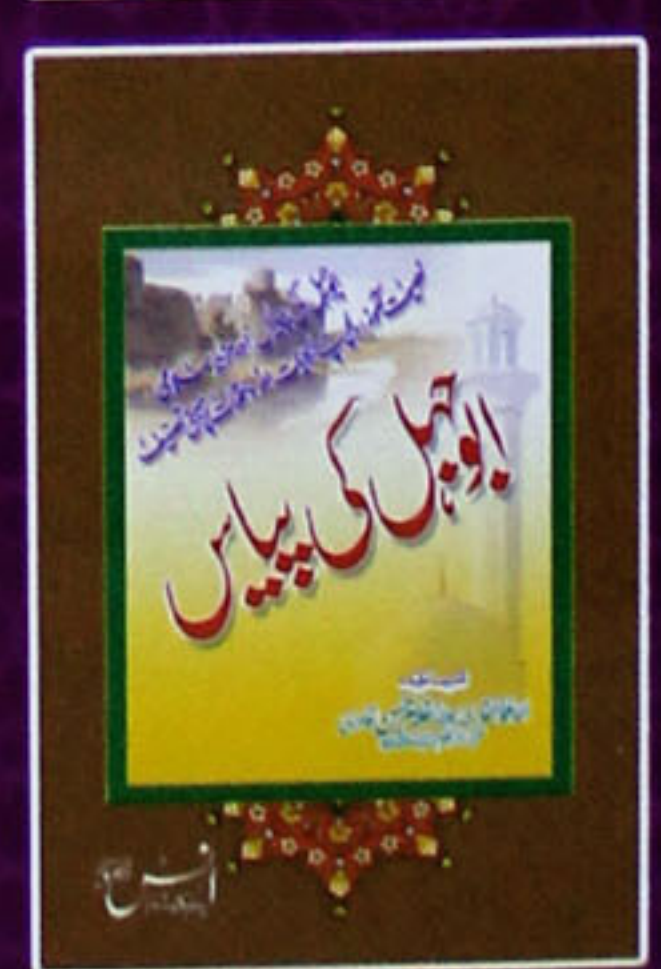

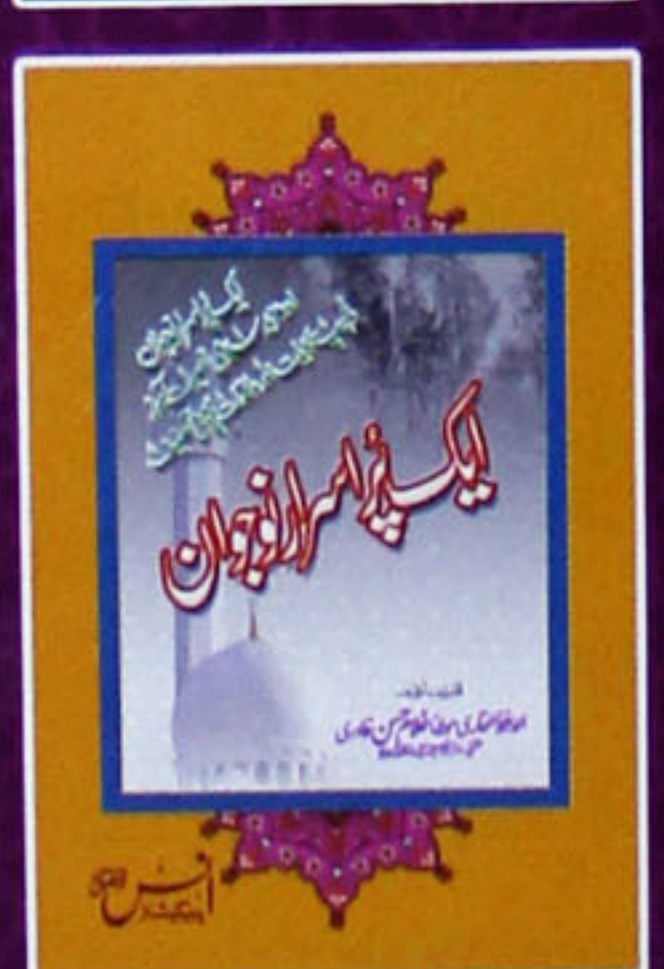

انس پبلیکیشنز

40-اُردو بازار، لاہور

Mob: 0300-8852283

Marfat.com